مجالس خطیب اعظم

(٦)

بانی تنظیم خطیب اعظم
مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر
تنظیم المکاتب
گولہ گنج۔ لکھنؤ

سلسلۂ آثار خطیبِ اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

مجالسِ خطیبِ اعظم

(٦)

العقل ماعبد به الرحمٰن

مجموعۂ تقاریر

بانیٔ تنظیم خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشِــــر:

تنظیم المکاتب، لکھنؤ

یو۔ پی۔ (ہندوستان)

نام کتاب ——— مجالس خطیب اعظم (۶)

تقاریر ——— مولانا سید غلام عسکریؒ

کمپوزنگ ——— آئیڈیل کمپیوٹر سنٹر، مفتی گنج، لکھنؤ

سنہ طباعت ——— مارچ ۲۰۰۶ء

تعداد ——— ایک ہزار

مطبوعہ ——— اے بی سی آفسٹ پریس، دہلی

ناشر ——— تنظیم المکاتب، گولہ گنج، لکھنؤ

ہدیہ ——— Rs.100/-

فہرست

بسمہ سبحانہٗ

عرض تنظیم

خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری صاحب طاب ثراہ کی آواز میں اللہ نے جو اثر دیا تھا اس نے قوم میں دینی انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ اثر آج بھی موجود ہے۔ اس خدمت کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ادارہ ان کی مجالس کے مجموعے شائع کر رہا ہے۔

زیر نظر عشرہ ان مجالس کا مجموعہ ہے جنہیں لندن میں خطیب اعظمؒ نے خطاب کیا تھا۔

یہ عشرۂ مجالس قیام تنظیم المکاتب کے بعد کا ہے۔ امید ہے کہ آج کی نسل نو کے لیئے مفید ہے اور ان خطباء کے لئے نمونۂ خطابت ہے جو مذہب حق کی صداقت وحقانیت دوسری قوموں تک پہونچانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ بطفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام ہمیں توفیق دیتا رہے تاکہ ہم ترویج وتبلیغ دین کے فرائض کو بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

رب عظیم خطیب اعظمؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ کرامت فرمائے۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب، لکھنؤ

۲۸ر فروری ۲۰۰۶ء

خطبہ

اَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیمِ ٥

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِینَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِینَ وَالۡجَنَّةُ لِلۡمُوَحِّدِینَ وَالنَّارُ لِلۡمُلۡحِدِینَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنبِیَآءِ وَالۡمُرسَلِینَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الۡقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ الۡمَعۡصُومِینَ وَاللَّعۡنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰی قَاتِلِیهِمۡ وَغَاصِبِ حُقُوقِهِمۡ وَاَعۡدَآئِهِمۡ اِلٰی یَومِ الدِّینِ٥

اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ عَلِیٌّ عَلَیهِ السَّلَام اَلۡعَقۡلُ مَاعُبِدَ بِهِ الرَّحۡمٰنُ٥

مجلس

(۱)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیہِ السَّلَامُ اَلعَقلُ مَا عُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰنُ ○

علی والوں کو مولا کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہئے کہ ہر چالاکی اور ہر ہوشیاری کا نام عقل نہیں ہے بلکہ عقل سمجھ کے اس صحیح مصرف کا نام ہے جب انسان کو اسکی سمجھ خدا تک پہنچائے اور خدا کے احکام کے سامنے جھکائے۔ میں نے کل اس ارشاد کے ساتھ حضرتؑ کے ایک فقرے کی طرف اور متوجہ کیا تھا اور وہ اسی لئے کہ جیسے اس دنیا میں ہر چیز کا صحیح مصرف ضروری ہے ویسا ہی سمجھ کا، فکر کا، عقل کا مصرف بھی صحیح ضروری ہے۔ ہمارے آپ کے سامنے زندگی کے ایسے بے شمار تجربات موجود ہیں کہ چیز کا استعمال صحیح طور پر بھی ہوتا ہے اور اسی چیز کا استعمال غلط طور پر بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بنانے والے نے چھری اسی لئے بنائی ہے کہ وہ انسان کے کام آئے۔ پھل کاٹنا ہو، ترکاری کاٹنا ہو، جانور ذبح کرنا ہو، دشمن سے لڑنا ہو یہ چھری کے سارے صحیح استعمال ہیں لیکن اس سے کسی بے گناہ کو قتل کر دیا جائے۔ کسی مظلوم کو ستایا جائے، ڈرایا جائے، دھمکایا جائے تو یہ چھری کا غلط استعمال ہے۔ کبھی کبھی لوگ اس طرح بھی سوچنے لگتے ہیں کہ چھری کا استعمال صحیح بھی ہوسکتا ہے اور چھری کا استعمال غلط بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اچھا یہ ہے کہ اس کی دھار بہت کند رکھی جائے، اس کے کاٹنے کی صلاحیت اور طاقت کو کم کر دیا جائے کہ جب کبھی یہ غلط طور پر استعمال

ہوتو نقصان کم ہومگر یہ سوچنے کا انداز اور یہ انداز فکر صحیح نہیں ہے یہ غلط ہے اسلئے کہ چھری کا کمال یہی ہے۔ چھری کی شان یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تیز ہو۔ اگر اسکی دھار کمزور ہے تو وہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہے پھینک دینے کے قابل ہے وہ تلوار نہیں ہے تو ویسا ہی کسی چیز کی صلاحیت میں زوال پیدا کرنا یہ صحیح راستہ نہیں ہے بلکہ استعمال کرنے والے کو اتنی تعلیم دینا۔ اتنی تربیت کرنا اس کے دماغ پر خوف ولالچ کے اتنے اثرات پیدا کرنا کہ وہ چیز کا غلط استعمال نہ کرے یہ صحیح ہے اور یہی وہ کام ہے جو ہماری سوسائٹی میں نہیں ہوتا ہے۔ ہماری سوسائٹی میں دو چیزیں ہیں جن میں سے ایک اختیار کی گئی ہے اور ایک چھوڑ دی گئی ہے۔ ہم تعلیم پر توجہ دیتے ہیں، تربیت پر توجہ نہیں دیتے ہیں۔ تعلیم نہایت درجہ مفید چیز ہے لیکن اسکی افادیت میں فائدے میں لازم ہے کہ ہم جسے تعلیم دیں اُسے تربیت بھی دیں ورنہ اگر ہم نے فقط تعلیم دے دی اور تربیت نہیں دی تو پھر یہ تعلیم بدمست کے ہاتھ میں۔ مدہوش کے ہاتھ میں، مجنوں کے ہاتھ میں، دیوانے کے ہاتھ میں ایک تلوار بن کے نقصان پہنچائے گی تو میں آپ کی خدمت میں جو عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہی ہے کہ جیسے اس دنیا کی ہر چیز کا مصرف ہے مگر اس کو اسی مصرف میں خرچ کیا جائے اس کو صحیح استعمال میں خرچ کیا جائے یہ لازم ہے تبھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔ تو یہ بات عقل سے بھی متعلق ہے سمجھ سے بھی متعلق ہے اس کا غلط استعمال بھی ہے اور اس کا صحیح استعمال بھی ہے۔ سازشوں کو مرتب کرنا یہ اس کا غلط استعمال ہے۔ ڈاکوؤں اور چوروں کے متعلق پلان بنانا کہ حفاظتی انتظامات معطل رہ جائیں تاکہ ڈاکہ پڑ جائے یہ اس کا غلط استعمال ہے یہ وہی عقل ہے جس کے لئے مولائے کائنات نے فرمایا جسے میں آپ کے سامنے برابر عرض کرتا رہا ہوں کہ یہ عقل نہیں ہے یہ وہ چالاکی ہے جو بدی کی طرف لے جاتی ہے یہ وہ ہوشیاری ہے یہ وہ مکاری ہے جو شیطان کے راستے پر

انسان کو پہنچاتی ہے تو میں آپ کی خدمت میں مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس فقرے کو کئی دن سے پیش کرتا آیا ہوں کہ ''اَلْعَقْلُ مَاعُبِدَ بِہِ الرَّحْمٰنُ'' عقل ہے اس سمجھ کا نام جس کے ذریعہ خدا پہچانا جائے جس کے ذریعہ انسان خدا کے سامنے مطمئن خیالات کے ساتھ مطمئن دل و دماغ کے ساتھ اسکے احکام کے سامنے جھکے اگر یہ ہم نے استعمال کیا عقل کا تو عقل کا یہ صحیح استعمال ہے۔ آج میں ان دونوں کی مزید تعریف کے لئے ایک اور حدیث آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ ہماری حدیث کی کتابوں میں نہایت درجہ مشہور اور اہمیت کی کتاب ہے کافی۔ اس کافی کے دو حصے ہیں۔ اصول کافی۔ فروع کافی۔ یعنی جو حدیثیں اس میں جمع کی گئی ہیں، کچھ کا تعلق اصول دین سے ہے جو اصول دین سے متعلق حدیثیں ہیں وہ جس حصے میں جمع کی گئی ہیں اس کا نام ہے اصول کافی اور جن حدیثوں کا تعلق فروع دین سے ہے وہ جس حصے میں جمع کی گئی ہیں ان کا نام ہے فروع کافی۔ جناب کلینیؒ کی یہ تالیف ہے ایک بات یاد رکھئے گا کہ ہمارے سامنے قرآن مجید کی حیثیت تو یہ ہے کہ اس میں جو لفظ ہے جو حرف ہے جو نقطہ ہے اس میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا حدود ایمان و حدود اسلام میں باقی نہیں رہے گا۔ لیکن قرآن مجید کے بعد کسی کتاب کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہے جو قرآن مجید کو حاصل ہے۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ کتاب کتنی ہی معتمد کیوں نہ ہو۔ کتاب کتنی ہی قابل اعتبار کیوں نہ ہو لیکن اس کتاب پر ویسا اعتماد اور اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے جیسا اعتماد و اعتبار قرآن مجید پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نام ہے اس کلام کا توجہ چاہتا ہوں جس میں خدا نے اپنے مفہوم کو اپنے الفاظ کے ساتھ بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنی وحی نازل ہوئی ہے اس میں خدا نے مفہوم وحی میں بھیجا

ہے الفاظ پیغمبرؐ نے استعمال کئے ہیں لیکن قرآن مجید کا یہ مخصوص امتیاز ہے کہ قرآن مجید ان مفاہیم کا نام ہے کہ ان کو جن لفظوں میں استعمال کیا گیا ہے وہ لفظیں بھی خدا ہی نے بھیجی ہیں اور مسلمانوں نے اور خود حضورؐ نے اور بعد میں ہمارے ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس قرآن کی حفاظت میں جتنی زیادہ کاوش کی ہے اس کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں ہے لیکن اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آج ہر مذہب والے کے پاس تحریف شدہ کتاب ہے لیکن الحمد للہ مسلمانوں کے پاس وہ کتاب موجود ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ترتیب یہ تو بحث ہوسکتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ کوئی لفظ بڑھا دیا گیا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ کوئی لفظ گھٹا دیا گیا ہے۔ یہ میرا اس وقت کا موضوع نہیں ہے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ اصول کافی میں ایک حدیث ہے اور اس حدیث کا جو چیپٹر اور باب ہے وہ ہے ''کتاب العقل والجھل'' یعنی عنوان ہی یہ ہے کہ اس میں عقل اور جہالت سے متعلق چیزیں جو ہیں وہ لکھی جائیں گی۔ شیخ کلینیؒ کی اس بات کی طرف پہلے میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کتاب العلم والجھل نہیں لکھا ہے سرخی میں عنوان میں انہوں نے یہاں یہ عنوان قائم نہیں کیا کہ علم اور جہالت کا تذکرہ کیا جائے گا بلکہ انہوں نے عنوان قائم کیا کہ اس چیپٹر میں اس باب میں ہم عقل اور جہالت کا تذکرہ کریں گے اس کے معنی کیا ہوئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ جہاں عقل استعمال نہیں ہوگی وہاں جہالت ہوگی اور جو اس سلسلہ کی پہلی حدیث ہے جو میں سنانا چاہتا ہوں تاکہ میں دینی اور اصول دین کے جن مسائل کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور جس طرز فکر کے لئے اپنے بچوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اسکو پیش کرنے کے لئے ذہن ہموار ہوجائے تو میں یہ حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ خداوند عالم نے بطور تمثیل یہ بات کہی۔ پہلی حدیث ہے کتاب العقل والجہل کی۔ اللہ نے کہا کہ ہم نے عقل سے کہا کہ آگے آجا۔ عقل

آ گے آ گئی ۔ پھر خدا کہتا ہے کہ میں نے عقل سے کہا کہ پیچھے واپس جاوہ پیچھے چلی گئی ۔ دوسرا فقرہ یہ ہے کہ اللہ نے جہالت سے کہا کہ آ گے آ ۔ جہالت آ گے آ گئی ۔ کہا پیچھے جا کہا پیچھے نہیں جائیں گے ۔ یہ اس فرق کو واضح کیا جارہا ہے کہ ہم زندگی میں پہچانیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جہالت کو ہم عقل سمجھ بیٹھے ہوں ۔ اس خاص نکتہ کی طرف میں خاص طور سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقل کے صحیح مصرف کو پہچاننا ہر عقلمند کا بنیادی فریضہ ہے ایک صلوٰت بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر ۔

آخر میں میں نے آپ کی خدمت میں حدیث عرض کی کہ عقل سے کہا کہ آ گے آؤ ۔ آ گے آ گئی کہا پیچھے جاؤ ۔ پیچھے چلی گئی تو غریب ذاکر کا بھی وہی حال ہوتا ہے مجمع توجہ دے گا تب بھی اس کو پڑھنا ہے اور نہیں توجہ دے گا تب بھی اُسے پڑھنا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی توجہ برقرار رہے گی ایک صلوٰت اور بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر ۔

میں نے جو حدیث آپ کے سامنے پڑھنا چاہی ہے یہ اس بات کی تشریح میں پڑھنا چاہتا ہوں اسے میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں پھر ایک مرتبہ دہرانا چاہتا ہوں کہ عقل کا صحیح مصرف کیا ہے اور غلط مصرف کیا ہے اس کا پہچاننا ہر عقلمند کی ذمہ داری ہے تو بطور تمثیل خدا نے کہا عقل سے آ گے آؤ ۔ آ گے آ گئی ۔ کہا پیچھے جا پیچھے چلی گئی ۔ جہالت جو عقل کی ضد ہے اس سے کہا کہ آ گے آ ۔ آ گے آ گئی ۔ کہا واپس جاؤ ۔ کہا واپس نہیں جائیں گے ۔ وہی بات جو مولاؑ نے کہا ہے جو میں آپ کے سامنے عرض کرتا آیا ہوں ۔ اس حدیث کو دوبارہ ایک نئے الفاظ اور نئے طریقے سے پیش کیا گیا ہے کہ عقل ہے اس سمجھ کا نام جس کے ذریعہ انسان خدا کی عبادت کرے اور اسکے احکام کی تعمیل کرے ۔ میں ہلکی مثال دینا چاہتا ہوں تاکہ بچے بھی سمجھتے رہیں ۔ ہماری سوسائٹی میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم جب جوش میں آجاتے ہیں اور جوش میں آجانے کے بعد اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جوش جتنا بڑھتا جاتا ہے عقل اتنی ہی باہر نکلتی

جاتی ہے گھر سے۔ جتنا انسان کے اندر جوش بڑھا عقل اتنی ہی گھٹی۔ وہ بہت با کمال ہوتے ہیں کہ جن کے یہاں جوش کا بھی کمال ہوتا ہے۔ عقل کا بھی کمال ہوتا ہے۔ ہم کو مولائے کائناتؑ نے یہ پیغام دیا ہے کہ جوش کے شباب کے باوجود عقل کے کمال میں کہیں سے کمزوری نہ پیدا ہونے پائے۔ وہ موقع کون سا موقع ہے جب مولائے کائناتؑ عمرو ابن عبدود کو زخمی کر کے زمین پر گرا چکے ہیں وہ عمرو جسے نبیؐ نے کل کفر کہا تھا وہ عمرو جسے دشمن یہ سمجھ کر لایا تھا کہ اس سے بڑا عرب میں کوئی بہادر نہیں ہے۔ وہ عمرو جس کے بارے میں دشمن کو بھی یقین تھا کہ علیؑ سب سے جیت سکتے ہیں۔ علیؑ اس سے نہیں جیت سکتے ہیں۔ عمرو کو بھی خیال تھا کہ علیؑ میرے مدمقابل نہیں ہیں۔ اسی لئے اس نے پہلا فقرہ یہی کہا تھا۔ نوجوان تمہیں اپنی جان کیوں نہیں عزیز ہے جو میرے مقابلے پر آ گئے ہو۔ معلوم ہوا سارا ماحول یہی سوچ رہا تھا کہ عمرو کا پلہ بھاری ہے۔ علیؑ کا پلہ ہلکا ہے لیکن دنیا نے دیکھا کہ علیؑ کا پلہ بھاری نکلا عمرو کا پلہ ہلکا نکلا۔ اس وقت دیکھا جب وہ زمین پر گرا ہوا تھا اور علیؑ بیٹھے ہوئے تھے تو اگر آپ سوچئے انسانی نگاہوں سے انسان کا ذہن کتنا متاثر ہوتا ہے اگر کبھی آپ اس کیفیت کو محسوس کرنا چاہیں گے تو اتنا یاد رکھئے گا کہ آدمی میں جب دکھاوے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کام میں تیزی آ جاتی ہے تو کام کی تیزی کا سبب دیکھنے والوں کی نظر کا اثر ہوتا ہے۔ میری آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات میں ایسا نظر آ جائے گا۔ جب ہمیں یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو ہمارے کام کے انداز کا عمل اور ہوتا ہے اور جہاں ہمیں خیال ہوتا ہے کہ کوئی دیکھ رہا ہے وہیں ہم میں تبدیلی آ جاتی ہے اس تبدیلی کی سب سے اچھی مثال نماز ہے اکیلے میں پڑھ رہے ہیں تو جتنی فل اسپیڈ سے پڑھ سکتے ہیں پڑھتے ہیں تا کہ جلدی ختم ہو جائے کوئی دیکھنے والا تو ہے نہیں لیکن جہاں یہ محسوس ہو میں آپ کے لئے نہیں

کہتا ہوں یہ میری صنف کی بات ہے جہاں ہمیں یہ محسوس ہو کہ ہمیں مولوی صاحب سمجھ کے لوگ نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں ہم نے کہا نماز ذرا لمبی ہونی چاہئے۔ کچھ قرأت زیادہ ہونا چاہئے۔ عین مضبوط نکلنا چاہئے ''ح'' زیادہ ضخیم نکلنا چاہئے تو یہ جو انسان کے کردار میں عمل میں فرق آجاتا ہے یہ دیکھنے والوں کی نگاہ کا اثر ہوتا ہے اور بھی واقعات ہیں۔ یہی لگے ہاتھ ایک آدھ مثال آپ بھی سن لیجئے۔ ماتم کر رہے ہیں اور جو نوحہ سننے والے جمع ہو گئے ہیں تو ماتم بڑھ جاتا ہے اور اگر کسی نے ذرا یہ کہہ دیا کہ ختم کر دیجئے تو یہ جو آدمی کے اندر نیا جوش آتا ہے یہ نہ خدا کے لئے آتا ہے نہ نبیؐ کے لئے آتا ہے نہ امامؑ کے لئے آتا ہے یہ فقط اس لئے آتا ہے کہ تم روکنے والے کون ہو۔ تو میں آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ انسان کی نگاہ کا اثر آدمی کے عمل پر پڑتا ہے۔ اب ذرا پہچانئے اس جنگ میں علیؑ پر اثر پڑنا چاہئے تھا۔ پڑا ہے نہیں کہہ رہا ہوں۔ پڑنا چاہئے تھا جہاں علیؑ کی جنگ کو دونوں طرف کے لشکر دیکھ رہے ہوں اور اس تصور سے دیکھ رہے ہیں کہ احد میں علیؑ جیت گئے تھے، بدر میں علیؑ جیت گئے تھے۔ آج تو ان کے خیال میں گنجائش نہیں ہے کہ جیت سکیں تو ایسے موقع پر جب علیؑ نے دشمن کو گرایا ہے تو علیؑ کے علاوہ اگر کوئی اور انسان ہوتا تو وہ پورے طور پر جوش میں بھر گیا ہوتا اگر مزید جوش کو آپ کرنا چاہتے ہیں تو محسوس کیجئے۔ علیؑ زخمی بھی ہوئے۔ بزدل زخمی ہوتا ہے تو اس کا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور بہادر زخمی ہوتا ہے تو اس کے خون میں جوش اور بڑھ جاتا ہے۔ تیسرا مرحلہ بھی آپ پیش نظر رکھیں کہ اس نے زمین پر گرنے کے بعد آپ کی طرف لعاب دہن پھینک کر کے اور زیادہ اشتعال پیدا کرنا چاہا تو لڑائی۔ لوگوں کی نگاہوں کا اثر۔ دشمن کا زخمی ہو کے گرنا۔ زخمی کرنے سے پہلے خود علیؑ کا زخمی ہونا۔ پھر دشمن کا توہین کرنے کے لئے آپ کی طرف تھوک دینا۔ یہ سارے وہ حالات تھے کہ علیؑ

کے علاوہ دوسرا کوئی انسان ہوتا تو اتنا جوش میں بھر گیا ہوتا کہ حق و باطل نظر نہیں آتا لیکن جیسے ہی اس نے آپؑ کی طرف تھوکا ویسے ہی آپؑ اس کے سینے سے اتر آئے اور آپؑ نے وجہ یہی بتائی کہ جب اس نے تھوکا تھا تو مجھے غصہ آیا تھا اگر میں اس غصے میں قتل کر دیتا تو عمل ایک ہی رہتا مگر نیت میں دو حصے ہو جاتے۔ اللہ کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کا انتقام بھی شامل ہو جاتا۔ تو معلوم یہ ہوا جوش شباب پر تھا مگر عقل کمال پر تھی۔ مولائے کائناتؑ کے لئے کوئی بڑا واقعہ نہیں ہے لیکن علیؑ اپنے چھوٹے سے واقعہ کے ذریعہ ہم کو یہ بڑا پیغام دینا چاہتے ہیں کہ جوش کے باوجود بھی عقل میں زوال نہ پیدا ہونے پائے۔ اگر علیؑ یہ پیغام نہ دینا چاہتے تو عمرو کے سینے پر بیٹھے رہتے اس لئے کہ علیؑ کمزوران عام انسانوں والی سطح کے آدمی نہیں تھے کہ جن کو غصہ روکنے کے لئے کچھ کرنا پڑتا۔ مولاؑ ایسا نہیں ہے کہ عمرو کے سینے پر بیٹھے رہتے تو غصہ بڑھتا رہتا۔ ہمارا غصہ ایسا ہے کہ پانی پینا پڑتا ہے تب غصہ کم ہوتا ہے۔ جس پر غصہ آیا ہے اس کے سامنے سے ہٹ جانا پڑتا ہے۔ تو غصہ کم ہوتا ہے تو یہ ہمارے جیسے کمزور انسانوں کا حال ہے۔ مولا علیؑ کا یہ حال نہیں تھا وہ اگر اسی حال میں تشریف فرما رہتے تو اپنے غصہ پر قابو پا لیتے تو یہ بات علیؑ جانتے۔ نبیؐ جانتے اور خدا جانتا۔ کسی چوتھے کو پتہ نہ لگتا کہ کیا گزری ہے۔ البتہ علیؑ جب عمرو کے سینے سے اتر آئے تو جو واقعہ خاموش تھا اس میں سوال کی زبان پیدا ہو گئی اور سوال کی زبان میں جب جواب کی زبان آئی تو راز کھلا کہ یوں جوش پیدا ہوا تھا۔ یوں علیؑ نے ہم کو اپنے طرز عمل کے ذریعہ پیغام دیا ہے، جوش آ جانے کے بعد بھی زوال عقل نہیں پیدا ہونا چاہئے ایک صلوٰۃ بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

تو میں جو گزارش کرنا چاہتا تھا وہ یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ میری آج کی تقریر کی بنیاد اور تمہید یہ ہے کہ میں اپنے ہر سننے والے نوجوان کو اپنے بیٹے کو اپنی بہن اور بیٹی کو اس بات کی طرف پورے طور پر متوجہ کروں کہ جوش پیدا ہو جانے کے

بعد کسی حال میں بھی عقل کا مصرف غلط نہ ہونے پائے۔ عقل کا مصرف اگر غلط ہو جائے تو وہ عقل نہیں ہے وہ شیطنت ہے جس سے مولاؑ نے منع کیا ہے جو علیؑ کے دشمن کی صفت ہے۔ ہر حال میں انسان احکام خدا کا پابند رہے یہ عقل ہے اور جہاں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اس کے لئے ہمارا جی نہیں چاہتا ہے وہ عقل نہیں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں جو مثال عرض کرنے جا رہا تھا وہ مثال ذرا دور ہو گئی تھی اب قریب کرنا چاہتا ہوں۔ مرحلہ کون سا ہے مثال کون سی ہے موقع کون سا ہے کہ عقل کے لئے کہا ہے کہ آگے آؤ۔ آگے آ گئی۔ کہا پیچھے جاؤ۔ پیچھے چلی گئی۔ جہالت سے کہا آگے آ۔ آگے آ گئی۔ کہا پیچھے جا کہا کہ پیچھے نہیں جا سکتے تو ہم میں کبھی کبھی جوش عبادت پیدا ہو جاتا ہے یہ میں مثال سنانا چاہتا تھا۔ یہاں سے ذرا دور چلا گیا تھا تو پھر واپس آ گیا۔ جوش عبادت پیدا ہو گیا۔ ایک سو پانچ ڈگری ٹمپریچر ہے بخار ہے ہم کو۔ اللہ نے کہا اس وقت وضو نہیں کرو اس وقت غسل نہیں کرو اس وقت تیمم کرو۔ ہم نے کہا اللہ کا کہنا صحیح ہے مگر ہمارے دل کو تیمم لگتا نہیں ہے تو جب خدا نے کہا وضو کرو ہم نے مان لیا جب خدا نے کہا غسل کرو ہم نے مان لیا جب اسی خدا نے کہا اب مٹی مل لو چہرے کے اوپر۔ مٹی کے اوپر تیمم کر لو ہم نے کہا کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اللہ نے کہا ہو گا مگر ہم تو وضو ہی کریں گے ہم تو غسل ہی کریں گے۔ اس کے معنی کیا ہوئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب اللہ نے کہا کہ آگے آؤ تو ہم آگے آ گئے۔ جب خدا نے کہا کہ پیچھے جاؤ تو ہم کہتے ہیں کہ پیچھے نہیں جائیں گے۔ میں عرض اس لئے کرنا چاہتا تھا کہ میری بیٹیاں اور میرے بچے پہچان لیں کہ عقل کسے کہتے ہیں اور جہالت کسے کہتے ہیں اگر آپ پڑھ سکتے ہوں تو ایک صلوٰۃ بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

اور دلیلیں سن لیجئے ایسے موقع کی۔ فرض کیجئے کہ ہم نے کسی مومن کو رائے دے دی کہ اللہ کہتا ہے کہ اس وقت آپ روزہ نہیں رکھیں۔ بیمار ہیں۔ حکم خدا یہ ہے

کہ سفر میں روزہ نہیں ہوگا تو آپ سفر میں ہیں۔ روزہ نہیں رکھئے۔ حکم خدا یہ ہے کہ اگر نقصان کا احتمال پیدا ہو جائے تو آپ وضو یا غسل نہیں کریں تیمّم کریں تو کسی نے کہا مولوی صاحب ہمارے اور تمہارے ایمان میں یہی فرق ہے۔ ہمارے پاس تمہارے جیسے ہچر مچر والا ایمان نہیں ہے کہ نقصان کا خوف ہے تو تیمّم کر لیں۔ ہوا کرے نقصان کا خوف ہم تو وضو ہی کریں گے غسل ہی کریں گے کیا خدا کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔ دیکھئے وہاں تک تو ہمارا ایمان مضبوط تھا مگر یہاں سے جو ٹرن لیا جناب ابھی کام پڑ جائے۔ ڈیوٹی پر جانا پڑے۔ سروس پہ جانا پڑے تو ہم بھیگتے ہوئے پانی میں چلے جائیں گے تو کیا خدا کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے ہیں کہ ٹمپریچر ہے تو وضو کر لیں یا غسل کر لیں۔ نہیں خدا کے لئے ہم بے شک کر سکتے ہیں بشرطیکہ خدا کہے کہ تم ہمارے لئے کرو۔ اگر خدا کہے کہ ہمارے لئے کرو تو خالی نقصان کا خطرہ نہیں جان جانے کا یقین ہو تب بھی ہم کو راہ خدا میں جان دے دینا ہے بشرطیکہ وہ کہے اور وہ کہتا ہے کہ نہیں نہیں ہم کو تمہاری جان نہیں چاہئے ہم کو تمہاری بیماری نہیں چاہئے ہم کو تمہاری صحت چاہئے۔ ہم نے کہا کہ پالنے والے تجھے چاہئے ہو یا نہیں چاہئے ہو مگر ہمیں تو یہی چاہئے تو جب کبھی ایسا انداز فکر پیدا ہو جائے تو اصول کافی کی اس حدیث کو یاد رکھئے گا کہ اللہ نے کہا عقل سے کہ آگے آؤ۔ آگے آگئی۔ کہا پیچھے جا۔ پیچھے چلی گئی یعنی جو حکم خدا ملتا گیا وہ اس پر عمل کرتی گئی۔ یہ مولاؑ کے اس فقرہ کی تعریف و تشریح ہے کہ "العقل ما عبد بہ الرحمٰن" عقل اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی پرستش ہو اسکی عبادت ہو اسکے احکام کی تعمیل ہو اور جہاں اٹر جائے یہ عقل نہیں ہے یہ جہالت ہے اگر اس بات کو ہم نے پورے طور پر سمجھ لیا ہے تو جتنی ہماری چھوٹی چھوٹی بحثیں ہوتی ہیں ان میں کوئی دم نہیں رہ جائے گا اس لئے کہ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ ہماری سمجھ میں کیا آتا ہے، ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ ہمارا دل

کیا کہتا ہے، ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ ہمیں کیا اچھا لگ رہا ہے ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ خدا کو کیا پسند ہے تو اگر آپ جملے کی قدر و قیمت پہچاننے کے لئے تیار ہو گئے ہوں تو میں ایک جملے میں پوری حقیقت عرض کرنا چاہتا ہوں جسکی تشریح اس وقت نہیں کرنا چاہتا۔ قربانی اللہ کی راہ میں قربانی بے حد پسند ہے۔ مال کی قربانی، جسم کی قربانی، زندگی کی قربانی، دولت اور اولاد کی قربانی۔ جتنی قربانی ہوگی اس کی قدر و قیمت بڑھتی چلی جائے گی توجہ فرمایئے گا۔ یہ جملہ بھولئے گا نہیں کہ اگر موقع ہو تو مال کی قربانی، موقع ہو تو جسمانی قربانی، موقع ہو تو جان کی قربانی، موقع ہو تو آبرو کی قربانی، موقع ہو تو اولاد کی قربانی یہ سب بہترین قربانیاں ہیں لیکن جب موقع نہ ہو یعنی خدا کو پسند نہ ہو۔ خدا کہے یہ محل اور موقع نہیں ہے توجہ چاہتا ہوں آپ جیسے سمجھدار پڑھے لکھے مجمع سے ایک لفظ کے لئے توجہ چاہتا ہوں لیکن اگر موقع نہ ہو تو قربانی کے جذبات کو قربان کر دینا سب سے بڑی قربانی ہے۔ موقع ہو تو قربانی پیش کرنا اور موقع نہ ہو تو جذبات کی قربانی پیش کر دینا یہ قربانی سے زیادہ قیمتی قربانی ہے۔ نہیں دو چار فقرے اس جملے کی تشریح میں عرض کر دوں تاکہ میری بیٹیوں اور بچوں کے ذہن میں یہ بات باقی رہے امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ کی اور امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح فرمائی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ صلح کر کے امام حسنؑ نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔ حسینؑ نے جہاد کیا لہٰذا کارنامہ انجام دیا۔ لیکن فقرہ یاد رکھئے گا محل نہیں تھا جہاد کا۔ محل جہاد کا نہیں تھا اگر موقع آ گیا ہوتا تو جیسا جہاد حسینؑ نے کیا ہے ویسا ہی جہاد حسنؑ بھی کرتے لیکن جب موقع نہیں تھا تو جہاد کے بجائے جہاد کے جذبہ کو قربان کر دینا یہ شاہکار صلح امام حسنؑ ہے۔ مزید اگر آپ متوجہ ہونا چاہتے ہیں تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو ان حقائق کو نہیں پہچانا کرتے ہیں۔ انکی نگاہوں سے یہ بات اوجھل ہو جاتی ہے کہ جب امام حسنؑ نے صلح کی ہے تو

امام حسینؑ ان کی صلح میں شریک ہیں اور امام حسنؑ اپنی تا زندگی صلح پر باقی رہے ہیں کہ دشمن نے شرائط کی خلاف ورزی کی۔ تاریخ میں ایک عجیب وغریب فقرہ لکھا ہے کہ جس نے امام حسنؑ سے صلح کی تھی اس نے صلح کے شرائط میں سے کسی ایک شرط پر بھی عمل نہیں کیا پھر توجہ چاہتا ہوں مؤرخین نے تاریخ لکھنے والوں نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ صلح امام حسنؑ میں جتنی شرطیں تھیں کسی شرط پر حسنؑ کے دشمن نے عمل نہیں کیا اگر آپ ایک منٹ توجہ دے دیں انشاء اللہ تو ہمیشہ کے لئے صلح کے شرائط آپ کی سمجھ میں آجائیں گے اور آپ کا دل مطمئن رہے گا۔ عام طور سے سمجھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ جب صلح ہوتی ہے تو جو دو آدمی صلح کرتے ہیں کچھ شرطیں میرے لئے فائدہ مند ہوتی ہیں اور کچھ شرطیں مقابل والے کے لئے فائدہ مند ہوتی ہیں۔ لیکن توجہ چاہتا ہوں۔ امامت نے ایسا صلح نامہ مرتب کیا تھا۔ امام حسنؑ نے صلح کے ایسے شرائط رکھے تھے کہ اگر کسی ایک شرط پہ بھی حسنؑ کے دشمن کو فائدہ پہنچتا ہوتا تو کم از کم دشمن نے اس شرط پہ تو عمل کیا ہوتا لیکن ہسٹری اور تاریخ کا یہ لکھنا کہ امام حسنؑ کے دشمن نے امام حسنؑ کے مقابل نے شرائط صلح میں سے کسی ایک شرط پر بھی عمل نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شرائط پر امامت نے صلح کرنے پر مجبور کیا تھا ان میں سے ہر شرط وہ تھی جو حکومت کو نقصان پہنچا رہی تھی اور امامت کو فائدہ پہنچا رہی تھی۔ یہ ایمان اجمالی ہے۔ صلح امام حسنؑ کی حقانیت سمجھنے کے لئے ایک صلوٰۃ بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

تو عزیزان گرامی میں یہاں تک تذکرہ کر چکا کہ جب امام حسنؑ نے صلح کی تو حسینؑ شریک صلح اور آپ اپنی آخری سانس تک شرائط صلح پر باقی رہے۔ امام حسنؑ کے ساتھ امام حسینؑ بھی صلح پر باقی رہے۔ پڑھنے والے بھول جاتے ہیں تاریخ کے اس موقع کو کہ جب امام حسنؑ نے شہادت پائی ہے تو امام حسینؑ کے پاس بہت سے خطوط آئے ہیں کہ امام حسنؑ نے صلح کی تھی ان کی شہادت ہوگئی وہ اب دنیا میں زندہ

نہیں ہیں اور دشمن نے شرائط صلح پر عمل نہیں کیا ہے لہٰذا اب وقت ہے کہ آپ شرائط توڑ دیں اور شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حق حاصل کرنے کے لئے مسلح اقدام کریں۔ امام حسینؑ نے سارے خطوط لکھنے والوں کو جواب دیا ہے کہ دشمن شرائط صلح توڑ دے تو توڑ دے ہم صلح پر باقی رہیں گے اس لئے کہ ہمارا کردار یہ نہیں ہے کہ ہم ایک مرتبہ ہاں کہیں پھر اس کو نہیں سے بدل دیں۔ معلوم ہوا کہ زندگی میں شریک صلح تھے امام حسنؑ کی شہادت کے بعد دس سال تک صلح امام حسنؑ کو امام حسینؑ نے باقی رکھا ہے۔ پہچانئے کردار میں فرق کہاں ہے فاصلہ کہاں ہے جدائی کہاں ہے اور جو بات میں عرض کرنا چاہتا تھا جس میں اتنی دیر لگ گئی وہ یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ امام حسینؑ نے عاشور کے دن جو لڑائی لڑی ہے وہ کسی ایک دن کی لڑائی نہیں ہے جو دشمن سے امام حسنؑ کے بعد معرکہ آرائی کرتے رہے اس کی مدت دس سال کی ہے۔ امام حسنؑ کے ساتھ جو باطل سے معرکہ آرائی کی ہے اس کی مدت مزید دس سال ہے۔ آپ کی قیادت میں جو معرکہ آرائی کی ہے اس کی مدت دس سال اور ہے تو تیس سال تک امام حسینؑ معرکہ آرائی کرتے رہے تو معلوم یہ ہوا کہ جذبات کو حسینؑ <u>۱۱ھ</u> سے <u>۶۱ھ</u> تک قربان کرتے رہے اور اس جذبات کے قربان کرنے والے کو عاشور کے دن قربانی کا موقع ملا۔ تو ساری زندگی ہے جذبات کی قربانی اور عاشور کے دن ہے قربانی تو یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ اگر ہمارے ذہنوں میں یہ بات باقی رہے تو پھر کبھی بھی کسی حکم خدا کے بارے میں ہم میں ضد نہیں پیدا ہونا چاہئے ہم میں اصرار نہیں ہونا چاہئے۔ ہماری زبان پر ایسے جملے نہیں آنا چاہئے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے ہم کو پسند نہیں ہے یہ ہمیں اچھا نہیں لگتا ہے پتہ نہیں خدا نے یہ حکم کیوں دے دیا ہے بس جہاں اڑ جائیں گے ہم وہاں جاہل ہو جائیں گے جہاں حکم خدا سے آگے بڑھیں گے اس کا حکم ہو گا تو پیچھے جائیں گے وہ عقل ہے وہ علم

ہے وہ دین ہے وہ عبادت ہے ایک صلوٰۃ بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

تو میں نے اتنا وقت آپ کا اس لئے لیا کہ بنیادی مسئلہ عقل کے صحیح مصرف کے پہچاننے کا ہے اور مولائے کائنات نے ہمیں بتایا کہ جب خدا کی عبادت پر تمہاری سمجھ آجائے تو پہچان لینا یہ عقل کا صحیح مصرف ہے اور جب خدا اور احکام خدا سے ہٹائے تو پہچان لینا یہ عقل کا مصرف غلط ہے۔ جب بھی ہمارے مزاج میں اڑ پیدا ہو جائے ضد پیدا ہو جائے اصرار پیدا ہو جائے یہ ہم عقل کے غلط مصرف پر آگئے ہیں جب ہماری عقل تابع احکام خدا رہے یہ عقل کا صحیح مصرف ہے۔ اتنی لمبی تمہید کے بعد جو مسائل آپ کے سامنے میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اگر آج مکمل نہیں بھی ہوسکیں گے تو حرج نہیں ہے کل انشاء اللہ مکمل کر دوں گا۔ اب آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم نے اب تک یہ تو سن چکے ہیں آپ مجھ سے بار بار کہ ہم کو خدا تک پہنچنے میں تنہا عقل کی مدد چاہئے اور جب ہم خدا تک پہنچ جائیں تو اب عقل کا کام ہے اس کے احکام کو معلوم کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ میں اس مسئلہ میں جو بار بار آپ کو سنا چکا ہوں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اصول دین میں جن کو ماننا ہے جس کا نام ایمان ہے اور فروع دین جہاں ہم کو عمل کرنا ہے جہاں تعمیل ہے اس تعمیل کی بات ابھی تھوڑی دیر کے لئے میں ملتوی کرتا ہوں۔ جو ایمان ہے جہاں حدود ایمان ہے جہاں ایمان واجب ہے جس کے بغیر نہ کوئی آدمی مومن بنے گا نہ مسلمان بنے گا نہ عاقبت بخیر ہوگی نہ جنتی ہوگا اس سلسلہ میں ایک اہم ترین نکتہ ہے جو ہم میں سے اکثر افراد کے پیش نظر نہیں ہے اس لئے آپ کی بھی بھرپور توجہ چاہتا ہوں۔ آغاز کرنے سے پہلے ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

وہ یہ ہے کہ مذہب نے ایک عام انسان پر ایمان اجمالی کا فریضہ رکھا ہے ایمان تفصیلی کا فریضہ نہیں رکھا ہے یہ ایمان اجمالی کیا ہے اور ایمان تفصیلی کیا ہے

ہمیشہ آدمی کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں جتنے انسان پائے جاتے ہیں سب کی علمی سطح سب کی فکری سطح سب کے سوچنے سمجھنے کی سطح برابر نہیں ہے تو اگر ہر ایک کی وسعت اور حالت الگ الگ ہو تو جو سب کے لئے اصول بنے گا وہ ایسا بننا چاہئے کہ جو اعلیٰ طبقہ ہے اس کے لئے بھی ہو اور وہی اصول جو سب سے کمزور طبقہ ہے اس کے لئے بھی ہو۔ ٹھہریئے ذرا ایک مثال دے دوں تا کہ میری بہنیں اور بیٹیاں پورے طور پر اس بات کو سمجھ لیں۔ نماز فرادیٰ بھی پڑھی جاتی ہے اور نماز جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جاتی ہے۔ کیپیسٹی والی بات کہنا چاہتا ہوں تو فرادیٰ نماز میں مستحب یہی ہے کہ ہم نماز جتنی طولانی پڑھیں جتنا لمبا قنوت پڑھیں جتنی زیادہ تلاوت قرآن مجید کریں نماز کے اندر جتنا ہم مستحبات کو ادا کریں جتنی دیر تک ذکر رکوع کرتے رہیں جتنی دیر تک ذکر سجدہ کرتے رہیں نماز جتنی طولانی ہو جتنی لمبی ہو جتنے مستحبات اس میں ادا کئے جائیں مناسب ہے اور ثواب بڑھتا چلا جائے گا اور کب تک جب تک ہم نماز اکیلے پڑھ رہے ہوں فرادیٰ پڑھ رہے ہوں اور جب کوئی پیش نماز نماز کی امامت کر رہا ہو تو حکم بدل گیا کہا اب جب آپ جماعت کی قیادت کر رہے ہیں تو پیش نماز کا فریضہ ہے نماز جماعت میں وہ نماز پڑھے جو مختصر ترین ہو وہ نماز پڑھے جو تیز سے تیز پڑھ سکتا ہو تا کہ جماعت میں شریک آدمی کے لئے نماز میں طول نہ ہونے پائے وجہ سمجھے وجہ واضح ہے۔ میں نماز پڑھ رہا ہوں تو مجھے اطمینان ہے کہ میرے کام کیا ہیں دماغ میں فکر کیا ہے میرے ذہن میں الجھی ہوئی باتیں کتنی ہیں مجھ میں سجدے میں کتنی دیر تک ٹھہرنے کی طاقت ہے میری کمر میں جو درد ہے اس کی بناء پر میں کتنی دیر تک رکوع میں جھکا رہ سکتا ہوں میں اپنے پورے حالات سے باخبر ہوں لہٰذا جہاں تک میری گنجائش ہوگی میں نماز کو طول دوں گا اور جہاں پہچانوں گا میرا کام بگڑ رہا ہے یا ان کاموں کی بناء پر میرا دل اچاٹ

ہو رہا ہے یا میری جسمانی تکلیف اس کی متقاضی اور متحمل نہیں ہے کہ میں دیر تک نماز پڑھوں وہاں سے میں نماز کو مختصر کردوں گا لیکن نماز جماعت میں جو شریک ہے کسی پیش نماز کو نہیں معلوم ہے اس میں بوڑھے کتنے ہیں اس میں بیمار کتنے ہیں اس میں کمزور کتنے ہیں اس میں وہ کتنے ہیں جن کے جوڑوں میں درد ہے اس میں وہ کتنے ہیں جو تشہد میں چند لمحات بھی بیٹھنے میں زحمت محسوس کرتے ہیں اس میں کتنے ہیں جو گھر سے آئے ہیں نماز جماعت میں شریک ہو گئے ہیں اور ان کے ذہن میں مسائل چکر کاٹ رہے ہیں۔ مارکیٹ بند ہو گئی تو کیا ہو گا۔ بچے کی دوا نہیں ملی تو کیا ہو گا جو آنے والا تھا دوست وہ آ کے چلا گیا تو کیا ہو گا تو چونکہ تم کو شریک جماعت افراد کے حالات نہیں معلوم ہیں لہٰذا سب کے لئے جو لاگو اصول ہو گا وہ یہی ہو گا کہ نماز کم سے کم جلدی سے جلدی پڑھو چھوٹی سے چھوٹی پڑھو تا کہ کتنا ہی مصروف آدمی ہو کتنا ہی کمزور آدمی ہو اس پر بھی نماز بار نہ بنے۔ اب آپ نے پہچان لیا کہ کیپیسٹی اور گنجائشیں الگ الگ ہوتی ہیں تو جو عام اصول سب کے لئے بنایا جاتا ہے وہ ایسا ہلکا پھلکا بنایا جاتا ہے کہ کسی کو اس میں زحمت محسوس نہ ہو۔ درمیان میں مجھے ایک حدیث یاد آ گئی ہے اُسے سن لیں بڑی کار آمد حدیث ہے۔ مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے آپ نے فرمایا "لِلْقُلُوْبِ حَالَاتٌ" انسان کے دل کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں تو مولا نے کہا کہ تمہارے دل کی بدلتی حالتوں میں کبھی یہ حالت ہو گی کہ عبادت میں تمہارا دل لگ رہا ہو گا اور کبھی یہ ہو گا کہ عبادت میں دل نہیں لگ رہا ہو گا۔ مولاؑ کا ارشاد سنئے کیا ہدایت فرمائی ہے کہا جب دل لگ رہا ہو تو مستحبات اس وقت ادا کر لو اور جب دل نہ لگ رہا ہو تو فقط واجب ادا کر کے عبادت کو ختم کر دو۔ یہاں بھی ہم عقل سے ہٹ کے جہل پر اتر آتے ہیں یعنی اللہ نے کیا کہا تھا آگے بڑھ پیچھے ہٹ۔ انہوں نے کہا آگے بڑھ

آئیں گے مگر پیچھے نہیں جاسکتے۔ہم نے کتاب میں پڑھا صبح کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے سورہ پڑھنا چاہئے اس نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے تسبیح پڑھنا چاہئے سورہ پڑھنا چاہئے ایک شروع کیا پھر ایک اور اس کے آگے ہے وہ بھی شروع کیا پھر ایک اور نظر آ گیا وہ بھی شروع کر دیا نتیجہ کیا ہوا کہ نماز صبح دو منٹ کی اور وظیفہ دو گھنٹے کے بہت اچھی بات ہے مگر کب جب تک دل لگے اس وظیفے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے کہ ہم ایک گھنٹے میں ۱۲۰ مرتبہ گھڑی دیکھیں کہ وقت کیا ہوا ہے! اور ایک تسبیح میں ۲۰۰ مرتبہ دیکھیں صلوٰۃ پڑھ رہے تھے ہم استغفار پڑھ رہے تھے ہم دعا پڑھ رہے تھے کہ کتنی تسبیح ہوئی ہے کتنی باقی ہے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ او ہو اتنی دیر میں ابھی دس مرتبہ ہوئی۔تو جب کیفیتیں انسان کی یہ ہوں مولاؑ نے کہا یہ عبادت نہیں ہے تم نے جو روٹین اور روز مرہ مقرر کرلیا ہے یہ تمہاری پسند ہے خالق کی پسند ہے کہ جب دل رجوع ہو تو رجوع کی حالت میں خدا کی عبادت کرو جب تمہارا موڈ اچھا ہو تمہارا عبادت میں جی لگ رہا ہو تو جتنا زیادہ جی لگے اتنی زیادہ عبادت کرو لیکن جب محسوس کرو کہ دل اس پر تیار نہیں ہے تو واجب فقط واجب ادا کرو اور مولاؑ کے اس بات میں بھی ایک راز ہے کہ آدمی جب یہ تصور کرتا ہے کہ فقط واجب پڑھیں گے تو نہ لگنے والا جی بھی لگنے لگ جاتا ہے کہ واجب ہی تو ادا کرنا ہے آپ کبھی مسائل پڑھیں کہ ایک نماز میں کتنے واجب ہیں اور ایک نماز میں کتنے حصے مستحب ہیں تو میں آپ کی خدمت میں واجب سنائے دیتا ہوں بقیہ حصۂ استحباب کو آپ خود پہچان لیں گے پوری نماز میں ایک ''اللہ اکبر'' واجب ہے جو نیت کے بعد ہم کہتے ہیں جس کا نام تکبیرۃ الاحرام ہے اور تکبیرۃ الاحرام کو تکبیرۃ الاحرام اس لئے کہتے ہیں کہ اس تکبیر کے کہنے کے بعد اس ''اللہ اکبر'' کے کہنے کے بعد بہت سے کام انسان کے لئے حرام ہو جاتے ہیں مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ بہت سے کام جو

ہمارے گھر میں جائز ہیں مسجد الحرام میں وہ ناجائز ہیں اب تو وہ پختہ بنی ہوئی ہے لیکن جب وہ کچی تھی تو اس میں سے ہم گھاس بھی نہیں اکھاڑ سکتے تھے تو مسجد الحرام کو مسجد الحرام اس لئے کہا جاتا ہے اس میں بہت سے وہ کام جو اس سے باہر نکل کر حلال تھے حرام ہو جاتے ہیں اور حاجی جو لباس پہنتے ہیں جس کو احرام کہا جاتا ہے اس کو احرام بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ چو بیں حلال چیزیں احرام باندھنے کے بعد حرام ہو جاتی ہیں جب تک وہ احرام نہ اتر جائے اور مہینوں میں جو الشھر الحرام کہلاتے ہیں حرام مہینے کہلاتے ہیں وہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ اس میں جنگ حرام ہے تو میں نے یہ بات اس لئے کہہ دی کہ جب یہ لفظیں آئیں تو بہت سے بچوں کے ذہنوں میں معنی محفوظ رہے اب میں آپ کو واجب سنانا چاہتا ہوں کہ پوری نماز میں ایک اللہ اکبر واجب ہے کون سا نیت کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو کے نیت کر کے اب یہ نیت کر کے بھی سن لیجئے یہ نیت کرنا ایک غلط تصور ہے نیت تو ہوتی ہی ہے کرنا کیا ہے نیت تو ہوتی ہے اسے کرنا کیا ہے اور جو اس نیت کے کرنے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ سوچتے ہیں کہ جب تک کہ نیت کے الفاظ زبان سے جاری نہ ہو جائے تب تک نیت نہیں ہوتی اور اس میں جھنجھٹ کیا ہوتا ہے ایک آدھ منظر آپ کو دکھا دوں بعض اس مزاج والے یہ نیت کرتے ہیں اس پیش نماز کے پیچھے تو وہ نیت نہیں ہو رہی ہے جب تک نیت نہیں ہو رہی ہے تب تک انگلی برابر ملے چلی جا رہی ہے تو ان کی نیت تو نہیں ہو رہی ہے مگر جس بیچارے کی نیت ہو گئی ہے اسکی بھی نیت خراب ہوئی جا رہی ہے۔ دوسرا جھنجھٹ پیدا ہوگا یہ محتاط ہیں یعنی شکی ہیں تو جب تک ان کی نیت نہیں ہو رہی ہے بعض لوگ انتظار میں رہتے ہیں کہ آگے والا نیت کر لے تو ہم نیت کریں آواز آ رہی ہے یا اللہ یا اللہ ان پر یا اللہ کا اثر ہی نہیں ہوتا ہے تو نیت کرنا غلط تصور ہے نیت کے معنی ہیں ارادہ کا ہونا آپ نے کیا یہاں بیٹھنے

کے بعد نیت کی ہے کہ ہم مجلس سن رہے ہیں جو تصور نماز میں ہوتا ہے کہ ہم نیت کریں وہ تصور یہاں آپ نے پیدا کیا کہ ہم مجلس میں بیٹھے ہیں مجلس سننے کے لئے نہیں گھر سے چلے ہی ہیں اس خیال سے کہ مجلس سننا ہے۔ اندر گیٹ میں داخل ہو کے اوپر آئے اسی لئے ہیں کہ مجلس سننا ہے جب تک ہم منبر پر نہیں آئے تھے بار بار نگاہ کا منبر پہ آنا یہ اس ارادہ کی تکرار ہے کہ مجلس سننے آئے ہیں تو ارادہ اصل میں نام ہے نیت تو نماز میں بھی نیت ہے اب آپ پہچانئے جب ہم نے نیت نہیں کی ہے تو اور کیا کیا ہے جب ہم نے وضو کیا ہے تو نیت نہیں ہے تو اور کیا ہے جب ہم اذان واقامت کہہ چکے تو نیت نہیں ہے تو اور کیا ہے جب ہم صف جماعت میں کھڑے ہو چکے ہیں تو اسی نیت سے کھڑے ہوئے ہیں کہ ہم صبح کی نماز پڑھنے والے ہیں یا ظہر کی نماز پڑھنے والے ہیں تو نیت ہوتی ہی ہے کرنے کی ضرورت نہیں پیدا ہوتی ہے۔ دو لفظیں یاد رکھئے گا زبان سے کہنا نیت نہیں ہے ایک جگہ اور ہے بعض لوگ زبان سے نہیں کہتے ہیں دل الفاظ ادا کرتا ہے زبان نہیں ہل رہی ہے مگر کہہ رہا ہے کہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ رخ طرف کعبہ کی دو رکعت صبح کی واجب قربتہً الی اللہ۔ ہاں قربتہً الیٰ اللہ قربتہً الیٰ اللہ تو یہ بھی نیت نہیں ہے بلکہ ہم اس ارادے سے آئے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنا ہے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تو نیت آل ریڈی موجود ہے کرنا نہیں ہے اور ایک مسئلہ اور یاد رکھئے گا کہ جب لوگ نماز میں کھڑے ہو جائیں نماز کی نیت سے چاہے انہوں نے نیت نہیں بھی کی ہو تو کھڑے ہو جانے کے بعد اگلی صف کی انتظار کی ضرورت نہیں ہے جہاں تک مجمع شامل ہو چکا ہے وہاں تک ہر شامل آدمی اگلے آدمی کا انتظار کئے بغیر نیت کر لے یا اللہ کی ضرورت نہیں ہے تو اب میں آپ کی خدمت میں واجب نماز پر بیان کرنا چاہتا تھا اور یہ اس لئے بھی آپ کو مفید ہوگی کہ بہت سے مواقع پر وہی انداز فکر ہے یہ نماز ایسی فکر نہیں رکھتا تو

لوگ چھوڑ دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی پسند والی نماز پڑھ رہے ہیں اللہ کے پسند والی نہیں۔ جب قربۃً الیٰ اللہ نہیں تو نماز کا ہے کی۔ تو واجب واجب نماز سن لیجئے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا سیدھے کھڑے ہونے کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہونے کے بعد نیت کے ساتھ۔ اسکے بعد الحمد کا سورہ پڑھنا بسم اللہ ملا کے بسم اللہ جز سورہ ہے پھر کوئی دوسرا سورہ پڑھنا پھر رکوع میں جانا اور تین مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا یا ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ کہنا پھر کھڑے ہونا سجدے میں چلے جانا سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا یا سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ ایک مرتبہ کہنا۔ اٹھ کے بیٹھنا بیٹھ کے پھر سجدے میں جانا پھر ایک مرتبہ کہنا اٹھنا ایک رکعت پوری ہوگئی یہ ہے واجب نماز یہ میں نے واجب نماز اس لئے بتا دی ہے کہ یہ اتنی مختصر ہے کہ پریشان کن حالات میں بھی اس کا پڑھنا کوئی دشوار نہیں ہے ہمارے بہت سے بھائی بہت سی بہنیں۔ یہ زمین گندی ہے یہاں پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اللہ نے کیا کہا ہے ہر گندی جگہ پر نماز ہو جائے گی صرف پیشانی جس جگہ پر ٹکنے والی ہے اس سجدہ گاہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔ سجدہ گاہ رائج ہے جو اس سجدہ گاہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ زمین پر ہم سجدہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ اتنا حصہ پاک ہونا چاہئے۔ زمین اگر نجس ہے تو زمین سے جتنی چیزیں اگنے والی ہیں ان اُگی ہوئی چیزوں سے جتنی چیزیں بنی ہیں سب پر سجدہ ہوسکتا ہے دو شرطیں ہیں کہ جو چیزیں اگی ہیں ان سے جو چیزیں بنی ہیں وہ کھانے پینے والی اور پہنے والی نہ ہوں۔ کپڑے پر سجدہ نہیں ہوگا کارپیٹ پہ سجدہ نہیں ہوگا لیکن کاغذ پر ہو جائے گا اور ہمارے سماج میں یہ بھی غلط فہمی عام ہے ہتھیلی پر کرلو پشت پہ کرلو۔ یہ ہاتھ کی پشت پر سجدہ فقط اس وقت کیا جا سکتا ہے جب کائنات میں کوئی چیز سجدہ کرنے کے لئے نہ ملے تو اب تو ہوتا نہیں۔ اگر زمین خشک ہے نجس بھی ہے لیکن نجاست ہمارے کپڑوں میں یا جسم میں نہیں لگ جائے گی اور ہمارے

پاس اتنا سا کاغذ ہے اتنا سا پتّہ ہے یا کوئی دفتی کا ٹکڑا جس کو ہم سجدہ گاہ بنا سکتے ہیں تو زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں یہ سارے مسائل۔ کبھی کبھی ہمارے دوست کہتے ہیں اتنے آسان نہ کیا کیجئے مسائل لیکن ہماری نگاہ میں دوسرا مسئلہ ہے کہ اتنا مشکل نہ کیجئے کہ چھوڑ دے یہ کوئی انداز فکر نہیں ہے کہ اطمینان سے پڑھیں گے۔ خدا اطمینان نہیں چاہتا ہے وہ ہمارے اطمینان کے بجائے یہ اطمینان چاہتا ہے کہ تم اڑنے والے ہو یا ہمارے حکم کے سامنے جھکنے والے ہو۔ یہاں ہمارا جی نہیں چاہتا اللہ نے کہا جی چاہے نہ چاہے ہم کہیں وہ کرو۔ تو میں آپ کی خدمت میں جس چیز کو عرض کرنا چاہتا تھا اُسے انشاء اللہ کل مکمل کروں گا وہ یہ کہ ایمان اجمالی انسان کو مومن بنانے کے لئے کافی ہے۔ ایمان اجمالی کیا ہے اس کا خلاصہ سن لیجئے بہت مختصر ایمان اجمالی یعنی مختصر ایمان غیر مفصل ایمان۔ وہ ایمان جس میں تفصیل نہیں ہے وہ ایمان اجمالی ہے اس کے معنی کیا ہیں یعنی عقل کی دلیل کے ذریعہ ہم خدا کو پہچانیں اور جب خدا کو پہچانیں تو اسی عقل کے ذریعہ یہ پہچانیں کہ یہ خدا جس نے اس دنیا میں ہم کو پیدا کیا ہے بیکار اس نے نہیں پیدا کیا ہے اس لئے کہ جو بیکار کام کرے وہ خدا نہیں ہے تو اس نے ہم کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے تو وہ ہمیں بتائے گا کہ تم کس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور جب بتائے گا تو کسی بتانے والے کو بھیجے گا جس بتانے والے کو بھیجا ہے وہ نبی کہلاتے ہیں جو آخر میں بتانے والا آیا ہے جو خاتم النبیین ہے اس کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو ایمان اجمالی ہے ''بما جاء بہ النبی'' ایمان لانے والے کو معلوم نہیں ہے کہ دین کے تفصیلات کیا ہیں مگر جو ایمان اجمالی اس کے مومن بنانے کے لئے جو اس کے جنتی بنانے کے لئے جو اسکی عاقبت بخیر ہونے کے لئے کافی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو یہ یقین ہو عقل سے ہم نے خدا کو پہچانا عقل کے ذریعہ ہم نے پہچانا کہ خدا ہم کو بیکار نہیں پیدا کرے گا جب اس نے

بیکار نہیں پیدا کیا ہے تو کوئی ہم کو بتانے والا آئے گا اور بتانے کے لئے پیغمبرؐ آئے ہیں تو پیغمبرؐ جو کچھ لائے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اگر کسی آدمی نے زندگی کی ایک سانس میں کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں ہر اس چیز پر جو پیغمبرؐ لائے ہیں اور اسی وقت اس کی روح نکل گئی تو مومن مرے گا کیوں اس لئے کہ اس نے ایمان اجمالی حاصل کرلیا اُسے پتہ نہیں چل سکا کہ نبیؐ قرآن لائے ہیں کہ نہیں لائے ہیں اُسے پتہ نہیں چل سکا کہ نبیؐ معراج پر گئے تھے یا نہیں گئے تھے اسے پتہ نہیں چل سکا کہ نبیؐ نے وضو کا کیا طریقہ بتایا ہے اسکو پتہ نہیں چل سکا کہ روزے میں کن چیزوں کا چھوڑ دینا واجب ہے اسکو پتہ نہیں چلا کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہوتی ہے اسے یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ عصمت کے معنی کیا ہیں وہ مجبوری کا نام ہے یا اختیار کا نام ہے معجزہ قرآن مجید کیوں ہے اسے کچھ پتہ نہیں چل سکا مگر اسے یہ یقین ہوا کہ ''آمَنْتُ'' میں ایمان لاتا ہوں ''بِماَجَاءَ بِهِ النَّبِیُ'' نبی جو کچھ لے کر آئے ہیں۔ سب پر ایمان ہے اگر اسی سکنڈ یہ یقین دل میں آیا اور وہ مرگیا تو وہ مومن مرے گا کیونکہ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہیں سب کے پاس مکمل قوت فکر یہ نہیں ہوتی۔ سب کے حالات بھی ایسے نہیں ہوتے لہٰذا پروردگار عالم نے بندوں پر رحم کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہم تمہاری ڈیوٹی ایمان تفصیلی کی نہیں رکھتے ہیں کہ تم جانو کی نبیؐ نے کیا کیا بتایا ہے۔ نبیؐ نے کیا کیا بتایا اور جب یہ جان لو اور پوری لسٹ سامنے رکھو اور کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں نہیں اتنی دیر ایمان لانے میں نہیں لگے گی بلکہ تم کو یہ تصور پیدا ہو جائے کہ نبیؐ جو کچھ لائے ہیں سب حق ہے سب درست ہے تو اس کے بعد ایمان پورا ہو گیا۔ اب انسان کی زندگی آگے بڑھے گی تو اسے حسب ضرورت تفصیل معلوم کرنا ہو گی۔ تو میں آپ کی خدمت میں آج اتنا ہی کہہ سکا ہوں کہ ہم میں سے اکثر آدمی اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہیں کہ مذہب نے ایمان اجمالی کو کافی قرار دیا ہے لیکن ہم اس

کے بجائے بے سبب اپنے لئے زحمتیں بڑھاتے ہیں کہ ایمان تفصیلی کی ان حدوں میں قدم رکھتے ہیں جن حدوں کو حاصل کرنا اور سمجھنا ہماری عقل وعلم کی گنجائش سے باہر ہوجاتا ہے نتیجہ کیا ہوگا۔ آج کل کے موضوع کے لئے بطور تمہید ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں ایک آدمی میں ایک کوئنٹل بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے جب اس نے ایک کوئنٹل اٹھالیا ہم نے کہا واہ واہ کیا کہنا یہ ذرا پانچ کیلو اور رکھ لو اس پر تو وہ راضی ہوگیا کہ یہ پانچ کیلو ہمارے ہیں نتیجہ کیا ہوگا کہ جو اٹھایا تھا وہ بھی پھینک دے گا اس لئے کہ طاقت سے زیادہ ہوگیا تو جن کے پاس دینی تعلیم کا باقاعدہ ذخیرہ نہیں ہے ان کے پاس مسائل کے تفصیلات کے سمجھنے کے لئے اتنا اطمینان نہیں ہے جتنا اطمینان ہونا چاہئے تو اگر ان ایمان اجمالی والوں پر ایمان تفصیلی لاد دیا جاتا ہے تو ان کا ایمان شبہ سے بدل جاتا ہے ان کا ایمان اقرار کے بجائے انکار میں بدل جاتا ہے وہ ایمان اجمالی پہ مطمئن تھے لیکن تفصیلات میں جاتے ہیں تو صاحب یہ سمجھ میں نہیں آتا تو یہ سمجھ میں نہیں آتا اور یہ بات نبیؐ نے کہہ کیسے دی یہ بات امامؑ نے کہہ کیسے دی میں تو ماننے پر تیار نہیں ہوں نتیجہ کیا ہوا کہ ایمان اجمالی کی پناہ گاہ سے جو نکلے تو شیطان کے حملہ کا شکار ہوگئے۔ میں کل آپ کے سامنے اس کی تفصیل رکھوں گا لیکن آج آپ کی زحمتوں کو یہیں پہ لا کے تمام اور ختم کردینا چاہتا ہوں کہ عقل کا استعمال صحیح ہونا چاہئے اور ہمیں یہ پہچاننا چاہئے کہ حدود ایمان میں ہماری ذمہ داری تفصیلات کی ہے یا حدود ایمان میں ہماری ذمہ داری اجمال کی ہے۔ اجمال تک پہنچنا لازم ہے تفصیلات تک جانا ان کا کام ہے جن کو استطاعت ہو جن کی گنجائش ہو یہ ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی کی حدیں کیا ہیں اس میں کہاں کہاں ہدایت رہتی ہے اور کہاں آدمی حد سے آگے بڑھ کے گمراہ ہوجاتا ہے یہ مسائل میں انشاءاللہ کل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا اور اس لئے پیش کرنا چاہوں گا کہ اس ایمان

اجمالی اور تفصیلی کی حدوں کو اگر ہمارا معاشرہ پہچان لے تو ان غیر ضروری مسائل میں ہم الجھنا چھوڑ دیں جن میں الجھ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے سوائے ضعف ایمان۔ اور میں پھر پلٹوں گا اور آپ کی خدمت میں یاد دلاؤں کہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ ایمان وہ نہیں ہونا چاہئے جس میں شک کا جزء شامل ہو ایمان وہ نہیں ہونا چاہئے جس میں شبہات کی آمیزش باقی رہے ایمان پکا یقین ہونا چاہئے اور اس کے لئے فرمایا کہ ویسا ہی پکا یقین ہونا چاہئے جیسا یقین اس بڑھیا کو تھا جس نے چرخہ چلا کے اور روک کے بتایا تھا یہ دلیل ہے خدا کے ہونے کی اب آپ پہچانئے ایک سائنسداں کو ایک فلسفی کو خدا کو پہچاننے میں کتنی زحمتیں ہو رہی ہیں اور اس بوڑھی عورت کو کتنی آسانی کے ساتھ خدا کا یقین حاصل ہو رہا ہے تو وہ یقین پیدا کرنا چاہئے یہ نہیں ہے کہ جہالت سے پیدا ہونا چاہیے عقل سے پیدا ہونا چاہیے لیکن عقل کو حدود کے اندر خرچ کرنا چاہئے حدود سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہیے اس کی ہمیں نگرانی کرنا چاہیے کہ ہماری عقل اڑ تو نہیں رہی ہے اگر اڑ جائے تو لاکھ ہم اسے عقل سمجھیں وہ جہالت ہے اور اگر نہیں اڑے تو وہ علم ہے وہ ایمان ہے وہ عقیدہ ہے وہ یقین ہے شک سے اور شبہہ سے بالاتر یقین ہے اور جب ایسا یقین ہوتا ہے تو آدمی عمل کے لئے بھرپور تیار ہوتا ہے جب تک ذہن میں خیالات میں انتشار رہتا ہے عمل میں کمی رہتی ہے اور جہاں یقین میں ذہن یکسو ہو جاتا ہے وہاں آدمی عمل میں پرجوش ہو جاتا ہے۔ میں پھر آپ کی خدمت میں مجلس تمام کرتے ہوئے ساری زندگی سنے ہوئے واقعہ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب عاشور جو یہ کہا تھا کہ میں بیعت اٹھائے لیتا ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ چلے جاؤ کل موت کا دن ہے قتل کا دن ہے کل کوئی بچے گا نہیں یہاں تک کہ میرا چھ مہینہ کا علی اصغرؑ نہیں بچے گا تو امامؑ کے کام کی مصلحتیں تو امامؑ ہی جانتے ہیں لیکن شاید ان

مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ تھی کہ پہچان لو کہ کربلا والوں کا جو یقین ہے وہ سارے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے حتیٰ کہ میری فرمائش کے بعد بھی ان کے عمل میں ان کے یقین میں فرق نہیں پیدا ہوا میں اس سلسلہ کی ایک اور بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آمیزش شک کے ساتھ مخلوط یقین جس میں شک اور شبہہ کی گنجائش رہتی اس کی کیفیتیں اور ہوتی ہیں اور وہ یقین جس کو شک اور شبہہ چھو نہیں سکتا ہے اس ن صورتحال اور ہوتی ہے میں آپ کی خدمت میں کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی اکثریت تھی جس نے میدان چھوڑ دیا تھا۔ جنگ احد میں جن مسلمانوں کی اکثریت نے میدان جہاد چھوڑ دیا تھا ان کے میدان چھوڑ دینے کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ شیطان نے یہ آواز دے دی تھی کہ پیغمبر قتل ہوگئے ہیں تو مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ جس کے لئے لڑ رہے تھے جب وہی زندہ نہیں رہا تو لڑنے سے کیا فائدہ میں واقعہ پر اس کی توجیہہ پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا ہوں میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے مقابلے میں ایک دوسرا طرز عمل ہے اس کو بھی سن لیجئے۔ فیصلہ کرنا ہر آدمی کے لئے آسان ہو جائے گا۔ عاشور کے دن کبھی حبیبؑ گئے کبھی ہلال گئے کبھی بُریرؑ گئے کبھی زہیرؑ گئے کبھی مسلم ابن عوسجہ شہید ہوئے لیکن اس تاریخ میں اس دن کی تاریخ میں ایک واقعہ اور ملتا ہے آپ کتاب بھی سن لیں لکھنے والے کا نام بھی سن لیں اس کے بعد واقعہ کو سنیں صاحب شہید اعظم ریاض بنارسی نے شہید اعظم کے دوسرے حصے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ عاشور کے دن دو بھائی تھے قبیلۂ بنی بکر کے دونوں بھائیوں کا نام لکھا ہے سیف اور مالک کیا لکھا ہے کہ دونوں بھائی عاشور کے دن جب بہت سے اصحاب حسینؑ شہید ہو چکے ہیں تو دونوں بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور آکے کہا کہ مولا جہاں بہت سے اصحاب کو آپ نے اجازت دی کہ وہ میدان جہاد میں گئے

لڑے اور شہید ہوئے اب ہم کو بھی اجازت دے دیجئے مولا اجازت دیجئے اور مولا اسی محبت کے پیش نظر جیسے شب عاشور کہہ رہے تھے تم لوگ چلے جاؤ ان سے کہا کہ تم نہ جاؤ۔ حسینؑ روک رہے ہیں اور یہ جانے کے لئے اصرا کر رہے ہیں جو سنانے کی جگہ ہے وہ یہ ہے کہ جب جانے کے لئے یہ اصرار کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ جب جانے کے لئے اصرار کر رہے تھے تو انکی آواز گلوگیر نہیں تھی۔ آواز پڑی ہوئی نہیں تھی لیکن ان کے شدید اصرار کے بعد جب حسینؑ نے کہا اچھا میرے بہادروں اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو جاؤ تو جیسے ہی حسینؑ نے اجازت دی ویسے ہی آنسو ان کی آنکھوں سے ابل پڑے۔ حسینؑ کو دیکھا آنسو جاری ہو گئے۔ سلام کیا تو آواز حلق سے نکل نہیں رہی تھی اور جب سلام کر کے چلے تو چیخ مار کے روتے ہوئے جارہے تھے۔ سلام بھی کرتے جارہے تھے مڑ مڑ کے دیکھتے بھی جارہے تھے اور چیخ مار کے روتے بھی جارہے تھے منظر بدل گیا تھوڑی دیر پہلے یہ مرنے کی اجازت مانگ رہے تھے نہ رورہے تھے نہ پریشان تھے نہ بے چین تھے۔ حسینؑ روک رہے تھے اور جب اجازت مل گئی تو رونے لگے بے چین ہونے لگے اتنا بے چین ہو گئے کہ نہ ان کو اپنے آنسوؤں پر قابو تھا نہ ان کو اپنی آواز اور چیخ پر قابو تھا۔ حسینؑ آگے بڑھے کہا کہ تم جارہے ہو مگر جاتے جاتے بتاتے جاؤ کہ جب تک میں تمہیں روک رہا تھا تم کیوں نہیں روئے تھے تم کیوں نہیں چیخے تھے تمہارے آنسو کیوں نہیں بہے تھے اور اب جب میں نے تم کو اجازت دے دی ہے تو کیوں رو رہے ہو کیوں اتنا بے تاب ہو کے رورہے ہو۔ فقرہ سنئے گا۔ انہوں نے ہاتھ جوڑے کہا مولا ہم جو رورہے ہیں اس لئے نہیں رورہے ہیں کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی ہم نے تو اسی لئے آپ سے با اصرار اجازت مانگی ہے اور مولا ہم اس لئے بھی نہیں رورہے ہیں کہ ہمارے بعد ہماری بیویاں بیوہ ہو جائیں گی۔ اس لئے بھی نہیں

رو رہے ہیں کہ ہمارے بچے یتیم ہو جائیں گے اس لئے بھی نہیں رو رہے ہیں کہ ہمارے سر کٹوا دیے جائیں گے۔ اس لئے بھی نہیں رو رہے ہیں کہ ہماری لاشیں بے گور و کفن رہیں گی۔ اس لئے بھی نہیں رو رہے ہیں کہ ہمارے اہل وعیال کو قیدی بنایا جائے گا ایسی ان میں سے کوئی وجہ نہیں ہمارے رونے کی۔ حسینؑ نے کہا بے شک ان میں سے کوئی وجہ تمہاری نہیں ہے لیکن اپنی وجہ دنیا کو بتاتے جاؤ کہا مولا ہم کو ایک خیال بے چین کر کے رونے پر مجبور کر رہا ہے وہ یہ کہ مولا ابھی ہم زندہ ہیں جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو بچاتے رہیں گے ہم کو اس وقت کا تصور رُلا رہا ہے جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا اور آپ کا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ ذرا پہچانئے ذرا پہچانئے ایک جگہ یہ تصور ہے کہ جب رسولؐ نہیں زندہ رہے تو اب کیا کریں لڑ کر کے۔ ایک جگہ یہ یقین ہے کہ حسینؑ نہیں بچیں گے۔ حسینؑ نہیں بچیں گے مگر جان دینے والے اس یقین پر جان دے رہے ہیں کہ حسینؑ نہیں بچیں گے مگر جتنی دیر ہم بچا سکتے ہیں حسینؑ بچ جائیں۔ اگر حسینؑ کی زندگی ایک سکنڈ بچتی ہے تو یہ ہماری زندگی کی قیمت بہت زیادہ ہے جو ہم حسینؑ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ تصور کہاں سے پیدا ہوا۔ اس یقین کے ذریعہ پیدا ہوا۔ اس یقین کے ذریعہ پیدا ہوا جس میں نہ شک تھا نہ شبہ تھا اور اس کا نتیجہ کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شہیدوں کے بعد یتیموں پہ ظلم کرنے والے تھک گئے ہیں مگر مصائب برداشت کرنے والے قیدیوں میں کہیں تھکن نہیں پیدا ہوئی ہے۔ طمانچے مارنے والے چلے گئے ہیں۔ طمانچے کھانے والے نہیں گئے ہیں۔ تازیانے مارنے والے ہٹ گئے ہیں لیکن تازیانے کھانے والے نہیں ہٹے ہیں۔ مصیبتیں دیکھ کے دشمن رونے لگتا تھا مگر ان کے ہاتھ سے دامن صبر نہیں گیا ہے۔

"سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس

(۲)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیہِ السَّلَام اَلْعَقْلُ مَاعُبِدَ بِہٖ الرَّحْمٰنُ۝

کل میں نے آپ کے سامنے مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ارشاد کی روشنی میں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عقل وہ چیز ہے جو خدا کی عبادت کا ذریعہ ہے تو میں نے یہ گذارش کی تھی کہ جس طرح ضروری ہے کہ ہر چیز کا استعمال صحیح ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عقل کا اور سمجھ کا استعمال بھی صحیح ہو۔ سمجھ کا صحیح استعمال یہی ہے جو مولا نے بتایا ہے کہ عقل اور سمجھ ذریعہ بنے خدا کے سامنے جھک جانے کا۔ اس ذیل میں میں نے کل آپ کے سامنے یہ کہا تھا کہ چونکہ سارے انسانوں کی سمجھ اور عقل برابر نہیں ہے لہٰذا وہ اصول جو سب کے لئے بنایا جائے گا اس کا معیار وہ ہوگا کہ اس معیار کے مطابق کسی بھی انسان کو زحمت کا سامنا نہ ہو۔ اور اس بنیاد پر میں نے آپ کے سامنے کہا تھا کہ پروردگار عالم نے ہماری ذمہ داری ایمان اجمالی کی رکھی ہے ایمان تفصیلی کی نہیں رکھی ہے۔ یعنی اگر کوئی آدمی دلیل جانتا ہے اور سمجھ چکا ہے کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں تو یہ دلیل اور یہ بات جاننے کے بعد اور اس پہ یقین اور ایمان کہ نبیؐ جو کچھ لائے ہیں درست ہے اگر چہ اسے تفصیل نہ معلوم ہو کہ نبی کیا کیا لائے ہیں کیا کیا حرام ہے اور کیا کیا واجب ہے۔ تفصیل شریعت اسے

نہ بھی معلوم ہو مگر ''بِمَاجَاء بِهِ اَلْنَبِیُ'' نبیؐ جو کچھ لائے ہیں ہم سب کو صحیح اور درست سمجھتے ہیں اگر انسان کے پاس یہ یقین پیدا ہو گیا تو یہ ایمان اجمالی ہے جو اسکے مومن بنانے کے لئے کافی ہے۔ میں نے کل بھی آپ کے سامنے کہا تھا اور آج بھی اسی سے بات شروع کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تفصیلی ایمان ہر شخص کے لئے لازم کر دیا جاتا تو ہم میں سے بڑی اکثریت ایسی ہے جو تفصیلی ایمان کے حاصل کرنے سے محروم رہ جاتی۔ تو اللہ نے ہم پر اتنی ہی ذمہ داریاں رکھی ہیں جتنی ہماری طاقت ہے جتنی ہماری وسعت ہے گنجائش ہے صلاحیت ہے۔ کتنی ہماری گنجائش ہے اور کتنے اس نے واجبات رکھے ہیں اس سلسلہ کی ایک بات مجھے کہنا ہے تو آج کا میرا موضوع بھی ہے۔ ہم میں سے ہر سمجھدار بچہ بھی یہ بات جانتا ہے کہ دین کے دو حصے ہیں۔ اصول دین۔ فروع دین۔ مجھے آج اس بات کو دوہرانا نہیں ہے کہ اصول دین کو دلیل سے ماننا ہے سن کے نہیں ماننا ہے لیکن مجھے اس بات کی تفصیل پیش کرنا ہے کہ جو فروع دین ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فروع دین کا حصہ وہ ہے جن کے بارے میں دنیا کے سارے مسلمانوں کو حکم خدا متفقہ طور پر معلوم ہے۔ مثال کے طور پر نماز واجب ہے روزانہ کی پانچ نمازیں واجب ہیں۔ یہ فروع دین کا وہ مسئلہ ہے جس کے بارے میں اس کے واجب ہونے کا حکم خدا دنیا کے ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ اب اسی نماز ہی کی مثال سن لیجئے تو بات آسان ہو جائے گی کہ نماز میں پہلی دوسری رکعت میں سورۂ حمد پڑھنا ہے اس کے ساتھ دوسرا سورہ پڑھنا ہے۔ تیسری چوتھی رکعت میں دوسرا سورہ نہیں پڑھنا ہے فقط سورہ حمد پڑھنا ہے یا تسبیحات اربعہ پڑھنا ہے ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' یہ تسبیحات اربعہ ہے تو یا سورۂ حمد پڑھے یا تسبیحات اربعہ پڑھے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں حکمِ خدا کیا ہے یہ سارے مسلمانوں کو معلوم نہیں ہے یعنی فروع

دین دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کچھ مختصر چیزیں ہیں محدود چیزیں ہیں جن کے بارے میں حکمِ خدا دنیا کے ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ روزہ واجب ہے نماز واجب ہے زکوٰۃ واجب ہے۔ خمس واجب ہے جہاد واجب ہے نیکی کی ہدایت کرنا واجب ہے۔ برائی سے روکنا واجب ہے۔ یہ موٹی موٹی باتیں بنیادی باتیں معلوم ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کن چیزوں پر واجب ہے جن چیزوں پر واجب ہے اس کا نصاب کیا ہے۔ خمس کن چیزوں پر واجب ہے۔ اس کے شرائط کیا ہیں۔ نماز کیسے پڑھی جائے گی اس کے واجبات کیا ہیں۔ اس میں واجب رکنی کیا ہے غیر رکنی کیا ہے۔ مستحبات کیا ہیں۔ یعنی یہ ایک دنیا ہے مسائل کی جس کے بارے میں حکم خدا کیا ہے ہر مسلمان کو معلوم نہیں ہے تو اب یہیں پہ میں بات شروع کرنا چاہتا ہوں کہ خداوند عالم ہر مسلمان کے لئے یہ لازم کر دیتا کہ تم دلائل سے معلوم کرو کہ ہر مسئلہ میں حکمِ خدا کیا ہے تو یہ ہماری گنجائش سے ہماری طاقت سے ہماری وسعت سے ہماری صلاحیت سے زیادہ ہو جاتا۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ دنیا کا ہر انسان دنیا کا ہر مسلمان ساری زندگی میں ہر کام کے پیش آنے والے حکم خدا کو دلائل سے معلوم کر سکے۔ لفظ دلائل کی جو میں قید لگا رہا ہوں اسے یاد رکھئے گا میری پچھلی تقریریں آپ کے سامنے ہیں اس میں میں نے کہا بھی ہے اور آج بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہر کام کے بارے میں حکم خدا معلوم کرنا یہ تو ہماری ڈیوٹی ہے ہم کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ یہ کام واجب ہے یا حرام ہے۔ یہ کام مستحب ہے یا مکروہ ہے یا مباح ہے یہ بات ہمیں معلوم کرنا ہے کام سے پہلے۔ لیکن یہ واجب ہے تو اس کا واجب ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حرام ہے تو اس کا حرام ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ مکروہ ہے تو اس کے مکروہ ہونے کی دلیل کیا ہے یہ مستحب ہے تو اس کے مستحب ہونے کی دلیل کیا ہے یہ مباح ہے تو کس بنیاد پر کس

دلیل پہ یہ مباح ہے۔ یہ تفصیل کے ذریعہ حکمِ خدا معلوم کرنا کاموں کے بارے میں یہ عام انسانوں کے بس سے باہر تھا۔ لہٰذا پروردگار عالم نے انسانوں پر دوطرح کی ذمہ داری رکھی ہے۔ ایک یہ رکھا ہے کہ سوسائٹی میں کچھ آدمی ہونا چاہئے جو علم دین یہاں تک حاصل کرے کہ وہ انسان کی زندگی میں پیش آنے والے ہر کام کے بارے میں حکم خدا دلیل سے معلوم کر سکے۔ یہ ذمہ داری پوری سوسائٹی کی نہیں ہے۔ سوسائٹی میں ایک آدمی بھی اس ذمہ داری کو اٹھالے تو بقیہ سوسائٹی پر سے یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسے واجب کو واجب کفائی کہتے ہیں۔ واجب کفائی کی وہی مثال سب سے اچھی ہے جو بچپنے سے ہمارا ہر بچہ بھی سنتا آیا ہے کہ میت۔ اگر کوئی مر جائے۔ مسلمان اگر کوئی مر جائے۔ اس میت کو دفن کرنا کفن پہنانا غسل دینا نماز پڑھنا یہ ہر مسلمان پر واجب ہے مگر واجب کفائی ہے جب تک یہ میت دفن نہیں ہوگی جس مسلمان کو اطلاع ہوگئی ہے کہ ایک مسلمان مر گیا ہے اس پر دفن کرنا غسل دینا سب پر واجب ہے لیکن ایک آدمی نے یہ فرائض انجام دے دیئے۔ سب پر سے ذمہ داریاں ساقط ہوگئیں۔ جو پانچ وقت کی نمازیں واجب ہیں۔ یہ واجب عینی ہیں واجب کفائی نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی بر بنائے محبت کہے کہ مولوی صاحب آپ کو بڑی زحمت ہوتی ہے ہم نماز پڑھے دیتے ہیں۔ نہیں یہ واجب عینی ہے ہر آدمی کو خود ہی اپنی نماز پڑھنا ہے ہر آدمی کو خود ہی اپنا روزہ رکھنا ہے لیکن حکم خدا کو تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا یہ واجب عینی نہیں ہے یہ واجب کفائی ہے۔ زمانے میں ایک آدمی ایسا ہو جو تفصیلی دلائل سے ہر حلال و حرام کو معلوم کر سکے ہر واجب اور حرام کو معلوم کر سکے۔ مستحب اور مکروہ اور مباح کو معلوم کر سکے بس پوری سوسائٹی پورے سماج پر سے ذمہ داری ہٹ جائے گی اور تقسیم کار کیا ہوگا۔ تقسیم کار یہ ہوگا کہ کم سے کم ایک آدمی یا ایسی جماعت ہو جو زندگی کے ہر کام کے بارے میں حکم خدا تفصیلی دلائل سے

معلوم کرے۔ یہ جو معلوم کرنے والا ہوگا وہ ایک آدمی ہو چاہے زیادہ آدمی ہوں اس کا نام ہے فقیہ اور جو فقیہ نہیں ہے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس فقیہ نے اپنی زندگی صرف کر کے حکمِ خدا سے چیزوں کے بارے میں دلائل سے معلوم کئے ہیں۔ ہم اس فقیہ سے پوچھیں اور عمل کریں۔ یہ کوئی نیا کام دین سے متعلق نہیں ہے ہماری پوری زندگی کا دستور یہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں مثالوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو ہم نہیں جانتے ہیں کہ ہمارے جسم میں ہڈیاں کتنی ہیں اور ہمارے جسم کے اعضاء کیا ہیں اور ان کے کام کیا ہیں نہ بناء جانتے ہیں نہ تفصیل جانتے ہیں نہ امراض جانتے ہیں نہ اسباب جانتے ہیں نہ دوائیں جانتے ہیں کچھ نہیں جانتے ہیں ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ انسانی جسم کے امراض و علاج کے بارے میں جس نے پوری محنت کر کے علم حاصل کیا ہے ہم اپنے کو اس کے حوالے کرتے ہیں۔ جو وہ کہتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں تو جیسے میڈیکل سائنس میں ایک ڈاکٹر ہوتا ہے جو مہارت پیدا کرتا ہے ویسے ہی علم دین میں کسی کام کے بارے میں حکم خدا کیا ہے اس کا جو ماہر ہوتا ہے اس کو فقیہ کہتے ہیں جیسے ہم اپنے کو ڈاکٹر کے حوالے کرتے ہیں جو وہ کہتا ہے کرتے ہیں یہ دوا کھاؤ۔ کھاتے ہیں یہ کھانا کھاؤ کھاتے ہیں۔ یہ چیز نہ کھانا۔ نہیں کھاتے ہیں تو بس اسی کا نام تقلید ہے کہ ہم فقیہ سے حکم خدا معلوم کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؑ پر۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے بنیادی طور پر اس بات کو محسوس کر لیا ہوگا کہ ہر آدمی کی ڈیوٹی ہے، ہر آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر کام کو حکم خدا کے مطابق کرے، لیکن ہر آدمی کی طاقت سے وسعت سے گنجائش سے باہر ہے کہ وہ ہر کام کے بارے میں حکم خدا مع دلیل کے معلوم کر سکے لہٰذا کچھ لوگوں کی ذمہ داری ہے دلیل سے حکم خدا معلوم کرنا بقیہ لوگوں کی ذمہ داری ہے جس نے معلوم کیا ہے اس

سے پوچھنا اور اس سے پوچھ کر کے اس پر عمل کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ دو لفظیں آپ کے سامنے آ گئی ہونگی کہ فقیہ کسے کہتے ہیں اور تقلید کے معنی کیا ہیں۔ بہت سے ہمارے بزرگ بھی ایسے مل جاتے ہیں جن کی زبان سے جو فقرہ نکلتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ تقلید کے معنی نہیں سمجھتے ہیں مثلاً کبھی کبھی لوگ یہ پوچھتے ہیں جناب آج سے ہم فلاں کی تقلید کی نیت کر لیں۔ نہیں نیت کرنے کا مطلب کیا ہے۔ نیت کرنا کچھ نہیں ہے پوچھنا ہے اور عمل کرنا ہے۔ کیا ہم نیت کرتے ہیں کہ آج سے ہم فلاں ڈاکٹر کا علاج کریں گے۔ کوئی نیت نہیں کرتا ہے اس میں تو عمل کرنا ہے کہ ہم بیمار ہیں اپنے کو حوالے کرتے ہیں جو بتائے اس پر عمل کریں گے تو آج سے ہم نے یہ طے کیا کہ فلاں فقیہ سے مسائل پوچھیں گے اور مسائل پر عمل کریں گے اس کا نام ہے تقلید۔ میں آپ کی خدمت میں یہیں ایک بہت ضروری بات کہنا چاہتا ہوں جو بہت سے سوالات اور شبہات کو خود بخود دور کر دے گی کیونکہ آپ ولایت فقیہ سننا چاہتے ہیں تو میں ولایت فقیہ کو سنا نہیں سکتا ہوں اور سمجھا نہیں سکتا ہوں جب تک کہ پہلے یہ نہ طے ہو جائے کہ فقیہ کیا ہوتا ہے پہلے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ولایت کے معنی کیا ہیں۔ لفظ کے دو جز ہیں نا، ولایت فقیہ تو ولایت کے معنی کیا ہیں فقیہ کے معنی کیا ہیں پھر یہ طے ہوگا ولایت فقیہ کے معنی کیا ہیں۔ تو موضوع کے تین حصے خود بخود ہو جاتے ہیں۔ ابھی میں پہلے مرحلے میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ ہم فقیہ کے تصور کو پورے طور پر محسوس کر لیں۔ اس کے اردگرد بہت سے سوالات ہیں جب تک کہ ان کو ہمارے سامنے سنا اور سمجھا نہیں جائے گا وہ سوالات باقی رہیں گے۔ پہلا جملہ جو میں فقیہ اور تقلید کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں اسے آپ توجہ کے ساتھ سنیں کہ فقیہ سے پوچھ کر عمل کرنا ہے کسی فقیہ کی تقلید جزء ایمان یا ذریعۂ نجات نہیں ہے۔ یعنی جیسے کوئی آدمی خدا کو نہ مانے تو وہ مومن ہی نہیں ہے اس کی نجات ہوئے گی ہی نہیں اگر وہ نبیؐ

کو نہ مانے تو نہ مومن ہے نہ اسکی بخشش ہوسکتی ہے اگر وہ بارہ اماموںؑ کو نہ مانے چودہ معصومینؑ کو نہ مانے تو نہ مومن ہے نہ اسکی بخشش ہو سکے گی۔تو یہ خدا و نبیؐ اور امامؑ پر ایمان رکھنا جزء ایمان ہے اس کے بغیر بخشش نہیں ہوسکتی ہے لیکن کسی فقیہ کی تقلید نہ جزء ایمان ہے نہ ذریعۂ نجات ہے پھر کیا ہے جب جزء ایمان نہیں ہے ذریعۂ نجات نہیں ہے تو پھر تقلید کیوں ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے تو سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ ہم نے اللہ کو مان لیا۔ نبیؐ کو مان لیا۔ امامؑ کو مان لیا۔ اصول دین میں ہمارا ایمان اجمالی پیدا ہوگیا۔ اب ساری زندگی ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم جو کچھ کام کریں وہ حکم خدا کے مطابق کریں۔ ہم نماز پڑھیں گے نماز ہماری قبول تب ہوگی کارآمد تب ہوگی جب ہم حکم خدا کے مطابق پڑھیں گے۔ روزہ ہم رکھیں گے یہ کارآمد تب ہوگا یہ مقبول تب ہوگا یہ قبول تب ہوگا جب حکم خدا کے مطابق ہوگا۔ ہم حکم خدا کو دلائل سے معلوم نہیں کر سکتے ہیں تو مجتہد ہمارے اس کام آتا ہے کہ ہم کل خدا کے سامنے یہ کہہ سکیں گے۔ ہماری ڈیوٹی تھی ان سے مسئلہ معلوم کرنا اور عمل کرنا۔ پالنے والے ہم نے اپنی ڈیوٹی پر عمل کیا ہے لہٰذا ہماری عبادت قبول ہونا چاہئے اور ہماری عبادتوں کا ثواب ہمیں ملنا چاہئے تو اگر ہم تقلید نہیں کریں گے تو ہمارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ہماری محنتیں برباد ہو جائیں گی۔ ہمارے کام حکمِ خدا کے مطابق نہیں ہوسکیں گے ہم اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہو جائیں گے تو فقیہ کی تقلید کا فائدہ یہ پہنچتا ہے کہ ہم خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کے لئے اپنے پاس جواب رکھتے ہیں کہ جو ہماری ڈیوٹی تھی اس پر ہم نے عمل کیا ہے۔ ہم میں طاقت نہیں تھی کہ تیرا حکم تفصیل سے دلائل سے معلوم کرتے۔ جنہوں نے دلائل سے معلوم کیا تھا ہم نے ان سے پوچھا اور عمل کیا۔ خدا کہے گا تمہاری ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ تو اگر ہم تقلید نہیں کریں گے تو ہماری عبادتیں نہیں رہیں گی۔ اگر ہم تقلید نہیں کریں گے تو ہمارے کام حکم خدا کے

مطابق نہیں رہیں گے۔تو تقلید، نہ تقلید جزء ایمان ہے نہ مجتہد ذریعۂ نجات ہوتا ہے بلکہ اعمال درست ہوجائیں۔حکم خدا کے مطابق ہوجائیں۔ قابل قبول ہوجائیں۔ یہ کام ہوتا ہے تقلید کے ذریعہ۔ میں اسکی اور مثال عرض کردوں مجھے انگلینڈ کے حالات نہیں معلوم ہیں۔ انڈیا میں مثلاً بمبئی میں۔ اگر کوئی آدمی مرجائے۔بچوں کو سمجھانے کے لئے مثال دینا چاہتا ہوں لیکن میں نے ایک بات ہمیشہ کہی ہے اور پھر دوہرانا چاہتا ہوں کہ مثال مثال ہوتی ہے مثال کو سو فیصدی منطبق نہیں کیا جاتا ہے۔تو بمبئی میں اگر کوئی آدمی مرجائے اور مریض کے پاس کسی ڈاکٹر کا نسخہ نکل آئے۔ چاہے اس نے ایک خوراک دوا پی ہو یا نسخہ ہی لکھوایا ہو تو اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم نہیں ہوگا۔لیکن اگر کوئی آدمی ایسے مرگیا ہے کہ اس کے پاس کوئی نسخہ نہیں ہے تو اس کا پوسٹ مارٹم ہوگا۔ کیوں۔انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ یہ اپنی موت مرا ہے یا اس کو کسی نے قتل کیا ہے۔ہم کو یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی بیماری تو نہیں تھی جو وبا بن سکے۔ جو دوسروں کے لئے سبب ہلاکت بن سکے۔تو یہ ڈاکٹر کا نسخہ کیا کرتا ہے۔ڈاکٹر کا نسخہ یہ کرتا ہے کہ یہ اپنی طبعی موت کے ساتھ مرا ہے۔یعنی وہ فرض بن جاتا ہے کہ اس کی لاش کو چیرنے پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے میں اس مثال کے ذریعہ یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے تقلید کے بغیر اعمال کئے تو ہمارے اعمال کی قبولیت کے لئے کوئی سند نہیں ہوگی کوئی سارٹیفیکٹ نہیں ہوگا کوئی گارنٹی نہیں ہوگی اور اگر ہم نے تقلید کے ساتھ عمل کیا تو پالنے والے تو نے یہ کہا تھا کہ حکم خدا کے مطابق کام کرو۔ ہم دلائل سے نہیں معلوم کرسکتے تھے۔تو نے حکم دیا تھا کہ جو دلائل سے معلوم کرے اس سے پوچھو۔ہم نے پوچھ کے عمل کیا ہماری ڈیوٹی پوری ہوگئی۔اب میں تیسری بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ اکثر و بیشتر ہمارے بچوں کو اچھے اچھے پڑھے لکھے آدمیوں کو بے

چین کرتی ہے کہ جب مذہب ایک ہے تو مختلف فقیہوں کے فتوے الگ الگ کیوں ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے نہ سمجھنے کی شکل میں کبھی کبھی شک پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا ہمارے مذہب میں بھی گنجائش ہے اس بات کی کہ ایک فقیہ کچھ کہے اور ایک فقیہ کچھ کہے۔ تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی بھی یہ آپ کو شبہ نہ ہونے پائے کہ فقیہوں کے فتووں میں مجتہدوں کے فتووں میں جو اختلافات ہوتے ہیں یہ اختلافات مذہب کے اختلافات ہیں۔ نہیں جہاں میں نے مثالیں دی تھیں انہیں مثالوں کو آپ سن لیں اور میں آپ کے سامنے اس کو کافی تفصیل سے عرض کردوں گا ایک آدھ مثال اور واضح کر کے تاکہ ذہن میں کبھی یہ خلش نہ پیدا ہو کہ جب مذہب ایک ہے قانون ایک ہے قرآن ایک ہے اسلام ایک ہے شریعت ایک ہے تو ایک مسئلہ میں دو فقیہوں کے دو حکم دو فتوے کیوں ہوتے ہیں۔ مریض ایک ڈاکٹر کے پاس گیا ٹمپریچر ہے۔ ایک کی رائے یہ ہے کہ ٹمپریچر ٹی بی کی وجہ سے ہے دوسرے کی رائے یہ ہے کہ نہیں ٹی بی کی وجہ سے نہیں ہے اس کا جگر خراب ہو گیا ہے لیور خراب ہو گیا ہے تو اب ظاہر ہے کہ یہ جو دوائیں لکھے گا وہ اور لکھے گا۔ وہ جو دوائیں لکھے گا اور لکھے گا۔ یہ جو پرہیز بتائے گا وہ اور ہوگا۔ وہ جو پرہیز بتائے گا وہ پرہیز اور ہوگا۔ تو مریض ایک ہے میڈیکل سائنس ایک ہے ہر بیماری کی دوا ایک ہے مگر یہ ڈاکٹر کا فیصلہ ہے۔ ججمنٹ ہے کہ اس کو یہ بیماری ہے یا اس کو وہ بیماری ہے تو جیسے دو ڈاکٹروں کی رائے میں فرق ہو جاتا ہے بیماری کی تشخیص میں ویسا ہی قانون ایک ہوتا ہے مذہب ایک ہوتا ہے مسئلہ ایک ہوتا ہے مگر فقیہ کے ججمنٹ میں اور فیصلے میں فرق ہو جاتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں ایک آدھ مثال عرض کردوں تو بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔۔۔۔ نہیں موضوع کی پابندی کی شرط تو نہیں ہے کہ آدمی صلوات نہ پڑھے۔

ہمارے درمیان بہت سے مسائل جو اکثر و بیشتر زیر بحث آیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا نمایاں مسئلہ ہے کہ ایک مجتہد کہتا ہے کہ نماز جمعہ واجب نہیں۔ ایک مجتہد کہتا ہے کہ نہیں واجب ہے۔ایک کہتا ہے کہ واجب ہے مگر واجب عینی ہے کہ جمعہ ہی پڑھنا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ واجب ہے مگر واجب تخییری ہے کہ چاہے ظہر پڑھ لو چاہے جمعہ پڑھ لو۔تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ پیچھے نہ دین کا اختلاف ہے نہ مذہب کا اختلاف ہے نہ شریعت کا اختلاف ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ فیصلے کا اختلاف ہے۔ججمنٹ کا اختلاف ہے۔صورتحال یہ ہے کہ دلائل سے حکم خدا کیا نکلتا ہے کس کی رائے میں یہ فرق ہے۔تھوڑی سی تفصیل آپ سن لیں۔اکثر ہمارے بھائی جنکو اٹھائیسویں پارہ میں سورۂ جمعہ پڑھنے کا موقع مل گیا ہے۔جس میں نماز جمعہ کا حکم ہے۔وہ بڑا زور لگا دیتے ہیں کہ صاحب نماز جمعہ کا بڑی شدت کے ساتھ حکم ہے۔اس طرح سے حکم ہے کہ ''یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ'' اے ایمان لانے والوا جب جمعہ کے دن تم کو نماز کے لئے پکارا جائے ''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ'' تو تم دوڑو اللہ کی یاد کی طرف ذکر کی طرف نماز کی طرف اور کاروبار چھوڑ دو۔تو بات صحیح ہے کہ وہ دوہرے حکم دوڑو نماز کی طرف ذکر خدا کی طرف اور کاروبار چھوڑ دو تو وہی دیکھئے صلاحیت والی بات آ رہی ہے چونکہ ہمارے پاس صلاحیت نہیں ہے دلائل سے حکم خدا نکالنے کی۔لہٰذا جب ہم دخل درمعقولات کرتے ہیں تو مسئلہ گڑ بڑ ہو جاتا ہے۔انہوں نے کہا کہ صاحب جمعہ کو تو روزانہ کی نماز سے کچھ زیادہ ہی واجب ہونا چاہئے۔اس لئے کہ روزانہ کی نماز کے لئے کہا گیا ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' نماز پڑھو نماز پڑھو نماز پڑھو اور اس کے لئے کہا گیا ''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ'' دوہرے حکم ہیں دوڑو نماز کی طرف اور کاروبار کو چھوڑ دو۔ یہ ملّا مولویوں کا عجب حال ہے

کہ جہاں اکہرا حکم ہے کہ نماز پڑھو۔ وہاں تو کہتے ہیں کہ نماز واجب ہے اور جہاں دوہرا حکم ہے کہ کاروبار چھوڑو اور نماز کی طرف دوڑو۔ وہاں کہتے ہیں کہ نماز واجب نہیں ہے۔ لیکن یہ ہے کیا۔ یہ ویسا ہی دخل در معقولات ہے۔ جیسے اسکول میں پڑھنے والا لڑکا کورس میں بحث کرنا شروع کردے کہ یہ کورس صحیح رکھا گیا ہے یا غلط رکھا گیا ہے۔ وہ ماسٹر سے بحث کرنا شروع کردے کہ آپ کو یہ پڑھانا چاہئے یا وہ پڑھنا چاہئے۔ یا مریض ڈاکٹر سے بحث شروع کردے کہ آپ کو یہ دوا نہیں یہ دوا لکھنا چاہئے یا ہم اپنی کوئی مشین اسکے میکینک کے حوالے کر کے کہیں کہ آپ کو یہ پرزہ نہیں یہ پرزہ بدلنا چاہئے۔ تو جیسے یہ دخل در معقولات ہے کیوں۔ اس لئے کہ ہم ان چیزوں کو جانتے نہیں ہیں۔ تو ہماری گنجائش سے وسعت سے صلاحیت سے باہر ہے ان چیزوں میں داخل ہونا۔ تو ویسا ہی ہماری طاقت نہیں ہے کہ ہم تفصیلی دلائل سے حکم خدا معلوم کر سکیں لہٰذا جب نامکمل اقدام کریں گے تو زحمت میں پڑ جائیں گے تو ہم میکینک کو رائے نہیں دیتے ہیں۔ ڈاکٹر کو رائے نہیں دیتے ہیں۔ کورس بنانے والی کمیشن کو کمیٹی کو رائے نہیں دیتے ہیں ماسٹر کو رائے نہیں دیتے ہیں۔ ہاں مذہب غریب ہے۔ اس میں ہماری رائے آجاتی ہے۔ جناب نماز جمعہ تو واجب ہونا ہی چاہئے دوہرے دوہرے حکم ہیں۔ لیکن اس میں ایک راز ہے جو اسی پر منکشف ہونگے جو قرآن مجید کو جانتا ہے جو احادیث کو جانتا ہے اس تک جب تک کسی کا علم نہیں پہنچے گا۔ واضح نہیں ہوگا۔ اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں توجہ فرمائیں۔ قرآن مجید میں روزانہ کی نمازوں کے لئے حکم ہے ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' نماز پڑھو''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' نماز پڑھو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب نماز صبح کا وقت آجائے تو نماز مغربین پڑھو۔ لیکن قرآن مجید جہاں حکم یہ دے رہا ہے کہ ''اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ'' جب تم

کونماز کے لئے جمعہ کے دن بلایا جائے۔فرق پہچانئے۔پوری شریعت میں حدیث میں قرآن میں جہاں کہیں نماز کا حکم ہے یہ نہیں ہے کہ جب تم کو صبح کی نماز کے لئے بلایا جائے۔جب مغرب کی نماز کے لئے بلایا جائے۔کہیں نہیں ہے۔نماز پڑھو یعنی وقت آئے تو نماز پڑھو مگر جمعہ کے لئے شرط لگائی۔کیا شرط لگائی کہ جب تم کو جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو تم پر واجب ہے کہ کاروبار چھوڑ دو اور نماز کی طرف دوڑو۔تو معلوم یہ ہوا کہ وقت آنے پر صبح،ظہر،مغرب،عشاء واجب ہو جائے گی اور جمعہ تب واجب ہوگا جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے۔اچھا ہمارے جیسے علم والے۔اذان ہوتی ہے۔جب اذان ہوئی تو بلائے گئے۔یہ ویسے ہی زبردستی ہے جیسے ہم میکینک کو مشورہ دینے لگتے ہیں۔تو کیا نماز صبح کے لئے یا پنجگانہ نمازوں کے لئے کیا اذان نہیں ہوتی۔تو اذان بلانے کا نام نہیں ہے اگر اذان بلانے کا نام ہو تو ہر نماز کے لئے اذان ہو رہی ہے۔تو اب بلانے کے معنی کیا ہوئے اور یہیں پہ ہم کو ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے پہلے دن سے تسلیم کیا ہے کہ قرآن سارے مسائل کے سمجھانے کے لئے تن تنہا کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کے ارشادات کی بیانات کی تشریح اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے ذریعہ نہ کی جائے تو اب مسئلہ خود بخود پیدا ہو گیا کہ نماز جمعہ واجب ہوگی اس کے لئے کاروبار چھوڑ کر کے دوڑ لازم ہوگا مگر جب نماز جمعہ کے لئے بلایا جائے۔تب یہ بلائے گا کون۔کس کا حق ہے کہ وہ بلائے۔کس کا منصب اور کس کا فریضہ ہے کہ وہ بلائے تو احادیث کی روشنی میں میں آپ کی خدمت میں تفاصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں اس لئے کہ نہ وہ میری ڈیوٹی ہے نہ آپ کی ڈیوٹی ہے۔میں تو فقط اپنے بچوں کو اس بات پر مطمئن کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اختلاف رائے ہے یہ اختلاف مذہب نہیں ہے اختلاف قانون نہیں ہے فیصلے کا اختلاف ہے ججمنٹ کا اختلاف ہے۔احادیث میں تذکرہ ملتا ہے کہ جب

حکومتیں قائم ہوگئیں اور حکومت کے حق سے ہمارے اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام محروم کردیے گئے۔ بنی امیہ کے پاس حکومت آ گئی بنو عباس کے پاس حکومت آ گئی مدینے والوں کے پاس حکومت آ گئی۔ علیؑ اور اولاد علیؑ کے پاس حکومت نہیں رہی تو ان حاکموں نے جب جمعہ کی نماز پڑھانا شروع کی۔ تو معصومینؑ نے کہا کہ ہم اہلبیتؑ کے جو حقوق چھینے گئے ہیں۔ ان چھینے گئے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ یہ نماز جمعہ پڑھا رہے ہیں تو معلوم یہ ہوا کہ جب ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام نے غیر معصوم اور وہ لوگ جو انکی امامت کے قائل نہیں تھے جو ان کا حق حکومت تسلیم نہیں کرتے تھے انہوں نے نماز جمعہ پڑھائی تو انہوں نے یہ فریاد کی کہ یہ ہمارا حق ہے جو چھینا گیا ہے تو اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ قرآن کہتا ہے جب بلایا جائے تو جمعہ کی نماز واجب ہوگی اور اس احتجاج سے پتہ چلتا ہے کہ بلانے کا حق امامؑ کا حق ہے۔ دو باتیں آئیں سامنے۔ اب مسئلہ تیسرا پیدا ہوا کہ آج جو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ موجود نہیں ہیں تو انکی غیبت میں انکی عدم موجودگی میں انکی نگاہوں کے سامنے نہ ہونے کی شکل میں کس کو حق ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کے لئے بلائے یا کسی کو حق نہیں ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں صرف فتویٰ رکھ سکتا ہوں اسکے آگے میری بساط نہیں ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور زحمت نہیں کریں گے۔ آقائے محسن الحکیم اعلیٰ اللہ مقامہ نے جو یہ فتویٰ دیا کہ زمانہ غیبت امام میں جمعہ کی نماز واجب ہی نہیں ہے تو ساری حدیثیں پڑھنے کے بعد ان کا فیصلہ یہ تھا کہ علاوہ امامؑ کے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کے لئے بلائے چونکہ امامؑ پردۂ غیبت میں ہیں انکی طرف سے کوئی بلانے کا حق نہیں رکھتا ہے وہ بلا نہیں رہے ہیں لہٰذا جب تک وہ جمعہ کے لئے بلائیں گے نہیں جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوگی۔ یہ ان کا فیصلہ ہے۔ دوسرے فقہاء ان کا فیصلہ یہ ہے جنہوں نے نماز جمعہ کو واجب قرار دیا ہے زمانہ غیبت میں ان کا فیصلہ

یہ ہے کہ جیسے بہت سے وہ کام جو امام کو کرنا ہوتے ہیں وہ زمانۂ غیبت میں فقیہ کو انجام دینا ہوتے ہیں لہٰذا فقیہ کو جہاں بہت سے اختیارات منتقل ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ امامؑ کی نیابت میں انکی طرف سے جمعہ کے لئے بلائے۔ دونوں میں فرق یاد رکھئے گا۔ جن خلفاء اور حاکموں نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔ انہوں نے امامؑ کے بجائے پڑھائی تھی۔ وہ امامؑ کا حق تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ اپنا حق قائم کرر ہے تھے لیکن فقیہ جو پڑھائے گا وہ امامؑ کا حق مانے گا انکی نیابت میں انکی طرف سے پڑھائے گا۔ تو بجائے پڑھانا اور ہے اور انکی طرف سے پڑھانا اور ہے۔ حق کا انکار کر کے حق پر قبضہ کرنا وہ منزل اور ہے۔ اور حق تسلیم کر کے انکی عدم موجودگی میں اس فریضہ کو انجام دینا۔ ان دونوں میں فرق ہے اور اس فرق کو تصور کے طور پر یہ سوچ لیجئے کہ وہاں ائمہ موجود تھے اور خلفاء پڑھا رہے تھے یہاں جب فقہاء پڑھا رہے ہوں گے جس وقت امامؑ تشریف لائیں گے سب ہٹ کے امامؑ کے حوالے کر دیں گے۔ یہ ہے صورتحال کا فرق تو بس میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ جن فقہاء کے فیصلے میں ججمنٹ میں یہ بات آئی کہ ہم کو جو حقوق ادھر سے انتظامی طور پر حوالے کئے گئے ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم نیابت امامؑ میں لوگوں کو جمعہ کی نماز کے لئے بلائیں انہوں نے واجب قرار دیا۔ اب میں آپ کی خدمت میں ایک لفظ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آقائے خوئیؒ نے نماز جمعہ کے لئے جو فتویٰ دیا ہے اس میں ایک لفظ ہے لفظ کیا ہے لفظ یہ ہے کہ جب کوئی ایسا شخص جو نماز جماعت پڑھانے کا حقدار ہے۔ ایک منزل آجاتی ہے اس میں بھی انکی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے لیکن جو آقائے خوئیؒ کا مسلک ہے جسے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے کو عادل نہیں سمجھتا ہوں یعنی میں جانتا ہوں کہ مجھ سے گناہ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ یا گناہ صغیرہ بار بار ہو جاتے ہیں تو آپ کو

نہیں معلوم ہے میرا حال لیکن مجھے تو معلوم ہے کہ میں عادل نہیں ہوں تو پنجگانہ یومیہ نماز میں اگر آپ کو نہیں معلوم ہے اور آپ میرے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جائیں تو آپ کی نماز صحیح ہو جائے گی چاہے میں یہ نیت نہ بھی کروں کہ میں جماعت کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں اپنی فرادیٰ پڑھ رہا ہوں آپ نے میرے ساتھ جماعت کی پڑھ لی۔ آپ اپنی فرادیٰ پڑھ رہے ہیں میں نے آپ کے ساتھ جماعت کی پڑھ لی۔ یہ آپ کی نماز ہو جائے گی حسن ظن کی بناء پر اس لئے کہ آپ کو خلاف عدالت کوئی بات معلوم نہیں ہے لیکن نماز جمعہ کے بارے میں آقائے خوئیؒ کا اور بعض علماء کا فتویٰ یہی ہوتا ہے کہ اس کو وہی آدمی پڑھائے کہ جو جانتا ہو کہ میں عادل ہوں۔ جیسے طلاق میں دو عادلوں کی گواہی درکار ہوتی ہے تو وہاں بھی بعض علماء نے یہ قید لگائی ہے کہ گواہی کے لئے وہی شخص بیٹھے جو خود اپنی نگاہ میں بھی عادل ہو۔ پنجگانہ میں یہ شرط نہیں لگائی ہے کہ جو اپنی نگاہ میں بھی عادل ہو وہی نماز پڑھائے تو بہر حال آقائے خوئیؒ نے فتویٰ دیا کہ ایسا شخص جو نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے قائم کر سکتا ہے اگر وہ نماز جمعہ پڑھائے تو جو آدمی تین میل کے اندر ہیں اس پر اس جمعہ میں شریک ہونا واجب ہے اور اس کے ساتھ انہوں نے لکھا مگر کسی پر جمعہ کی نماز قائم کرنا واجب نہیں ہے۔ یعنی ڈیوٹی نہیں ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسا ہے جو نماز پڑھا سکتا ہے جو جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ وہ جمعہ قائم کرے لیکن اگر کوئی جمعہ قائم کر دے تو ایک فرسخ کے اندر جتنے آدمی ہیں ان کو حاضر ہو جانا ہے اب میں آپ کی خدمت میں ان سارے تفاصیل کو رکھ کے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آقائے محسن الحکیمؒ نے فیصلہ کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ آقائے خوئیؒ نے فیصلہ کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ آقائے خمینیؒ نے فیصلہ کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جیسے ایک ہی مقدمہ میں ججز کی ایک بنچ ہوتی ہے پانچ جج ہوتے ہیں۔ تین جج ہوتے ہیں۔ سات

جج ہوتے ہیں اور ان میں سب کے فیصلے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔کیس ایک ہوتا ہے قانون ایک ہوتا ہے۔سارے ثبوت ساری نظریں ایک ہوتی ہیں لیکن فیصلہ اور ججمنٹ میں فرق ہو جاتا ہے تو ویسا ہی قرآن بھی ایک ہے احادیث بھی ایک ہیں ساری چیزیں ایک ہیں۔یہ فیصلہ اختلاف رائے کا فیصلہ ہے۔میں سمجھتا ہوں اتنی تفصیل کے بعد آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے کہ فتووں کا اختلاف فیصلوں کا اختلاف ہے رائے کا اختلاف ہے مذہب کا اختلاف نہیں ہے۔ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

میں سمجھتا ہوں کہ پھر سے آپ کا پانچ منٹ وقت لے لوں کہ ہم میں صلاحیت کب پیدا ہوگی کہ ہم فیصلے اور فتوے میں حصہ لے سکیں۔اس کے لئے علم کے علاوہ عمل کی بھی ذمہ داری ہے یعنی علم تو چاہئے ہی۔کتنا علم چاہیے صاحب قرآن میں یہ لکھا ہے۔قرآن میں لکھا ہے اس سے حکم خدا ثابت نہیں ہوگا کیوں۔قرآن میں ناسخ بھی ہے منسوخ بھی ہے۔یعنی کچھ حکم پہلے آئے جنکو بعد میں منسوخ کر دیا گیا تو فیصلہ کرنے والے نے ایسی آیت پکڑ لی جو بعد میں منسوخ کر دی گئی ہے تو وہ حکم خدا تک نہیں پہنچے گا تو قرآن مجید سے جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے اس کو یہ جاننا ہے کہ اس میں کون سی آیت ناسخ ہے کون سی آیت منسوخ۔علامہ حلیؒ نے دیکھا اور دیکھ کر کہا کہ اسے مسجد سے باہر کر دو۔باہر کر دیا۔سننے کی جگہ آ گئی اور میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے اور جن کو یہ خیال ہے کہ ہم بہت خوش عقیدہ ہیں ان بھائیوں اور بچوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کو بڑے سکون کے ساتھ سنیں۔رات کو علامہ حلیؒ نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں بڑے نورانی بزرگ ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ حلی۔حلی تم نے بہت برا کیا جو اس پاگل کو مسجد سے نکال دیا۔میں واقعہ کو آگے نہیں لے جاؤں گا پہلے یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ اگر ہم اور آپ ہوتے تو کیا حال ہوتا۔ہمارے گھروں میں ننانوے فیصدی ایسے گھر ہوتے کہ خواب دیکھنے کے بعد

گھر والا اٹھتا اور ہم میں بے چینی پیدا ہوتی کہ جناب وہ پاگل صاحب قبلہ کہاں ملیں گے جائیں ان کو لائیں منائیں معافی مانگیں ورنہ پتہ نہیں کون سی آفت آجائے نورانی بزرگ خواب میں کہہ رہے ہیں حلی تم نے بہت برا کیا۔ ہوتا کہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی آدمی ذرا اڑتا بھی تو ہماری بہنیں اور بیٹیاں۔ بس آپ کو ایسے ہی بلائیں لایا کرتے ہیں۔ اچھا بلائیں لایا کرتے کوئی بیجا فقرہ نہیں ہے اس لئے کہ بلائیں لاتے تو ہیں اچھے اچھے عقیدے والے۔ کسی نے کہا نہیں پاگل ہے وہ۔ تو یہ بزرگ یہ کہتے کہ تم نے برا کیا۔ وہ پاگل نہیں ہے کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ ان کی حالت کو نہیں دیکھنا چاہئے انکی باطنی حالت کو ہم آپ نہیں جانتے ہیں۔ ان کے بارے میں زبان نہیں کھولو پتہ نہیں کون سی بلا آجائے۔ پوری سوسائٹی کی صورتحال یہی ہے کہ نہیں ہے۔ اچھا رک جایئے۔ مسئلہ مشکل یوں پیدا ہوتا ہے کہ رات کو علامہ حلیؒ نے خواب دیکھا کہ حلیؒ تم نے بہت برا کیا جو پاگل کو نکال دیا اور صبح کو علامہ حلیؒ مسجد میں سبق پڑھا رہے تھے کہ وہ پاگل خود آگیا۔ اچھا چلئے ڈھونڈھنے نہ جاتے اب جو آجاتا تو کیا ہوتا۔ جناب حلیؒ نے اسے ایک سکنڈ دیکھا ایک سکنڈ رکے اور کہا کہ ان کو مسجد سے باہر کر دو رات کو خواب دیکھا۔ نورانی بزرگ نے کہا ہے حلیؒ تم نے بہت برا کیا ہے۔ تم نے بہت برا کیا جو اسے نکال دیا۔ انہوں نے پھر اسے نکال دیا۔ دوسری رات کو پھر خواب دیکھا۔ حلی تم نے اور زیادہ برا کیا جو اسے نکال دیا اگر ہم میں سے کوئی آدمی تھوڑا بہت مضبوط دل کا نکلتا تو دوسرے خواب کے بعد تو۔ حلی کے لئے سنئے تیسرے دن پڑھا رہے تھے پھر وہی پاگل۔ پاگل میں تبدیلی بھی نہیں ہو رہی ہے کیس ایک ہے وہی آگیا۔ ایک سکنڈ علامہ حلیؒ نے سوچا اور کہا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دو۔ رات کو پھر خواب دیکھا تو نورانی بزرگ نے ان سے خواب میں کہا کہ حلی ہم تین دن سے تمہارا امتحان لے رہے تھے کہ تم یقین پہ عمل کرتے ہو یا شک

پہ عمل کرتے ہوتو علامہ حلیؒ نے جب یہ خواب بیان کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ فیصلہ کیوں کرتے تھے خواب دیکھنے کے بعد کہ یہ پاگل نکال دیا جائے کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر یہ ثابت نہیں تھا کہ جو بزرگ نورانی حکم دے رہے ہیں یہ نبیؐ ہیں یا امامؑ ہیں یہ مجھ کو معلوم نہیں تھا تو جب انکی حیثیت نہیں معلوم ہے تو انکے حکم کی بھی حیثیت نہیں معلوم ہے تو ان کی بات مجھ پر ماننا لازم ہے یہ چیز مشکوک تھی اور فقہ میں حدیث کی روشنی میں یہ بات یقینی تھی کہ پاگل کو مسجد میں جگہ نہیں دینا چاہئے لیکن جب میرے سامنے صورتحال آتی تھی میں یقین پر عمل کرتا تھا شک پر عمل نہیں کرتا تھا۔ ہم لوگوں کے حالات کیا ہیں۔ ہم لوگوں کے حالات تو یہ ہیں کہ جب کوئی زندگی میں مشکل پیش آتی ہے چاہے وہ مشکل نہ بھی ہو ہم نے مشکل فرض کرلی ہوتو ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ تبدیل ہوجائے جب گیارہ میل جانا پڑے حلال گوشت لینے کے لئے۔ یہاں تو نہیں جانا پڑتا۔ تو آدمی یہی چاہتا ہے صاحب کنڈیشن کے ساتھ سہی۔ شرائط کے ساتھ سہی اس محدود ماحول کے لئے سہی غیر مسلم کا ذبیحہ جائز ہوجانا چاہئے۔ اچھا ایک کا خیال یہ ہے کہ غیر مسلم کا ذبیحہ جائز ہوجانا چاہئے۔ دوسرے کا خیال یہ ہے کہ جہاں تک ہمارے کاروبار میں یا خواہشوں میں رکاوٹیں پیدا ہوں ہر حرام حلال کردیا جائے۔ تو جو حالات سے متاثر ہوسکیں جو دوسروں کی رائے سے متاثر ہوسکیں جو غیر اسلامی فلسفوں سے متاثر ہوسکیں۔ جن کی نگاہ میں قَالَ اللّٰہُ۔ قَالَ الرَّسُولُ۔ قَالَ الامَامُ سے زیادہ قیمت ہو انسانوں کے اقوال کی وہ فقیہ نہیں ہوسکتے ہیں۔ فقیہ وہ ہوتا ہے جو اس ایمان اجمالی پر ساری زندگی قائم رہتا ہے۔ دنیا میں کتنا ہی مشہور آدمی کیا کہتا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ خدا نے کیا کہا ہے۔ نبیؐ نے کیا کہا ہے۔ امامؑ نے کیا کہا ہے۔ تو جب تک کردار اتنا مضبوط نہ ہو کہ وہ ہر سکنڈ یہ دیکھتا رہے کہ اس کے علاوہ اور بہت سے مسائل ہیں بطور نمونہ کے

میں آپ کے سامنے تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر کلام مقید بھی ہوتا ہے اور مطلق بھی ہوتا ہے کبھی بات عام ہوتی ہے کبھی اسکو کسی چیز کے ذریعہ سے مخصوص کر دیا جاتا ہے تو کون خاص ہے کون عام ہے کون مشروط ہے کون غیر مشروط ہے کون ناسخ ہے کون منسوخ ہے یہ سارے تفاصیل جب کسی آدمی کے پیش نظر ہوں قرآن مجید کے بارے میں تب وہ قرآن مجید سے حکم خدا نکالنے کی ہمت کرے۔ اور اب اتنا ہی نہیں۔ جو معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان حدیثوں کو قرآن مجید کی آیتوں سے ملانا پڑے گا تو ملانے سے پہلے یہ طے کرنا پڑے گا کہ اس کو جتنے لوگوں نے نقل کیا ہے فلاں سے فلاں نے فلاں نے فلاں سے بیان کیا تو یہ سب قابل اعتبار ہیں یا قابل اعتبار نہیں ہیں۔ یہ ایک مسئلہ ہے پھر جو حدیث میں الفاظ آئے ہیں ان کو بھی قرآن سے ملاتے ہوئے میں پھر بطور مثال ہی کہہ رہا ہوں یہ کوئی ایسا نہیں ہے ساری باتیں یکجا نہیں کر رہا ہوں مکمل نہیں کر رہا ہوں۔ الفاظ جو استعمال ہوئے ہیں وہ بطور مجاز استعمال ہوئے ہیں یا بطور حقیقت استعمال ہوئے ہیں۔ یہ سارے مسائل ہوتے ہیں ان کا آغاز ہوتا ہے لٹریچر سے کہ زبان میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ کتنی طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ علم قرآن ہونا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ جو راوی ہیں ان کا علم ہونا چاہیے پھر جو حدیث اور قرآن میں کہیں کہیں فرق پیدا ہوتا ہے ان کو منطبق کیسے کیا جائے۔ یعنی ایک پوری زندگی چاہئے جب یہ علم حاصل ہوتا ہے تو اگر ہم نے خالی کسی کتاب میں کوئی حدیث پڑھ لی یا قرآن مجید کا کہیں سے کوئی ترجمہ پڑھ لیا اور اٹک گئے حکم خدا حاصل کرنے کے لئے یہ بالکل زبردستی ہوگی اس کے آگے کچھ نہیں ہوگا۔ جو دوائیں آتی ہیں فارمولہ لکھا رہتا ہے یہ بھی لکھا رہتا ہے یہ فلاں بیماری میں کارآمد ہے لیکن پھر دنیا میں یہ کالج کیوں قائم ہیں ڈاکٹر کیوں پیدا ہو رہے ہیں ریسرچ کیوں ہو رہی ہے اسی لئے

ہو رہی ہے کہ فارمولہ اس کے لئے ہے کہ جو ڈاکٹر ہے وہ سمجھ سکتا ہے مریض کے لئے فارمولہ نہیں ہے تو تھوڑے سے ناقص علم کے سہارے اگر آدمی آگے بڑھ جائے تو راہ ہلاکت پیدا ہو جائے گی۔ مومنین کے درمیان جو بحثیں ہوا کرتی ہیں ان میں سے ایک آدھ میں بطور نمونے کے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں پھر بات واضح ہو جائے گی میں نہیں جانتا کہ یہاں کوئی صاحب ہیں یا نہیں ہیں لیکن امید یہ ہے کہ انگلینڈ میں یا لندن میں کہیں نہ کہیں ہونگے ایک ایسے اس لئے کہ جہاں سے آئے ہیں جب وہاں ایسے ہیں تو کچھ نہ کچھ تو میراث لے کے آئے ہونگے ہمیں ایک صاحب مل گئے فتویٰ سنئے گا ان کا۔ ان کا فتویٰ یہ تھا کہ حسینؑ پر جو روئے گا چاہے وہ کافر ہو چاہے وہ منکر خدا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ ہم نے کہا کہ ایسا نہیں۔ کہا آپ کے نہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ امامؑ کہہ گئے ہیں کہ جو روئے گا جو رلائے گا جو رونے والے کی صورت بنائے گا اس پر جنت واجب ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ جو روئے گا وہ ہندو نہیں ہونا چاہئے جو روئے گا وہ کرسچن نہیں ہونا چاہئے جو روئے وہ ملحد نہیں ہونا چاہئے۔ امامؑ نے کہا جو روئے گا آپ قید لگانے والے کون۔ لیجئے ہماری ساری عقل ضائع ہو گئی ان کے فتوے کے آگے۔ لیکن ایک ذرا سی مثال عرض کر دیں بات واضح ہو جائے گی۔ ادارۂ جعفریہ نے اعلان کیا کہ جولڑکا فرسٹ پوزیشن آئے گا اسے ہم انعام دیں گے۔ ایک درخواست انڈیا سے آ گئی ہم فرسٹ پوزیشن آئے ہیں انعام دیجئے۔ اور تحریر انکی یہی ہے کہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ جو فرسٹ پوزیشن آئے گا یہ کہاں لکھا ہے کہ انگلینڈ میں رہتا ہوگا۔ ہم انڈیا میں رہتے ہیں تو کیا ہوا ہے فرسٹ پوزیشن آئے ہیں تو دنیا کا ہر آدمی کہے گا کہ جب ادارۂ جعفریہ لندن میں ہے تو اس کا تعلق انگلینڈ والوں سے ہے انگلینڈ سے باہر والوں سے نہیں ہے تو یہ ایک بات کہاں سے نکلی۔ یہ وہ عقلی مفہوم ہے جو جو کے ساتھ شامل

ہے۔کیوں شامل ہے کہ کہنے والا کون ہے تو جب ادارہ انگلینڈ کے اندر ہے تو اس کا تعلق انگلینڈ والوں سے ہے۔اب انگلینڈ میں ایک کرسچن کالج ہے ایک جغرافیہ ہسٹری کا لڑکا فرسٹ آتا ہے۔کہا انعام چاہیے۔آپ نے انڈیا والے سے کہہ دیا کہ وہ انگلینڈ والا نہیں ہے ہم تو انگلینڈ کے ہیں۔انہوں نے کہا بھائی ادارۂ جعفریہ نے اعلان کیا ہے۔تو سارے انگلینڈ والوں کے لئے تھوڑے ہی اعلان کیا ہے۔کہا پھر کس کے لئے اعلان کیا ہے تو مختصر طور پر ہم کو یہ کہنا پڑے گا کہ جو سنڈے اسکول ادارۂ جعفریہ میں چلتا ہے اس اسکول کے اندر جو لڑکا فرسٹ پوزیشن حاصل کرے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔یہ مفہوم کہاں سے نکلا۔یہ مفہوم یہاں سے نکلا کہ جب اعلان کرنے والا ادارۂ جعفریہ ہے تو جو فرسٹ آئے گا وہ اس اسکول میں فرسٹ آنا چاہیے جو ادارۂ جعفریہ کے ماتحت چل رہا ہے تو جب حدیث امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمارہے ہیں تو امامؑ کے فرمانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو مومن ہوگا جو اثناعشری ہوگا وہ اگر حسینؑ پر روئے گا تو اس کے لئے جنت واجب ہے تو اگر اسی قسم کی سینہ زوری یا منہ زوریاں یا علم زوریاں ذہن زوریاں جو بھی چاہیں آپ لفظیں استعمال کر لیجئے ان کو اگر ریزلٹ دے دیا جائے تو ہر آدمی مجتہد ہو جائے گا فقیہ ہو جائے گا ہر آدمی چاہے گا کہ جو ہم نے فیصلہ کیا ہے وہی مان لیا جائے لیکن میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تو آدمی کے پاس عبور ہونا چاہیے کہ وہ حکم خدا معلوم کرے۔علم کی بات اور علم کے ساتھ ساتھ کیریکٹر اتنا مضبوط ہونا چاہیے توجہ چاہتا ہوں۔علم کے ساتھ ساتھ کیریکٹر اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ فیصلہ کرتے وقت ذہن کسی قیمت میں فیصلہ میں دباؤ قبول نہ کرے۔فقیہ فقط وہ ہوگا جس کو ساری زندگی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے فتوے کے دیتے وقت فقط یہ پیش نظر رہے کہ جو صحیح صحیح میری عقل میں حکم خدا آتا ہے بغیر کسی

امپریشن کے بغیر کسی دباؤ کے بغیر کسی زحمت کے بغیر کسی پریشر کے مجھے وہ حکم خدا سنانا ہے۔ فیصلہ کرتے وقت اگر اس کی رائے متاثر ہوگئی کسی دباؤ اور پریشر سے تو وہ فقیہ نہیں رہے گا۔ ہم میں کیسے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کو اسی لندن کے قیام کے زمانے کی باتیں بتادوں ایک صاحب ملے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں فشار قبر والی روایت غلط ہے۔ ہم نے کہا کہ وہ کیوں۔ کہا قبروں میں ہم دیکھتے ہیں لاشیں ویسے ہی رکھی ہیں۔ فشار قبر کہاں ہوا تو ہم نے کہا کہ اگر خدا یہ طے کرلے کہ فشار ہوگا مگر زندہ انسانوں کے دیکھنے میں نہیں آئے گا تو کیا ہوگا۔ کہا یہ صاحب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم نے اسکی مزید تسلی کے لئے یہ سنایا کہ امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق تشریف لے گئے تھے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عیسائی آیا اور اسکے ہاتھ میں ایک کھوپڑی تھی۔ آدمی کی کھوپڑی اس نے یہ کہا کہ تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ کافر کو قبر میں عذاب ہوتا ہے میں یہ کافر کی کھوپڑی نکال کر کے لایا ہوں نہ یہ جل رہی ہے نہ اس میں گرمی ہے بالکل ٹھنڈی ہے دیکھ لیجئے۔ کیسے اس پر عذاب ہورہا ہے کیسے ہم مان لیں تو امامؑ نے اس ماحول میں جو سمجھانے کا ذریعہ ہوسکتا تھا اس کو اختیار کرتے ہوئے اس امکان کی طرف متوجہ کرنا چاہا کہ اس کا امکان ہے کہ عذاب ہوتا رہے مگر ہمارے علم میں ہمارے احساس میں نہ آنے پائے آپ نے چقماق کے پتھر منگائے کہنے لگے چھو کے بتاؤ ٹھنڈے ہیں یا گرم ہیں کہا بالکل ٹھنڈے ہیں کہا ان کو رگڑنا شروع کرو۔ چنگاریاں نکلنے لگیں۔ کہا کہ جو خدا اس پر قادر ہے کہ یہ پتھر ساری زندگی ٹھنڈا رہے مگر اس کے کلیجے میں آگ محفوظ رہے وہ خدا اس پر قادر ہے کہ عذاب ہوتا رہے اور ہمارے محسوسات سے باہر رہے تو یہ بتایئے کہ وہ آدمی جس سے امام نے کہا ہوگا وہ اس کے بعد اپنی رائے دے سکتا ہے اگر وہ فتویٰ دینے بیٹھ جائے گا تو حکم خدا کہاں سے معلوم ہوگا۔ میں واقعہ سنانا چاہتا

ہوں بڑا کارآمد خاص طور سے ہماری بہنوں کے لئے اور پر جوش عقیدت رکھنے والوں کے لئے کہ حقائق کیا ہوتے ہیں اور ہم سمجھ کیا بیٹھتے ہیں۔ فقیہ وہی ہوگا جو ہر قیمت پر حکم معلوم کرنے کے لئے بغیر کسی دباؤ کے فیصلہ کرے گا یہ کوئی فیصلہ نہیں ہے میں واقعہ سنا تا ہوں فقط یہ بتانے کے لئے کہ ہم سب جہاں متاثر ہو جائیں گے وہاں فقیہ متاثر نہیں ہوگا۔ شریعت کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں بچوں کو یا پاگلوں کو قبضہ دے دینا کہ وہ جو چاہیں کریں یہ مکروہ ہے اس لئے کہ پاگل کے پاس عقل نہیں ہے بچے کے پاس بھی تمیز اور اس کا احساس نہیں ہے لہٰذا مکروہ ہے کہ بچوں کو یا پاگلوں کو مسجد میں آزادانہ جانے دیا جائے ان کو قابو دے دیا جائے یہ فقہ کا مسئلہ ہے طے شدہ ہے ہمارے ایک عالم گزرے ہیں علامہ حلیؒ۔ وہ مسجد میں درس دے رہے تھے۔ درس اجتہاد یعنی ان کے شاگرد وہ تھے جو فقیہ ہونے والے تھے۔ ایک پاگل مسجد میں آ گیا۔ اگر ہم نے حکم خدا کے خلاف فیصلہ کیا تو گناہ کبیرہ ہو جائے گا اور ہماری ڈیوٹی یہ ہے کہ گناہ صغیرہ بھی نہ ہونے پائے۔ اتنے مضبوط کردار والے کو حق ہوتا ہے کہ وہ عظیم اور وسیع علم کے بعد حکم خدا معلوم کرے۔ اب اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہماری گنجائش کتنی ہے اور فقیہ کی گنجائش کتنی ہوتی ہے۔ میں اب آپ کی خدمت میں جو مسائل عرض کر چکا وہ یہاں تک پہنچے ہیں کہ ہماری ضروریات میں سے ہے کہ ہماری سوسائٹی کے اندر چاہے ایک فقیہ ہو چاہے فقیہوں کی جماعت ہوتا کہ وہ تفصیلی دلائل سے حکم خدا معلوم کرسکیں اور ہم پوچھ کر اس پر عمل کرتے رہیں ہماری گنجائش حکم خدا پوچھ کر کے عمل کرنے کی ہے حکم خدا معلوم کرنے کی اور نکالنے کی نہیں ہے ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

آپ کو لفظوں میں کبھی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ جو فقیہ ہوتا ہے وہی مجتہد ہوتا ہے۔ یوں تو لفظ فقیہ کے معنی بھی سمجھنے والے کے ہیں فقہ کے معنی سمجھنا۔ لیکن لفظ

صلوٰۃ کے معنی کیا ہیں لفظ صلوٰۃ جس کا ترجمہ ہم دعا کرتے ہیں یہ لغوی معنی ہیں نماز کرتے ہیں صلوٰۃ کا ترجمہ اس لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں دعا لیکن صلوٰۃ کے معنی کبھی لغوی رہے ہوں گے دعا کے آج صلوٰۃ سے مراد وہ نماز ہے جو ہم پڑھتے ہیں ویسے ہی فقہ کے معنی سمجھنا فقیہ معنی سمجھنے والا لیکن آج فقیہ کے معنی یہی ہیں کہ فقیہ وہ کہلاتا ہے جو اثنا عشری شیعہ میں قرآن و احادیث کی روشنی میں عقل کے ساتھ فیصلہ کرے اور پورے کردار کے ساتھ فیصلہ کرے کہ یہ حکم خدا ہے۔ اجتہاد کہتے ہیں کوشش کرنا۔ مجتہد کے معنی ہو جائیں گے کوشش کرنے والے کے۔ لیکن مجتہد کے اصطلاحی معنی کیا ہیں کہ جو دلائل تفصیلی سے حکم خدا معلوم کرنے کا ماہر اور ایکسپرٹ ہو گیا ہو اسی کو فقیہ کہتے ہیں اسی کو مجتہد کہتے ہیں۔ کل ایک صاحب نے سوال کیا تھا میرے ذمہ وہ قرض باقی ہے کہ امام جب ظاہر تھے تب کوئی فقیہ اور مجتہد ہوتا تھا یا نہیں ہوتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زمانۂ غیبت سے متعلق چیز نہیں ہے جب امامت ظاہر تھی تب بھی فقیہ ہوتے تھے اور اس وقت بھی اجتہاد اور فقہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ پہلا ثبوت تو آپ سن لیں کہ فقیہ ہوتے تھے یا نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے لئے اتنا ہی ثبوت کافی ہوگا کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب حبیبؑ ابن مظاہر کو جو خط لکھا ہے اس میں یہی لکھا یہ خط ہے حسین ابن علیؑ کی طرف سے مرد فقیہ حبیبؑ ابن مظاہر کے نام تو معلوم ہوا کہ کوئی فقیہ اس وقت ہوتا تھا۔ اب کوئی آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ فقیہ کی کیا ضرورت ہے جب امامؑ موجود ہیں۔ آج کے بھی حالات ہیں جبکہ دنیا بہت چھوٹی ہو چکی ہے ذرائع بہت پیدا ہو چکے ہیں ہم ابھی نجف میں بیٹھنے والے سے قم میں بیٹھنے والے سے رابطہ پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر اس رابطہ پیدا کرنے کے بعد بھی بعض ایسے ایمرجنسی والے حالات پیدا ہونگے کہ ہم کو اتنا بھی موقع نہیں ہوگا کہ ہم رابطہ پیدا کرسکیں۔ اس سے پہلے ہمیں ایک کام کرنا ہوگا مطلب یہ ہے کہ آج بھی

اور کل بھی ایسے حالات تھے کہ آدمی امامؑ تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور سامنے ایمرجنسی آ گئی ہے کہ حکم خدا کے مطابق کوئی فیصلہ کرنا ہے تو اس وقت جوان میں راویان حدیث ہوا کرتے تھے۔ ائمہؑ کے جو اصحاب ہوا کرتے تھے ان کے پاس جو ذخیرۂ علمی اس وقت ہوتا تھا وہ اس میں اجتہاد کر کے فیصلہ کرتے تھے ہمارا ذخیرۂ علمی یہ بتاتا ہے کہ اس وقت حکم خدا یہ ہے۔ فرق کیا ہوتا تھا فرق یہ ہوتا تھا کہ پھر وہ امامؑ سے معلوم کرلیا کرتے تھے کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ آج کے فقیہ کے پاس یہ راستہ نہیں ہے کہ معلوم کر سکے کہ جو ہم نے فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ اسی لئے خدا نے کہا کہ فقیہ نے وہ فیصلہ کیا جو میرے حکم کے مطابق ہے تو اسے دو ثواب ملیں گے اور اگر اس نے وہ فیصلہ کیا کہ میرے حکم کے مطابق نہیں ہے تب بھی اسے ایک ثواب ملے گا۔ یعنی نہ اس کو سزا ہوگی نہ اس پر عمل کرنے والوں کی سزا ہوگی۔ یہ مسئلہ بھی کہ غلط فیصلے کے بعد بھی ہمارا عمل صحیح کیوں ہو جائے گا سمجھ لینے کی بات ہے وہ یہ کہ ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم کام کرتے وقت یہ تصور ہمارا قائم ہو کہ ہم کام کر رہے ہیں حکم خدا کے مطابق یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔ ہماری یہ ڈیوٹی یوں پوری ہوتی ہے کہ ہم نے فقیہ سے پوچھا اس نے بتایا کہ حکم خدا یہی ہے۔ اس کی بھی ڈیوٹی یہ ہے کہ قرآن واحادیث کے جو سارے تفصیلات ہیں ان سے اس کی رائے میں حکم خدا وہی معلوم ہوا ہے اس نے اپنی ڈیوٹی پوری کی ہم نے بھی ڈیوٹی کی۔ لہٰذا وہ بھی ثواب پائے گا ہم بھی ثواب پائیں گے حکم غلط ہو جانے کی ایک مثال عرض کردوں بات واضح ہو جائے گی۔ ایک آدمی ہے جو ایسی جگہ پھنس گیا ہے کہ معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ قبلہ کدھر ہے اور نماز قضا ہو رہی ہے تو قضا ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا ہے قبلہ کے معلوم کرنے کی گنجائش حالات میں نہیں تو فتویٰ کیا ہے مسئلہ کیا ہے تو اگر اتنا وقت ہے کہ چاروں طرف نماز پڑھ سکوتا کہ کوئی ایک نماز قبلہ کی طرف

ہو جائے اگر اتنا وقت نہیں ہے تو دو طرف پڑھ سکتے ہو تو دو طرف پڑھو اگر اتنا وقت ہے کہ فقط ایک طرف پڑھ سکتے ہیں ورنہ نماز قضا ہو جائے گی تو جدھر بھی تمہارا جی چاہے جدھر تمہارا خیال ہو کہ شاید ادھر ہو ادھر پڑھ لو اگر قبلہ کی طرف نہیں بھی ہوگا تو جو تمہاری ڈیوٹی ہے تم نے اس پر عمل کیا ہے ثواب مل جائے گا بس یہی صورت فقیہ کی ہے اور یہی صورت عمل کرنے والے کی ہے جناب شیخ مفیدؒ نے ایک فتویٰ دیا تھا اور فتویٰ یہ دیا تھا کہ عورت مرگئی تھی اس کے پیٹ میں بچہ زندہ تھا لوگ پوچھنے آئے کہ کیا کریں تو انکو خیال نہیں آیا انہوں نے کہا کہ دفن کر دو مع بچے کے جو آدمی فتویٰ پوچھ کے جا رہا تھا اس کے پاس دوڑا ہوا ایک آدمی آیا اور کہا کہ شیخ نے کہلایا ہے کہ عورت مردہ ہے بچہ زندہ ہے لہٰذا پیٹ چاک کر کے زندہ بچہ نکال لو عورت کو دفن کر دو۔ واقعہ گزر گیا ایک عرصہ کے بعد اس آدمی نے کہا کہ آپ نے پہلے یہ فتویٰ بتایا تھا پھر آپ نے آدمی بھیج کے فتویٰ درست کیا۔ شیخ مفیدؒ رونے لگے اور اس دن سے انہوں نے طے کیا کہ اب میں کبھی فتویٰ نہیں بتاؤں گا اس لئے کہ میں نے فتویٰ وہ بتایا جو حکم خدا کے خلاف تھا تو ان کو کسی غیبی ذریعہ سے امامؑ نے اطلاع دی کہ تم فتویٰ دو جب فتوے کو درست کرنے کے لئے ہم موجود ہیں تو تم ذمہ داری سے بھاگ کیوں رہے ہو اور اگر فتویٰ غلط بھی ہو جائے تو کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ایک چیز اور بڑی لازم اور ضروری ہے اس کو اگر آپ سن لیں گے تو موضوع انشاءاللہ کسی حد تک مکمل ہو جائے گا پورے طور پر تو مکمل نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ مردہ کی تقلید جائز نہیں ہے زندہ کی تقلید جائز ہے اگر مردہ کی تقلید جائز ہوتی تو اجتہاد مردہ ہو جاتا سب لوگ شیخ کلینیؒ کی تقلید پر رک جاتے شیخ مفیدؒ کی تقلید پہ رک جاتے۔ اب ان کے بعد جو ایک ہزار اور گیارہ سو سال میں نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں ان مسائل کے بارے میں حکم خدا معلوم کرنے کا ذریعہ ہمارے ہاتھ سے ختم ہو جاتا۔ لہٰذا جس خدا نے

مذہب بھیجا وہ زندہ ہے۔ مذہب زندہ ہے اس کا وارث زندہ ہے لہٰذا اجتہاد زندہ رکھا گیا اور یہاں تک اجتہاد زندہ رکھا گیا کہ ہمارے علماء مفروضات پر فیصلے کرتے رہے۔ میں واقف ہوں اس بات سے کہ کم از کم آج سے دس پندرہ سال پہلے ہمارے علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر انجکشن کے ذریعہ سے مرد کا مادۂ تولید منتقل کر دیا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے۔ یہ بچہ کس صورت میں جائز بچہ ہوگا کس صورت میں ناجائز بچہ ہوگا اس وقت تک کوئی نلکی زادہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ امکان پیدا ہوا تھا کہ شاید سائنس اس منزل تک پہنچ جائے تو ہمارے علماء نے فتویٰ بتایا کیا فتویٰ بتایا کہ فقط جائز اتنا ہی ہے کہ شوہر کا مادہ منتقل کیا جائے۔ غیر شوہر کے مادہ کا منتقل کرنا یہ ویسا ہی ناجائز ہے جیسے بدکاری ناجائز ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا۔ ابھی کوئی ایسا بچہ نہیں پیدا ہوا ہے کہ اگر سائنس ایسی مشین بنا دے کہ اس میں مادے جمع کر دیئے جائیں اور بچہ اس میں سے پیدا ہو جائے تو یہ بچہ کس کا بیٹا ہوگا کس کی میراث پائے گا۔ تو علماء نے فتویٰ دیا کہ جس مرد کا مادہ اس میں شامل کیا گیا ہوگا یہ اس کا بچہ ہوگا اور یہ اس کی میراث پائے گا تو یہ زندہ اجتہاد کے نتائج ہیں کہ مسائل بعد میں آرہے ہیں اور فیصلے فتوے پہلے ہو رہے ہیں۔ اگر تین سو سال پہلے تین سو سال بعد امامؑ کی غیبت میں اس کے بعد تیسری صدی میں چوتھی صدی میں مسائل روک دیے گئے ہوتے کہ اجتہاد ختم مردہ کی تقلید جائز تو آج اجتہاد مردہ ہو گیا ہوتا۔ جہاں اجتہاد مردہ ہو گیا ہے ان کے پاس پریشانیاں ہیں۔ جہاں اجتہاد زندہ ہے وہاں کوئی پریشانی نہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اب فقیہ اور فقہ اور تقلید کے گرد بہت سے ضروری مسائل تھے جو میں آپ کے سامنے نہیں پیش کر سکا۔ یہ تصور ہے جس کے ذریعہ میں یہ سمجھا سکتا ہوں اپنے بچوں کو اپنی بیٹیوں کو کہ فقیہ کیا ہوتا ہے کیسے ہوتا ہے اس کی ڈیوٹی کیا ہے اس کے بارے میں ہماری ڈیوٹی کیا ہے۔ اب ولایت کے معنی

کیا ہیں۔ ولی کے معنی کیا ہیں۔ اس لفظ کے بہت سے معنی ہیں لیکن جو معنی زیر بحث ہے اس کے لئے بہت عمدہ مثال یہ ہوگی کہ آپ متوجہ ہو جائیں کہ باپ ولی ہوتا ہے اپنی نابالغ اولاد کا۔ اگر باپ زندہ نہ ہو تو دادا ولی ہوگا۔ اس ولی ہونے کے کیا معنی ہیں۔ اس ولی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بچہ چونکہ ابھی سمجھ نہیں رکھتا ہے لہٰذا جو باپ فیصلہ کرے گا اس فیصلہ کو بچے کو بھی ماننا پڑے گا۔ جو دادا فیصلہ کرے گا اس فیصلہ کو بچے کو بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ ولی کا فیصلہ ہے۔ ولی معنی منتظم۔ ولی معنی نگراں۔ ولی معنی کہ جس کا وہ ولی ہے اس کے نیک و بد کا وہ اپنے ذمہ ذمہ داری رکھتا ہے کہ اس کا کوئی نقصان ہونے نہ پائے۔ اس کا کوئی مفاد ضائع نہ ہونے پائے اگر آپ نے ولی کے اس مفہوم کو سمجھ لیا ہے تو یہ لفظ ولی جس مصدر سے نکلا ہے وہ ہے ولایت۔ یہیں پر ولایت کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک ولایت کاملہ اور مطلقہ ہے جو اللہ کو حاصل ہے نبیؐ کو حاصل ہے نبیؐ کے بعد امامؑ کو حاصل ہے اس کے علاوہ ولایت کاملہ مطلقہ کسی کو حاصل نہیں۔ ان کی ولایت کاملہ کیسی ہے ان کی ولایت کاملہ ایسی ہے کہ ان کو ہماری جان مال پر سو فیصدی حق حاصل ہے میں صرف آپ کی یادداشت تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور سرور کائنات نے غدیر خم کے میدان میں کہا تھا کہ بتاؤ تم اپنی جانوں کے مالک ہو یا تمہاری جانوں کا میں مالک ہوں اور مسلمانوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ ہماری جانوں کے آپ مالک ہیں یعنی یہ پیغمبرؐ اپنی ولایت کا اقرار لے رہے تھے تبھی آپ نے فرمایا تھا کہ میرا مولا اللہ ہے میں تمہارا ولی ہوں تمہارا مولا ہوں اور جس کا میں مولا ہوں اسکے یہ علیؑ مولا ہیں۔ یہ ولایت کاملہ مطلقہ ہے اس کی حدیں اور بھی ہیں نشاندہی میں صرف کرنا چاہتا ہوں تفصیلات میں نہیں جانا ہے۔ ان کو ساری دنیا پر کامل ولایت حاصل ہے کہ یہ ڈوبے ہوئے آفتاب سے کہہ دیں تو پلٹ آئے۔ ان کو ساری کائنات پر ولایت مطلقہ حاصل ہے

کہ بھاگتے ہوئے جانور کو آواز دیں تو پلٹے۔ انسان کی طرح بولے اور ان کے لئے گواہی دے۔ ان کو ولایت کاملہ حاصل ہے کہ ساری تاریخ میں حجر اسود چپ رہے گا مگر جب یہ چاہیں گے تو حجر اسود گواہی دے گا کہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یہ وہ ولی ہیں کہ جو ان کو ولی نہیں مانے گا وہ مومن نہیں ہوگا۔ یہ وہ ولی ہیں کہ جو ان کو ولی نہیں مانے گا اس کی نجات نہیں ہوگی۔ یہ چند اشارے ہیں یہ چند حدیں ہیں ولایت کاملہ مطلقہ کی جو میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔ یہ امامؑ کی عدم موجودگی میں یا جب کوئی آدمی امامؑ تک نہیں پہنچ سکتا ہو چاہے زمانۂ غیبت ہو یا زمانۂ ظہور ہو۔ صورتحال یہی ہے کہ آدمی امامؑ تک نہیں پہنچ سکتا ہے کسی وجہ سے تو اب چند چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پہلا مرحلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکم خدا کس سے پوچھیں لہٰذا جب تک آدمی امامؑ تک نہیں پہنچ سکتا ہے یعنی ولی کامل تک ولی مطلق تک نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک یہ حق کہ مسئلہ کون بتائے گا یہ فقیہ کے حوالے ہے ویسے کچھ کام ہیں جو امامؑ کو انجام دینا ہیں۔ اب ولایت فقیہ کے جس ایک مسئلہ پر نگاہ رکھتے ہیں میں اس کو بہت دیر میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امامؑ کے کچھ اور وہ جو کائنات پر حق حکومت ہے اسے چھوڑ دیجیے جو انکو نیابت رسولؐ حاصل ہے وہ الگ چیز ہے اگر کسی مسلمان کے کسی مال کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کے وارث امامؑ ہونگے۔ کوئی ایسا سوسائٹی کا مسئلہ ہے جس کے حل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اسکو امامؑ حل کریں گے اس میں سے ایک مسئلہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ شوہر بیوی کو رکھتا بھی نہیں اور طلاق دیتا بھی نہیں تو اب بیوی کی زندگی معلق ہے اس کو اس دنیاوی دوزخ سے نجات کیسے دلائی جائے اگر مذہب کہے ہم مجبور ہو جائیں گے تو پھر یہ مذہب رحمان ورحیم کا مذہب نہیں رہے گا مذہب مذہب رحمت نہیں رہے گا۔ مذہب سوسائٹی کے لئے مکمل نہیں رہے گا تو یہ ناقص

ہو جائے گا تو جب شوہر بیوی کو رکھتا بھی نہیں ہے طلاق دیتا بھی نہیں ہے تو اگر وہ طلاق نہیں دیتا ہے نہ صیغہ پڑھتا ہے نہ کسی کو وکیل کرتا ہے تو امامؑ خود بحیثیت امامؑ کے طلاق پڑھ دیں گے اور اگر امامؑ تک رسائی نہیں ہے تو یہ پاور فقیہ کے پاس آتا ہے مجتہد جامع الشرائط کے پاس آتا ہے کہ وہ اپنے طور پر یہ اطمینان کر لے گا کہ شوہر رکھنا بھی نہیں چاہتا ہے طلاق دینا بھی نہیں چاہتا ہے تو وہ حاکم شرع ہونے کی حیثیت سے طلاق پڑھ دیں گے۔ تا کہ جو سوسائٹی کا جلتا ہوا مسئلہ ہے وہ حل ہو جائے یہ وہ حدود ہیں جن کا نام ہے ولایت فقیہ۔ تو ایک مرحلہ ہے کہ جب امامؑ تک رسائی نہیں ہے تو مسائل کس سے معلوم کریں۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ سوسائٹی کے وہ مسائل جو امامؑ حل کیا کرتے تھے امامؑ کی غیبت میں انکو کون حل کرے گا۔ تیسرا مسئلہ ہے کہ اگر مومنین ناجائز عدالتوں میں نہیں جانا چاہتے ہیں اور آپ اگر آقائے خوئیؒ کا مسئلہ پڑھیں۔ تو اگر دو مومنوں کے درمیان مقدمہ دائر ہو جائے تو غیر اسلامی شریعت غیر اسلامی عدالت جو آج ایران کے علاوہ دنیا میں کہیں نہیں ہے اسلامی عدالت۔ کسی غیر اسلامی عدالت میں مقدمہ لے جانا ہی حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی ہم پر مقدمہ دائر کر دے تو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے عدالت میں جانے سے روک دیا ہے تو کوئی ذریعہ ہونا چاہئے جہاں مسائل حل ہو جائیں وہ مسائل کہ حاکم شرع فقیہ اور مجتہد کے پاس ہوں گے یہ فیصلے کرنا۔ سوسائٹی کی ضرورتوں کے لئے اپنے پاور کو استعمال کرنا۔ اپنے علم و استطاعت کی حد تک حکم خدا معلوم کر کے لوگوں کو بتانا یہ سب ولایت فقیہ کے حدود ہیں۔ اب میں نے جو آپ کے سامنے جو چیزیں کہی ہیں ان کو تقسیم کر دیجئے یعنی کچھ ضرورتیں انسانی زندگی کی ہوتی ہیں ہم یہ چیز کھائیں کہ نہیں کھائیں یہ ہماری انفرادی اور نجی ضرورت ہے۔ ایک عورت معلق زندگی بسر کر رہی ہے اس کو اس

عذاب دنیا سے کیسے نجات دی جائے یا تو اس کو شوہر رکھ لے یا اسکو طلاق ہو جائے یہ مشترک مسئلہ ہوگیا سوسائٹی کا مسئلہ تو کچھ انفرادی زندگی کے مسائل ہوتے ہیں کچھ اجتماعی زندگی کے مسائل ہوتے ہیں ان کو فقیہ حل کرتا ہے۔ اب ایک تیسرا مرحلہ آتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ اسلامی حکومت قائم ہوگئی ہے تو اب اسلامی حکومت کو کون چلائے گا۔ کس قانون کے ماتحت چلائے گا امامؑ موجود نہیں ہے تو یہ کام بھی فقیہ ہی کے ذریعہ انجام پائے گا۔ اسی میں حدود وہ بھی پیدا ہو جائیں گے کہ جب غیر مسلم سے یا مسلمان ایسا ہے جو مسلمان پر حملہ یا اسلام پر حملہ کر رہا ہے اس وقت لڑائی کے لئے کون فیصلہ کرے گا کہ لڑنا ہے یا نہیں لڑنا ہے یہ مسائل بھی سامنے آتے ہیں۔ یعنی انفرادی زندگی کے مسائل سوسائٹی کے مسائل اس کے ساتھ ساتھ جب اسلامی حکومت قائم ہو جائے یا نہیں بھی قائم ہو لڑائی اس کے بغیر بھی سامنے آسکتی ہے تو کل میں نے کسی کے سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ چار صورتیں ہوتی ہیں جہاں لڑائی سامنے آئی۔ دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا یعنی ہماری ذات پر حملہ ہوگیا ہمارے خاندان پر حملہ ہوگیا ہمارے شہر پر حملہ ہوگیا یعنی ہم پر حملہ ہوگیا یہ کہا جائے تو ایسے دشمن سے لڑنا واجب ہے جائز نہیں واجب ہے اپنا دفاع کرنا واجب ہے اور کسی سے پوچھنے جانا نہیں ہے۔ شریعت نے ہم کو حق دے دیا حق دفاع۔ دوسری صورت حال یہ ہے کہ ہم پر حملہ نہیں ہوا ہے لیکن مسلمانوں پر حملہ ہوگیا ہے تو ان مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کے ہم جنگ میں شامل ہوں یا نہ شامل ہوں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ہم پر حملہ نہیں ہوا ہے مگر اسلام کی بیخ کنی کے لئے حملہ کیا گیا ہے۔ حملہ آور کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو مٹا دیا جائے تو اگرچہ ہماری ذات پر حملہ نہیں ہوا ہے ہمارے خاندان پر حملہ نہیں ہوا ہے ہماری جان اور مال محفوظ ہے لیکن اسلام پر حملہ ہوگیا ہے تو ایسے دشمن کو مٹانے کے لئے اس کی کوشش ناکامیاب ہو جائے

جنگ میں ہمیں شامل ہونا ہے یا نہیں ہونا ہے اس میں ہم کو ہماری رائے پر فیصلہ کرنے کا حق نہیں دیا گیا ہے یہاں پر ہم کو فقیہ سے پوچھنا ہوگا کہ ایسی صورتحال ہے یا نہیں ہے کہ ہم جہاد میں شریک ہوں۔ ہم پر جہاد میں شریک ہونا واجب ہے یا نہیں واجب ہے تو ہم پر براہ راست حملہ ہو جائے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اجازت موجود ہے ہر آدمی کے پاس لیکن ہم پر براہ راست حملہ نہ ہو مسلمانوں پر حملہ ہو یا اسلام کو مٹانے کے لیے حملہ ہو تو فقیہ کی اجازت کے بعد جب وہ فیصلہ کرے گا کہ اب حکم خدا یہی ہے کہ تم کو جنگ میں شامل ہونا چاہیئے تو ہم شامل ہوں۔ ایک چوتھا موقع اور ہوگا ایک چوتھا موقع اور ہوتا ہے کہ کبھی سوسائٹی کو بچانے کی وہ منزل آجاتی ہے کہ غیر مسلم سے یہ کہا جاتا ہے یا مسلمان ہو جاؤ یا پھر قتل ہونے پر تیار ہو جاؤ۔ آپ اس مسئلہ پر اگر کچھ تردد ظاہر کریں گے تو میں کل وضاحت کرسکوں گا آج وضاحت نہیں کرسکوں گا لیکن صرف اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ فساد فی الارض ایک ایسا جرم ہے شریعت کی نگاہ میں۔ جس پر آدمی واجب القتل ہو جائے تو جب کبھی کوئی ایسی طاقت پیدا ہو جائے ایسی سوسائٹی پیدا ہو جائے ایسی فوج پیدا ہو جائے جو اپنے اثرات سے اسلام کو مٹانا چاہتی ہو اپنے اثرات سے مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دینا چاہتی ہو تو ایسا بھی وقت آسکتا ہے کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ تمہاری مسرت اور نقصان کا بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ یا تو تم مسلمان ہو جاؤ تا کہ جو صورتحال ہے وہ ختم ہو جائے یا تو تم ختم ہو جاؤ تا کہ یہ متضاد صورتحال نہ رہے کہ مسلمان اپنے دین سے بیگانے ہو جائیں اس جہاد کا نام جہاد ہجومی ہوتا ہے جہاد اجتماعی ہوتا ہے۔ پہلی جو تین قسمیں میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں ان میں دشمن نے حملہ کر دیا ہے چاہے ہم پر کیا ہے چاہے مسلمان پر کیا ہے چاہے اسلام پر کیا ہے اور یہ جو چوتھی شکل پیش کر رہا ہوں اس میں حملہ ہم کو کرنا ہوگا تو وہ جہاد دفاعی

ہے یہ جہاد ابتدائی ہے جہاد ہجومی ہے یعنی ہم کو اس پر ہجوم کرنا ہے تو اس کے بارے میں کسی کی اجازت درکار ہے تو اکثریت علماء جن سے میں واقف ہوں میرا علم اس مسئلہ میں کامل نہیں ہے وہ یہی ہے کہ یہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں اذن معصوم ضروری ہے کہ معصوم حکم دے کہ تم حملہ کرو۔ اب میں اپنے موضوع کو مکمل کرتے ہوئے آپ کے سامنے یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ میں نے فقیہ کے معنی بتادیئے ولایت فقیہ کے معنی بتادیئے۔ اب میں سارے بیان کو ایک آخری مرحلہ پہ لاکے آج کی تقریر کو مکمل کردینا چاہتا ہوں۔ جیسے ہر مسئلہ میں فقہاء کے فیصلے الگ الگ ہوتے ہیں کہ نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں واجب ہے تو واجب عینی ہے یا واجب تخییری ہے ویسا ہی فقیہ کی ولایت کے حدود کتنے ہیں پورے ہیں یا جزوی ہیں اس میں علماء کے فتوے الگ الگ ہوتے ہیں کوئی محدود ولایت مانتا ہے کوئی اس سے زیادہ مانتا ہے تو یہ جیسے سارے مسائل میں اختلافات ہیں علماء کے درمیان لیکن وہ شریعت و دین کا اختلاف نہیں ہے وہ فیصلہ کا اختلاف ہے ویسے ہی ولی فقیہ کو کتنی ولایت کا حق حاصل ہے اس میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی محدود مانتا ہے کوئی وسیع مانتا ہے۔ یہ ذمہ داری ہماری نہیں ہے ہم جس کی تقلید میں ہوں اس سے ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ وہ ولایت فقیہ کے حدود کیا مانتا ہے اور اس اصول کے مطابق ہم کو عمل کرنا ہوگا یہ وہ ناچیز خیالات ہیں جو میں نے اپنی بساط بھر پیش کئے ہیں اب اگر آپ کے سامنے متعلق مسائل ہوں گے تو میں اپنی طاقت بھر اس کو حل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب میں آپ کی خدمت میں آخری لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ مذہب مکمل مذہب ہے اس میں زندگی کے ہر حال اور ہر مرحلے اور مسئلے کے لئے کوئی نہ کوئی فارمولہ ایجاد کیا ہے اگر آپ بچا ئے۔ فقیہ کا وجود نہ ہو۔ فقیہ کے ذریعہ دین نافذ نہ ہو فقیہ کے ذریعہ سوسائٹی کی ضرورتوں کو مکمل نہ کیا جائے تو یہ دین نامکمل ہو جائے گا یہ بالکل

ایسی ہی شرکت ہے جیسے حسینؑ کے ساتھ کربلا میں اصحاب شرکت کر رہے ہیں بیعت کا مطالبہ یزید نے حسینؑ سے کیا تھا سب سے تو نہیں کیا تھا۔ لیکن جب امامؑ نے بیعت سے انکار کیا تو یزید نے حسینؑ کو قتل کرنا طے کیا جب یزید نے حسینؑ کو قتل کرنا طے کیا تو اب جن کو یہ بات معلوم تھی ان کا فریضہ ہو گیا کہ وہ اپنے کو قتل ہونے کے لئے پیش کر دیں اور جہاں تک حسینؑ کو بچا سکتے ہوں بچائیں یہ بھی تو ممکن تھا کہ تن تنہا امامؑ شہید ہو جاتے اگر امامؑ شہید ہو جاتے تو شہادت حسینؑ ہوتی واقعۂ کربلا نہ ہوتا۔ یہ میں نے صرف مصائب تک آنے کے لئے چند جملے آپ کی خدمت میں عرض کئے ہیں اور اب ذکر مصائب کر کے مجلس تمام کرنا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے حبیبؓ کو خط میں لکھا تھا کہ میں رجل فقیہ کو خط لکھ رہا ہوں۔ اس رجل فقیہ نے عاشور کے دن فیصلہ کیا اور فیصلہ کیا کہ جب نماز ظہر پڑھنے کے لئے امامؑ نے کہا کہ ہم نماز ظہر پڑھنا چاہتے ہیں اتنی دیر کے لئے جنگ روک دو تو یزید کے ایک ملعون سپاہی نے کہا۔ حسینؑ نماز پڑھو یا نہ پڑھو نماز تمہارے کام نہیں آئے گی۔ امامؑ نے اس فقرے کے بعد نماز پڑھنا طے کیا۔ جب امامؑ نے اس فقرے کے بعد نماز پڑھنا طے کیا تو دشمن نے حسینؑ کا نشانہ لے کے تیر پھینکنا طے کیا تا کہ جب تک حسینؑ نماز پڑھیں تب وہ اس لئے تیر پھینکیں کہ وہ حسینؑ سے لڑے بغیر حسینؑ کی شہادت ہو جائے تو یہی تو فیصلے ہو رہے تھے سنئے۔ پہلا فیصلہ زہیر اور سعید نے کیا کہ سارے اصحاب امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ہم اتنی دیر امامؑ کی حفاظت کریں گے کہ امامؑ نماز پڑھ لیں پھر زندہ رہیں گے تو نماز پڑھ لیں گے نہیں زندہ رہیں گے تو پھر ہماری یہی آخری نماز ہو جائے گی چنانچہ آپ کے سامنے واقعہ ہے کہ زہیر زندہ رہے اور سعید انہیں تیروں کی بارش میں چھلنی ہو کے گزر گئے اور شہید ہو گئے۔ تو جب حسینؑ نے فیصلہ کیا کہ نماز پڑھنا ہے دشمن نے فیصلہ کیا کہ تیر اندازی کرنا ہے۔ سعیدؓ و زہیرؓ نے فیصلہ کیا کہ ہم

کو حسینؑ کی حفاظت کرنا ہے تو اسی موقع پر حبیبؑ ابن مظاہرؑ نے فیصلہ کیا۔ حبیبؑ ابن مظاہر نے فیصلہ کیا کہ یہ تو حسینؑ کی جان کی حفاظت ہو گئی لیکن حسینؑ کی عزت کتنی قیمتی ہے اس کی حفاظت کتنی واجب ہے اس کو بھی دنیا کے سامنے پیش ہونا چاہئے لہٰذا حبیبؑ ابن مظاہرؑ جن کو حسینؑ نے مرد فقیہ کہا تھا وہ صف جماعت سے نکل آئے۔ انہوں نے ہتھیار سجائے اور گھوڑے پر بیٹھے اور میدان کی طرف جانے لگے تو حسینؑ سے کہا کہ مولا اب مجھے نہ روکئے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں الفاظ آپ کے سامنے وہی نقل کرتا ہوں ہمیشہ جو واقعہ کے الفاظ ہوتے ہیں نہ کہ کتاب اور روایت کے الفاظ ہوتے ہیں۔ حبیبؑ نے کہا کہ آقا آپ کو آپ کے بزرگوں کا واسطہ اب مجھے میدان میں جانے سے نہ روکئے۔ حسینؑ نے کہا نہ روکیں گے ہم تم کو لیکن یہ تو بتاتے جاؤ کہ تم اتنے بے چین ہو کے کیوں جا رہے ہو۔ کہا مولا کیا اس کے بعد بھی کوئی کم بے چینی کی جگہ رہ جائے گی کہنے والے نے ابھی کیا کہا ہے میں اس کے اس تکلیف دہ اور آپ کی توہین کرنے والے فقرے کو سن کے برداشت نہیں کرسکتا ہوں یا مر جاؤں گا یا توہین کرنے والے کو مار ڈالوں گا۔ لیکن زندہ نہیں رہوں گا کہ زندہ رہوں اور میرے سامنے میرے مولا کی توہین کی جا رہی ہو حسینؑ نے کہا کہ حبیبؑ اس نے مجھے کہا ہے جب میں نے برداشت کرلیا ہے تو تم کیوں نہیں برداشت کر رہے ہو۔ حبیبؑ نے کہا فرق یہی ہے آپ امامؑ ہیں آپ برداشت کر رہے ہیں میں آپؑ کا چاہنے والا ہوں مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا ہے اور اس کے بعد حبیبؑ چلے میدان میں آئے لڑے اور زخمی ہوئے اور زخمی ہونے کے بعد حسینؑ کو آواز دی کہ مولاؑ میری خبر لیجئے تو میں آپ کے سامنے دو فقرے عرض کرنا چاہتا ہوں اس لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ عاشور کے دن حسینؑ دو مرتبہ بہت بے چین ہوئے پہلی مرتبہ تب بہت بے چین ہوئے جب حبیبؑ نے پکارا اور دوسری

مرتبہ تب بہت بے چین ہوئے جب عباسؑ نے پکارا۔ جب حبیبؑ نے پکارا تو حسینؑ گھوڑے پر بیٹھ کر چلے اور یہ کہتے ہوئے چلے حبیبؑ۔ حبیبؑ تیرے جیسے دوستوں کے بعد اب حسینؑ زندہ نہیں رہنا چاہتا ہے یہ حسینؑ کے الفاظ میں قدر دانی ہے حبیبؑ کی انکے اقدام کی انکی شہادت کی ان کے کردار کی انکی پوری زندگی کی۔ میں نے جو کتابوں میں ایک چھوٹا سا واقعہ پڑھا ہے اگرچہ وہ نامکمل ہے مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں اسے سنا دوں میں جتنا پڑھ سکا ہوں اتنا مجھے واقعہ ملا ہے وہ اتنا ہی ملا ہے کہ جب کوفے کے بازار میں نیزوں پر شہیدوں کے سر آئے ہیں تو ایک نوجوان بچہ تھا جو ابھی جوانی کی حد تک نہیں پہنچا تھا وہ اس آدمی کے چاروں طرف بار بار گھومتا تھا جس کے ہاتھ میں وہ نیزہ تھا جس پر حبیبؑ ابن مظاہر کا سر تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ یہ حبیبؑ کا بیٹا تھا جو اپنے باپ کے سر کو چھیننا چاہتا تھا۔ چھیننے میں کامیاب نہیں ہو سکا بلکہ وہ قتل کر دیا گیا لیکن میرا تصور مجھے بے چین کرتا ہے۔ جب حبیبؑ کے بیٹے نے اپنے باپ کے سر کو چھیننے کی کوشش کی ہوگی تو اگر کہیں زینبؑ کی نگاہ پڑ گئی ہو۔ کہیں اگر سکینہؑ کی نگاہ پڑ گئی ہو تو ان شاہزادیوں کو یہ خیال آیا ہوگا کہ اللہ حبیبؑ کا بیٹا موجود ہے جو اپنے باپ کا سر چھیننے کی کوشش کر رہا ہے لیکن نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں کوئی نہیں ہے جو حسینؑ کے سر کو چھیننے کی کوشش کر سکے ایک سید سجادؑ زندہ ہیں تو گلے میں طوق پڑا ہوا ہے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں پیروں میں بیڑیاں ہیں پیر شکم ناقہ سے بندھے ہوئے ہیں ہمارا یہ بھتیجا ہمارا یہ بھائی یہ سکینہؑ کا تأثر ہوگا خود زینبؑ کا تصور ہوگا کہ بھیا اتنا مجبور ہے میرا بیٹا اتنا مجبور ہے کہ وہ سر حسینؑ کو نوک نیزہ پر دیکھ رہا ہے مگر چھین نہیں سکتا ہے۔

"سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس
(۳)

قَالَ عَلِیٌ عَلَیہِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰنْ ۝

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ سوسائٹی میں ہر اچھی بری سمجھ کو عقل کہہ دیا جاتا ہے۔ آپ ہمیں متوجہ کرتے ہیں کہ ہر اچھی بری سمجھ کا نام عقل نہیں ہے۔ عقل کیا ہے، ماعبد بہ الرحمٰن جو خدا تک پہنچائے جو خدا کے سامنے مطمئن طور پر جھکائے اس سمجھ کا نام عقل ہے لیکن وہ چالاکی وہ عیاری جو بری کی راہ میں ہوتی ہے مولا نے کہا کہ وہ عقل نہیں ہے وہ شیطنت ہے وہ برائیوں کے لیے راہ پیدا کرنے والی عقل ہے۔ مجھے جو کچھ آپ کے سامنے کہنا ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے مولائے کائنات کے ایک دوسرے ارشاد کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں آپ نے اپنے بارے میں اور ان حالات کے بارے میں جس سے آپ گزرے ہیں اور اس ناسمجھ رائے کے بارے میں جو ان حالات کی روشنی میں آپ کے بارے میں قائم ہوسکتی ہے۔ ان ساری باتوں کی طرف اس فقرے میں آپ نے ہر انسان کو متوجہ کیا ہے آپ نے فرمایا لولا الدین اگر دین نہ ہوتا یا بعض نسخوں میں ہے کہ لولا التقیٰ اگر خوف خدا نہ ہوتا پرہیزگاری نہ ہوتی تو صرف لفظی فرق ہے

مفہوم ایک ہےتو آپ نے فرمایا اگر خوف خدا نہ ہوتا دین نہ ہوتا تو عربوں میں اس لئے کہ اس وقت حالات عرب کے سامنے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس پورے عرب میں کوئی ایسا آدمی جو مجھ سے زیادہ ہوشیار ہوتا وہ نہیں نکل سکتا تھا مولانے یہ بات تب کہی ہے مولانے یہ بات اس وقت کہی ہے جب کچھ ذہن ہلکے ذہن کمزور ذہن یہ سوچنے لگے ہیں کہ علیؑ کو کامیابی کیوں نہیں حاصل ہوسکی اور علیؑ کے مقابلے میں وہ دشمن جو ہر عیاری و مکاری اور چالاکی کو استعمال کرتا ہے وہ کامیاب کیوں ہوجاتا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کہ جو وہ چالاکی کرسکتا ہے میں نہیں کرسکتا۔ایسا نہیں ہے کہ جس مکاری پر وہ قادر ہے وہ میرے بس سے باہر ہے نہیں صورتحال یہ ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے وہ میں کرسکتا ہوں لیکن میرے سامنے دین ہے میرے سامنے پرہیزگاری ہے میرے سامنے تقویٰ ہے لہٰذا کرسکنے کے باوجود بھی اس کام کو نہیں کرتا۔تو وہاں آپ نے ہم سے کہا کہ العقل ما عبد بہ الرحمٰن عقل وہ ہے جو انسان کو خدا تک پہنچائے اور خدا کے سامنے جھکائے اور یہاں آپ نے فرمایا کہ اس عقل کا استعمال دین کی پابندی کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے چاہے دنیاوی زندگی میں ظاہری طور پر بہت سارے نقصانات بھی ہوجائیں تو ہمیں ان نقصانات کا کوئی افسوس اس لئے نہیں ہے کہ ہم نے سمجھ بوجھ کے اپنا راستہ طے کیا ہے اور پہلے سے یہ سمجھ کے طے کیا ہے کہ ہم کو یہ نقصان برداشت کرنا ہے اس لئے کہ یہ نقصان برداشت کرنا ہے مگر دین کا نقصان نہیں برداشت کرنا ہے پرہیزگاری کا نقصان نہیں برداشت کرنا ہے۔یعنی جو آپ نے فرمایا ہے اس کو اپنی زندگی میں کرکے دکھایا ہے اور ہماری نگاہوں کو متوجہ کیا ہے کہ پہچانو! کیسے کیسے موقع آئے ہیں جب حقیر ترین انسان اپنی چالاکی سے کام بنالیتا ہے تو میں تو اس سے کہیں زیادہ ہوشیاری دکھا سکتا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ جو شرافت چھوڑ دے جو شرم چھوڑ دے جو اخلاق چھوڑ دے

جو کردار چھوڑ دے وہ سب کچھ کر سکتا ہے لیکن جو ان سب چیزوں کو مانتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں ہے۔ آپ واقف ہیں کہ میں نے ان مجلسوں کا آغاز اس لئے کیا ہے کہ میں اپنے بچوں کے سامنے اپنے جوانوں کے سامنے اپنی بہنوں بیٹیوں اور بھائیوں کے سامنے کچھ ایسے تذکرے پیش کرنے کی کوشش کروں جو مذہب سے متعلق الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں یا کس حد تک کامیاب ہوں لیکن کوشش میں ضرور کرنا چاہتا ہوں اور اس امید پر کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ کوشش کرنا میرا کام ہے کامیابی دنیا اس کا کام ہے تو میں نے کل تک آپ کے سامنے جو تذکرے کئے ہیں ان کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ خدا کے وجود تک۔ خدا ہے اس کے یقین واقرار تک ہم کو اپنی عقل کے ذریعہ پہنچنا ہے۔ عقل ہمیں بتا دے کہ خدا ہے۔ پھر جتنی آیتوں میں قرآن مجید میں تذکرہ ہے کہ خدا ہے وہ ہمارے اس فیصلے کی تائید میں استعمال ہوں گی۔ چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال اور ان کے وہ سارے کام اور سارے طرز عمل جن سے وجود خدا کا ثبوت ملتا ہے وہ اس عقلی فیصلے کی تائید میں استعمال ہوں گے میں نے آپ کے سامنے اس مسئلہ کو دو دن سے روک رکھا ہے اس کی خاص غرض اور اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ وجود خدا کے ثابت کرنے میں ابتدائی طور پر فقط عقل سے کام لینا ہے اس کی تائید میں حدیث کو لانا ہے اور آیت کو لانا ہے لیکن کب جب عقل وہاں تک پہنچ جائے لیکن جب ہمیں عقلی فیصلے سے خدا کے وجود کا یقین ہو جائے اور پھر اس کے بعد وہ احکام دینا شروع کرے تو اب عقل کا کام بدل جائے کیا بدل جائے گا کہ اب تک یہ ہے کہ عقل فیصلہ کرے گی کہ خدا ہے اور آیتیں تائید کریں گی اس عقلی فیصلے کی معصومینؑ کے ارشادات تائید کریں گے اس عقلی فیصلے کے لیکن جب ہم نے عقل سے خدا کو مان لیا تو اب ان سے احکام حاصل کریں

گے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ کیا مانو کیا نہ مانو کیا کرو کیا نہ کرو اور اس کے بعد اب عقل کا فریضہ یہ ہوگا کہ وہ تائید کرے ان چیزوں کی معصومینؑ کے جوارشادات ہورہے ہیں یا خدا کا فرمان ہورہا ہے۔ دونوں صورتحال کو آپ کے پورے طور پر محسوس کرلیا ہوگا۔ اب میں پھر آپ کو زحمت دینا چاہتا ہوں کہ وہی ایک دلیل چاہے وہ ہزار طریقے سے پیش کی جائے لیکن بنیاد ایک ہی ہے کہ اس دنیا میں ہمارا آپ کا ہر ایک کا وجود کسی نہ کسی کا رہین منت ہے۔ اس لئے جو نہیں تھا اس میں ہونے کی صلاحیت نہیں تھی۔ یہی دلیل ہے کہ جسکو جتنی راہوں سے چاہئے پیش کیجئے جو وجود پروردگار عالم کو ثابت کرے۔ میں نے کل بیان جہاں پہ چھوڑا تھا وہ یہ تھا کہ اس کے بعد بھی کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کا ہونا ثابت نہیں ہوتا یہی میرے وعدے کے مطابق آج مجھے بیان کرنا ہے اب آپ کی توجہ حاصل کرتے ہوئے آج کے مخصوص حصۂ بیان کو شروع کرنا چاہتا ہوں ایک ثواب و برکت کے لئے مل جل کے ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

ایک بڑی بنیادی بات ہے اگر میں اسے سمجھا سکا تو انشاء اللہ بڑی کارآمد بات ہوگی۔ وہ یہ کہ جب کبھی ہم۔ توجہ چاہتا ہوں۔ جب کبھی ہم۔ جب کبھی ہم ذریعۂ علم کو تبدیل کردیں گے تو ہم حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش کے باوجود بھی علم حاصل کرنے میں ناکامیاب رہیں گے۔ میرا فقرہ ابھی قابل تشریح ہے مجھے وضاحت کرنا ہے کہ ذریعۂ علم کی تبدیلی کا کیا مطلب ہے اور مخلصانہ کوشش کے بعد محرومی کا مطلب کیا ہوا تو جو جانتے ہیں وہ صبر سے کام لیں گے میں نہ جاننے والوں کے لئے عرض کررہا ہوں کہ اس دنیا میں انسان جتنی چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے اس کے سارے علم حاصل کرنے کے ذریعہ پانچ حواس ہیں۔ یا ہم آنکھ سے دیکھ کے کوئی چیز معلوم کرتے ہیں یا ہم سن کے کوئی چیز معلوم کرتے ہیں یا ہم سونگھ کے کوئی چیز معلوم

کرتے ہیں یا ہم چکھ کے کوئی چیز معلوم کرتے ہیں یا ہم چھو کے کوئی چیز معلوم کرتے ہیں۔ یہاں پر میں ایک لفظ کہنا چاہوں گا کہ جب چھونے کا راستہ بیان ہوتا ہے تو جلدی سے لوگوں کی زبان سے ہاتھ کا لفظ نکل جاتا ہے لیکن چھونے کی طاقت فقط ہاتھ میں نہیں ہے پورے جسم میں جو یہ کھال منڈھی ہوئی ہے اس پوری کھال میں چھونے کی صلاحیت ہے ایسا ہی نہیں کہ جسے ہم ہاتھ سے چھوئیں اس کو ہم چھوتے ہیں اور ہمیں محسوس ہوتا ہے نہیں جسم کہیں بھی چھ ہو جائے ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ ایک چیز پڑی ہے یہ گرم ہے یا سخت ہے یہ ایک ایسی چیز ہے البتہ چکھنے کا آلہ فقط زبان سونگھنے کا ذریعہ فقط ناک ہے سننے کے لئے دو کان اور دیکھنے کے لئے دو آنکھیں۔ میں نے مرزا برادرس کے یہاں جو مجلسیں پڑھیں اس میں میں نے اس بات کی تشریح تو نہیں کی تذکرہ کیا ہے کہ جتنے سائنسی آلات ایجاد ہوئے ہیں ان کا کام فقط یہی ہے کہ ان پانچ حواس کے لئے وہ مددگار بنیں یعنی جہاں تک آنکھ دیکھ سکتی ہے تن تنہا اس کے آگے وہ آلات دکھا دیں۔ جہاں تک کان سن سکتے ہیں اس کے آگے وہ آلات آواز سنا دیں۔ تو صرف سائنسی آلات نے ان حواس کی مدد کی ہے۔ ان کے مددگار پیدا کئے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک آدمی جس کی ایک آنکھ خدانخواستہ ضائع ہو گئی ہو وہ ان سائنسی آلات کے ذریعہ سے وہ دیکھ لے گا جو آنکھ والا نہیں دیکھ پائے گا تو اس سائنس کے آلات نے مددگار پیدا کئے ہیں اس کے آگے کچھ نہیں کیا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں موضوع کو طول دینے کے بجائے جس بات کو وضاحت کے ساتھ اور بنیاد بنا کے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو چیز دیکھنے والی ہے اس کو ہم کان سے سن کے معلوم نہیں کر سکتے۔ میں ابھی کچھ لطیفے بھی آپ کو سنا دونگا تا کہ بیان کی خشکی دور ہو جائے اور میں اپنے بچوں کو کچھ یاد بھی کرا سکوں لیکن پہلے اصول سن لیں جو چیز آنکھ سے دیکھ کے معلوم ہو سکتی ہے وہ چیز کان سے سن

کے معلوم نہیں ہوسکتی مثالوں کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے اب جو یہ پانچ ذریعۂ علم ہے ان میں سے کسی حادثہ کو بدل دیں گے اس چیز کے لئے جو دوسرے حادثہ سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے تو ہم لاکھ مخلصانہ کوشش کریں اسے معلوم کرنے کی مگر وہ معلوم نہیں ہوگا جو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ کے سنے ہوئے لطیفے ہوں گے مگر میں سنانا چاہتا ہوں اس لئے کہ ایسے مشکل مسائل کو بچوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے لازم ہوتا ہے کہ واقعات یا لطائف کا سہارا لیا جائے۔ اردو کا ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی بات بہت مشکل ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے یہ تو ٹیڑھی کھیر ہے۔ تو یہ کھیر ٹیڑھی کب سے ہوگئی۔ ہم آپ جتنی کھیر کھاتے آئے ہیں یہ سیدھی ہی سیدھی ہے ٹیڑھی تو نہیں ہے تو کوئی محاورہ پیدا ہوتا ہے تو کوئی واقعہ ہوتا اس کے ساتھ جو اس محاورہ کو پیدا کرتا ہے جو لطیفہ اس سے وابستہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ ایک نابینا حافظ تھے ان کے پاس بچے قرآن مجید پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ذکر آگیا ہے اور میں اپنی عادت سے مجبور ہوں حافظوں کا نابینا ہونا یا نابیناؤں کا زیادہ تر حافظ ہونا مسلمانوں میں یہ اس دین کی بے قیمتی کا عملی ثبوت ہے کیوں۔ آنکھ والا ہے تو دنیا کا علم حاصل کرے گا اب نابینا ہوگیا ہے کسی کام کے قابل نہیں ہے تو چلو قرآن ہی یاد کرلیں کچھ کھا کمائے گا تو یہ عملی طور پر ہمارا طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لاکھ اپنی زبان سے اقرار کریں مگر دنیاوی علوم کا وقار ہماری نگاہ میں زیادہ ہے دینی علوم کا وقار ہماری نگاہ میں کم ہے مگر ایک بات یاد رکھئے گا بات آگئی ہے تو سن لیجئے کہ دنیاوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کے قدر کو اگر پہچاننا ہے تو میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے۔ ہمارا آپ کا تصور کیا کسی کے بارے میں یہ ہے کہ کیا کوئی دنیاوی علم ایسا تھا جو ان کے پاس بطور کامل واکمل موجود نہ ہو یعنی اگر انسانی جسم میں ٹیوب ہے تو کیا نبیؐ اور آل نبیؐ کے پاس جسم

انسانی کا کامل واکمل ترین علم نہیں تھا ہم کو یہی تسلیم ہے ہم جو عقیدہ رکھتے ہیں اپنی دلائل کی روشنی میں وہ یہی رکھتے ہیں کہ دنیا میں کسی انسان نے جتنا انسانی جسم کا علم حاصل کیا ہے یا حاصل کرے گا اس سے زیادہ علم جسمانی نبیؐ و آل نبیؐ کے پاس موجود تھا اگر کبھی زمین کی تہوں کا حال معلوم کیا جائے طبقات الارض کے لئے جستجو ریسرچ و تحقیق ہوگی تو وہاں بھی یہ ہم کو اقرار کرنا پڑے گا کہ انسان قیامت تک علم طبقات الارض میں جہاں تک پہنچے گا اس سے زیادہ نبیؐ اور آل نبیؐ کامل علم طبقات الارض رکھتے تھے۔ میں مثالوں میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہوں گا ورنہ جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ بات نکل جائے گی یعنی جس بھی علم انسانی علم دنیاوی کا ہم تذکرہ کریں گے تو ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبیؐ اور آل نبیؐ جن کے پاس مکمل علم تھا وہ ہر شعبۂ علم کے ماہر ترین انسان سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اگر یہ نہیں تھا تو مولائے کائناتؑ نے یہ کیوں کہا تھا کہ سلونی قبل ان تفقدونی۔ مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو ایسا نہ ہو کہ تم سوال کرنے کے لئے اس وقت آؤ جب میں تمہارے درمیان موجود نہ رہوں۔ آپ نے فرمایا ہمارے لئے زمین و آسمان کے سارے علوم یکساں ہیں۔ تو میں اس سلسلہ کی تشریح میں وقت خرچ کرنا نہیں چاہتا بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سارے علوم دنیا نبیؐ کے پاس بھی تھے آل نبیؐ کے پاس بھی تھے لیکن اتنا سا مجھے پوچھنا ہے کہ کیا نبیؐ نے اور آل نبیؐ میں سے کسی نے کیا کبھی اس بات پر فخر کیا ہے کہ میرے پاس فلاں علم دنیا ہے۔ افتخار معصومینؑ علم دنیا نہیں ہے افتخار معصومؑ علوم دین ہے۔ معلوم ہوا دنیاوی علوم بھی علم اور دینی علوم بھی علم ہے۔ مگر علوم دینیہ کی عزت یہ ہے کہ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں نبیؐ اور آل نبیؐ۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ علوم دنیا سے بہتر علوم دینیہ ہیں ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔

تو میں نے جو مسئلہ آپ کے سامنے شروع کیا تھا وہ ذہنوں سے ہٹ نہ

جائے کہ یہ جن لوگوں کو دلائل کے بعد خدا معلوم نہیں ہوتا ہے کیوں معلوم نہیں ہوتا ہے اس کی وجہ ہم نے عرض کرنا چاہی ہے کہ جب کبھی ذریعہ علم ہم تبدیل کر دیں تو مخلصانہ کوشش کے باوجود بھی حصول علم سے محروم رہیں گے جو ہم جاننا چاہتے ہیں وہ نہیں جان سکیں گے اور جو جان لیں گے وہ وہ نہیں ہوگا جسے ہم جاننا چاہتے ہیں۔

میں اس مسئلہ کو ایک لطیفے میں سنانا چاہتا تھا کہ ایک بیچارے نابینا حافظ تھے۔ پیدائشی نابینا یعنی انہوں نے دنیا میں کچھ دیکھا ہی نہیں تھا لڑکے آتے تھے پڑھتے تھے چلے جاتے تھے۔ ایک دن ان کا ایک شاگرد کھیر لے کے آیا اچھا اتفاق کی بات جیسے انہوں نے اب تک کچھ دیکھا نہیں تھا ویسے سب کچھ کھایا تھا مگر کھیر نہیں کھائی تھی تو اس نے کہا حافظ صاحب میں آپ کے لئے کھیر لایا ہوں۔ میرے گھر والوں نے آپ کے لئے کھیر بھیجی ہے تو انہوں نے کہا بیٹا کھیر کیا ہوتی ہے دیکھئے نہیں جانتے۔ نہیں جانتے اور یہ شبہ نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ کھیر کے سمجھنے میں غیر مخلص ہیں وہ بات کو ٹالنا چاہتے ہیں نہیں مخلص ہیں سمجھنا چاہتے ہیں کھیر کیا ہے۔ مگر کھیر کی جو چیز سمجھنا چاہتے ہیں اس کا تعلق آنکھ سے ہے وہ کیسے بچے سے پوچھا تھا تو بچہ اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیتا ہے کہ استاد کھیر سفید سفید ہوتی ہے اب جس نے کوئی چیز سفید دیکھنی ہو وہی تو سمجھ سکتا ہے کوئی چیز سفید ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سفید کیا ہوتی ہے ا، بچہ کیسے بتائے تو سامنے تالاب تھا اس میں بگلے بیٹھے تھے بچے کو یہ کیسے محسوس ہو کہ جو ہم دیکھ رہے ہیں وہ حافظ جی نے نہیں دیکھا ہے کہا یہی جیسے سفید بگلے بیٹھے ہیں۔ کہا بیٹا بگلے کیسے ہوتے ہیں اب وہ کھیر سمجھ میں نہیں آئے بگلہ سمجھنا ہے بگلہ سمجھ میں آئے تو کھیر سمجھ میں آئے۔ بتانے والا بچہ، اس نے کہا کہ دو پیر ہوتے ہیں اس کے بعد اس کا جسم ہوتا ہے اور پھر گردن ہوتی ہے اور چونچ ہوتی ہے۔ کہا بیٹا کیسا ہوتا ہے تو اس بچے نے انتہائی کوشش کی ان کو سمجھانے کی تو اس نے بگلے کی شکل میں

اپنے ہاتھ کو بنایا۔ کہا حافظ صاحب ایسا ہوتا ہے۔ حافظ صاحب نے ٹٹولنا شروع کیا۔ ٹٹولتے ٹٹولتے جب اس کے ہاتھ کے موڑ کو دیکھا تو انہوں نے کہا بیٹا کھیر تو بہت ٹیڑھی ہے یہ حلق سے کیسے جائے گی تو آپ پہچانیں۔ میں نے سنایا اسی لئے ہے کہ تھکن دور ہو جائے اور پیدا نہ ہونے پائے یعنی سمجھنا تھا رنگ، بچہ بتا سکتا تھا کہ میٹھی چیز ہوتی ہے دودھ میں پکتی ہے چاول ڈالے جاتے ہیں وہ کھا کے سمجھ لیتے زبان انکے پاس تھی ذائقہ تھا لیکن بچے نے اس کا رنگ بتایا اور رنگ کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہے آنکھ۔ تو آنکھ بیچارے کے پاس نہیں تھی یعنی وہ جس رنگ کو معلوم کرنا چاہتے ہیں اس کا ذریعۂ علم ہے آنکھ اور وہ ذریعۂ علم ان کے پاس نہیں ہے۔ تو اب لڑکے نے اس رنگ کو ایک پرندے کے رنگ سے بتانا چاہا۔ پرندہ کیسا ہے تو جہ چاہتا ہوں جو چیز آنکھ کے ذریعہ معلوم کرنا تھا اس کو انہوں نے ہاتھ سے ٹٹول کے محسوس کر کے معلوم کرنا چاہا تو نتیجہ کیا ہوا۔ انتہائی نرم چیز انتہائی ٹیڑھی ہو گئی کہ انہوں نے انکار کیا کہ یہ حلق سے پار نہیں ہوگا۔ یہ میں نے جو آپ کے سامنے لطیفہ رکھا ہے وہ اسی لئے رکھا ہے کہ اس بات کو میرا ہر بچہ ہر بیٹی محسوس کر لے کہ جب ذریعۂ علم تبدیل ہو جائے گا تو انتہائی مخلصانہ کوشش کے باوجود بھی حاصل کرنے والا جو جانے گا وہ وہ نہیں ہوگا جس کو وہ جاننا چاہتا ہے۔ میں نے اس بات کی اتنی اہمیت اس لئے پیدا کی ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اصل میں جتنے آدمی خدا کے سمجھنے سے محروم رہ جاتے ہیں وہ کہتے ہیں سارے دلائل کے بعد بھی ہم پر ثابت نہیں ہوا کہ خدا ہے کہ نہیں ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ خدا کو ان حواس کے ذریعہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اب میں اپنے اس جملہ کو کارآمد بنانے کے لئے دوبارہ واپس لانا چاہتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ ہم سائنسی تجربات کر کے وجود خدا معلوم کریں گے مگر سائنسی تجربات جو ہونگے ان کے پیچھے ان پانچ حواس میں سے کوئی

حاسہ تو کام کررہا ہوگا۔ جو کچھ تجربہ کریں گے اسے چیک یا آنکھ کرے گی یا کان کریں گے یا ناک کرے گی یا ہاتھ سے چھونے والے حاسے کریں گے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی سائنسی تجربات ہوں گے اس کے زد میں جو چیز آئے گی وہ محسوسات کے ذریعہ آئے گی اور خدا نام ہی ہے اس ہستی کا جو ماوراءمحسوسات ہے جو حدود محسوسات میں داخل ہو جائے وہ مخلوق ہوتا ہے جو محسوسات کا خالق ہوتا ہے وہ خدا ہوتا ہے۔ تو یہ جتنے آدمی کہتے ہیں ہم کو خدا نہیں ملا۔ میں کیوں کہوں کہ وہ طنز کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے آسمانوں میں ڈھونڈھا نہیں ملا۔ ہم نے زمین کی تہوں میں ڈھونڈھا نہیں ملا۔ لوگوں نے کہا جب ہم چاند پر گئے وہاں بھی نہیں ملا۔ ہم نے اپنے طیارے آگے بھیجے وہاں بھی نہیں ملا۔ تو نہیں ملے گا اسلئے کہ وہاں ہے ہی نہیں ملے گا کہاں سے۔ اس کا وجود حدود محسوسات سے باہر ہے۔ میں یہاں پر بڑا نازک کنارہ ہے ابھی آپ کو روکے رکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے تین دن میں جو کچھ آپ کے سامنے کہا ہے اور میرے علاوہ جتنی کتابیں آپ نے پڑھی ہیں۔ جتنے مقرروں سے وجود خدا آپ نے سنا ہے ان کے پاس ایک ہی دلیل ہے کہ بغیر کام کرنے والے کے کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو یہ دنیا چل رہی ہے تو کیسے چل رہی ہے یہ دنیا نہیں تھی پیدا ہوئی ہے تو کیسے پیدا ہوئی ہے تو اس محسوس دنیا کے ذریعہ حواس نہیں عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جب کوئی کام کرنے والے کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے تو ہمیں عقل یہ بتاتی ہے کہ کوئی وہ ہے جو ان مخلوقات و محسوسات سے الگ ہے جو ہمیشہ سے ہے جس میں ساری توانائیاں ہیں جو بغیر کسی کی مدد کے بغیر کسی مادے کے مدد کے بغیر کسی مددگار کی مدد کے اس نہیں سے عدم محض سے زیرو سے صفر سے اس نے ساری کائنات پیدا کی۔ تو ہمیں خدا کا پتہ کاہے سے لگا۔ فقط عقل سے اور وہ بھی اس محسوس دنیا کو دیکھ کر کے تو جو معقول ہے ہم جب

محسوس بنانے کی اسے کوشش کریں گے تو ریزلٹ یہی آئے گا کہ خدا نہیں ملا اس لئے کہ وہ محسوس بن ہی نہیں سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں نے وہاں کی مجلسوں میں گذارش ایک اور کی تھی اور وہی نازک کنارا ہے اسے پھر آپ کے سامنے دہرانا چاہتا ہوں کہ وہ یہ کہ عقل کے ذریعہ ہمیں یہ پتہ چل سکتا ہے کہ خدا ہے۔ عقل کے ذریعہ ہمیں یہ پتہ چل سکتا ہے کہ خدا ہے لیکن ہم نے اگر اس کے آگے قدم بڑھایا کہ خدا کیا ہے خدا کیا ہے بس وہیں سے ہماری عقل کی توانائیاں ختم ہو جائیں گی اس لئے کہ کیا ہے کیسا ہے یہ وہی معلوم کر سکتے ہیں ہم جو محسوسات سے متعلق ہو معقولات کے بارے میں ہم نہیں معلوم کر سکتے ہیں تو بس کبھی جب لوگ تھک گئے خدا کو پہچاننے میں تو انہوں نے محسوسات میں تبدیل کیا۔ یہ اوتار کا تصور یہ بت پرستی کا آغاز۔ یہ چاند کو سورج کو پہاڑ کو دریا کو جانوروں کو خدا مان لینا۔ ہر قوی چیز کو معبود تسلیم کر لینا یہ وہ تھکی ہوئی عقل تھی جو معقولات پر اکتفا نہیں کر سکی۔ لہٰذا وہ خدا جس کا وجود عقل سے محسوس ہوا تھا اس نے اس کو مادہ میں تبدیل کر کے محسوس بنانا چاہا۔ معقول کو محسوس بنانے کا نام ہے مخلوقات کو خدا مان لینا بت پرستی کا رواج پیدا ہونا۔ اور محسوسات پر جمے رہنا۔ عقل دلیل سے ثابت ہونے والی چیز کا قائل نہ ہونا۔ اس مادہ پرستی نے انسان کو وہاں پہنچا دیا ہے جہاں وہ انکار خدا کر رہا ہے۔ میں چاہوں گا کہ ان دونوں باتوں کو آپ اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ تھکی عقلوں نے جب خدا کو مادے میں منتقل کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو خدا بنا دیا جو خدا نہیں تھا۔ اور جنہوں نے مادے سے اپنی عقل کو آگے نہیں بڑھانا چاہا انہوں نے تسکین اسی میں پائی کہ وہ کہہ دیں کہ خدا ہے ہی نہیں۔ ٹھیک ہے خدا نہیں ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس سوال کا جواب بھی نہیں ہے کہ یہ دنیا کیسے پیدا ہوئی اور کیسے چل رہی ہے۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

ہم نے تو عشرۂ محرم میں جان بوجھ کے ایسے مسائل کو نہیں شروع کیا تھا اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ سننے والوں کی اکثریت متحمل نہیں ہوا کرتی۔ لیکن جب عشرۂ محرم گزر گیا ہے اور آپ بھی اس کے خواہشمند ہیں اور میں بھی اس کوشش میں آپ کا شریک ہوں کہ کچھ ایسے تذکرے ہو جائیں جو ہمارے ذہنوں میں باقی رہیں اس لئے کہ جب ذہن میں کوئی بات باقی رہتی ہے تو بار بار گردش کرتی ہے۔ جب گردش کرتی ہے تو راسخ ہوتی ہے۔ جم جاتی ہے جب جم جاتی ہے تو آدمی میں قوت بیان پیدا ہوتی ہے۔ جب قوت بیان پیدا ہوتی ہے تو بار بار الفاظ کے ذریعہ دوسرے کو سمجھا کے مطمئن کرسکتا ہے۔ تو اب آپ اس کو جو چاہیں نام دے دیں۔ یہ فریاد آسکتی ہے کہ مجلس بہت خشک ہے لیکن یہ ویسے ہی خشک ہے کہ میں نے پہلے سے سمجھ کے شروع کیا ہے کہ یہ خشک ہے۔ مجھ میں احساس شکست دلی نہیں پیدا ہوگا کہ میں نے مولا سے یہ سیکھا ہے کہ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ہم کو دین نہیں چھوڑنا ہے پرہیز گاری نہیں چھوڑنا ہے۔ دشمن کے مقابلے میں مادی طور پر ظاہری طور پر اس کا کام بن جائے ہمارا کام نہیں بنے پر ہمیں راضی رہنا ہے تو مولا نے ہمیں بتایا ہے کہ مقصد کو سامنے رکھ کر کے کسی سے چھوٹے نقصان پر راضی ہو جاؤ اصلی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اس سلسلے میں میرے ساتھ تعاون کریں گے۔ تو میں آپ کے سامنے مزید تذکرے کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی دلیلیں بھی تفاصیل میں آئیں گی ان سب کا نکتۂ مرکز ہی یہی ہوگا کہ کوئی کام بغیر کرنے والے کے نہیں ہوتا ہے اور یہ دنیا نہیں تھی۔ پیدا ہوئی اور چل رہی ہے لہٰذا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور چلانے والا ہے اور یہ ایک ایسا یقین ہے۔ یقین بھی ایک دولت ہے ایک جملہ الگ سے سن لیجئے یقین بھی ایک دولت ہے جسے مل جائے وہ یقین دولت نہیں ہے جو غلط پر یقین کر لیتے ہیں فضل خدا نعمت خدا وہ

یقین ہے جسے حق پر یقین حاصل ہو جائے تو اب میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان سارے دلائل کی بنیاد وہی ہے کہ معصومینؑ نے ہم سے کہا کہ تمہارے اندر خدا کے بارے میں ویسا مستحکم یقین ہونا چاہئے جس میں کہیں سے شک اور شبہ کی آمیزش نہ ہو جیسا مستحکم یقین اس بوڑھی عورت کا تھا جو چرخہ چلا رہی تھی۔ کسی نے چرخہ والی بوڑھی عورت سے پوچھا تھا خدا ہے کہا ہاں ہے کہا سن کے مانتی ہو یا سمجھ کے مانتی ہو دلیل ہے کوئی تمہارے پاس۔ کہاں ہاں دلیل ہے۔ کہا دلیل کے بعد تمہارے پاس خدا کے بارے میں یقین ہے یا شک ہے کہا ایسا یقین ہے کہ اس کو شک چھو ہی نہیں سکتا کہا دلیل بتاؤ وہ جو چرخہ چلا رہی تھی ہاتھ ہٹا لیا۔ چرخہ رک گیا۔ تھوڑی دیر چلا پھر رک گیا۔ کہا دیکھو جب تک میں چلاتی رہی یہ چلتا رہا اور جب میں نے ہاتھ اٹھا لیا تو یہ رک گیا ہے۔ جب چلاؤں گی پھر یہ چلے گا تو جب اتنا چھوٹا سا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چلتا ہے تو پوری دنیا کا اتنا بڑا چرخہ بغیر چلانے والے کے کیسے چل سکتا ہے یہی میری دلیل ہے کہ خدا ہے تو میں نے جو اجزاء آپ کے سامنے بیان کے پیش کئے ہیں۔ ان منتشر اجزاء کو پھر ایک مرتبہ ذہن میں یکجا کر لیجئے اب میں بیان کو ایک نئے مرحلے میں داخل کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی پہلی گزارش میں نے یہ کی ہے کہ عقلی دلیل خدا کے وجود کی جتنی بھی ہے ان سب کی بنیاد یہی ہے کہ بغیر کئے کوئی کام نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس دنیا کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا کوئی ہونا چاہئے اور وہ وہ ہونا چاہئے جو اس دنیا سے اوصاف الگ ہو۔ یہ نہیں تھی اور پیدا ہوئی ہے وہ ہمیشہ سے ہے اسکو کسی نے پیدا نہیں کیا ہے یہ کمزوریوں کے اندر گھری ہوئی ہے اس کے پاس ساری طاقتیں ہیں کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے تو ایک بات میں نے یہ کہی دوسری گذارش میں نے آپ کے سامنے یہ کی ہے کہ خدا فقط عقلی فیصلہ ہے محسوسات کے ذریعہ سے خدا تک پہنچنا ممکن نہیں

ہے۔محسوسات جتنے بھی کام کریں گے وہ اس کام میں مدد دیں گے۔کوئی کام بغیر کئے نہیں ہوتا ہے تو کائنات میں اتنے باریک باریک کام ہو رہے ہیں ایسے نازک نازک سسٹم چل رہے ہیں اس کا چلانے والا کوئی بڑا حکیم ہے لیکن بنیاد وہی رہے گی کام کئے بغیر نہیں ہوتا ہے لہٰذا دنیا کا کوئی خالق ہونا چاہئے جو قادر ہو جو حکیم ہو جو عالم ہو جو قوی ہو۔دوسری گذارش میں نے آپ سے کی ہے کہ محسوسات کے ذریعہ خدا کو معلوم کرنے کی مخلصانہ کوشش کے باوجود بھی خدا کے معلوم کرنے سے محروم رہے گا اس لئے کہ اس نے ذریعۂ علم تبدیل کر دیا ہے۔اب تیسری بات جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے پانچ دلیلیں پیش کیں۔ چار دلیلیں پیش کیں۔پانچ ہزار دلیلیں پیش کیں پانچ لاکھ دلیلیں پیش کیں کہ خدا ہے اور سننے والے نے کہا آپ کی دلیل اپنی جگہ پر ہوگی مگر اس دلیل سے ہم پر خدا کا ہونا ثابت نہیں ہے۔جتنے انکار کرنے والے ہیں ان کے پاس بس ایک ہی جواب ہے کہ اس دلیل سے خدا کا ہونا ثابت نہیں یہ ایک ذرا سی نازک بات ہے مگر آپ جیسے مجمع سے ہمیں توقع ہے کہ مجھے زیادہ مثالوں میں وقت خرچ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ آپ میرا ساتھ دے دیں گے جلدی فیصلہ ہو جائے۔تو عزیزان گرامی اس فرق کو یاد رکھئے اگر میری ایک دلیل یا ایک لاکھ دلیلیں خدا کو ثابت نہ کرسکیں تو دلیلوں کے ثابت نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خدا نہیں ہے۔سوچیئے جو گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ثابت نہ کرنے سے نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔میں نے ایک بچے سے کہا الماری کے پاس جاؤ فلاں فائل نکال لاؤ پندرہ فائلیں رکھی ہیں وہ گیا ڈھونڈھا اور آکے کہا کہ وہ فائل نہیں ہے ہم گئے ہم نے فائل نکال دی۔کہا ہاں اس پر نظر نہیں پڑی تو اس نے جو کہا نہیں ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کو فائل نہیں ملی اگر وہ سچ بولتا ہے تو اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ فائل ہمیں نہیں ملی۔اسے یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ فائل

موجود نہیں ہے۔ ویسے ہی جتنے منکرین خدا ہیں خدا کو نہ ماننے والے ہیں کہ ہم کو خدا کا ہونا ثابت نہیں ہوا ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ اس جملے کو میں ایک مرتبہ پھر دوہراتا ہوں اسے یاد رکھئے گا۔ ثابت نہ ہونے سے نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے ہوسکتا ہے ہزار دلیلوں سے خدا کا وجود ثابت نہیں ہوا ہے کل کوئی نئی دلیل آجائے ثابت کردے۔ تو میری گذارش کیا ہے میری گذارش یہ ہے کہ کسی منکر خدا کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ خدا نہیں ہے یہ ویسے ہی زیادتی ہے جیسے تلاش کرنے میں کوتاہی کرنے والا بچہ کہتا ہے کہ فائل نہیں ہے۔ اسے یہ کہنا چاہئے مجھے فائل نہیں ملی لیکن وہ اپنی کمی کو چھپانے کے لئے کہتا ہے کہ فائل ہے ہی نہیں ویسے ہی یہ جتنے منکرین خدا ہیں وہ اپنی ناواقفیت کو نہ جاننے کو جہالت کو چھپانے کے لئے زور لگاتے ہیں کہ خدا نہیں ہے اگر وہ صحیح بولنا چاہتے ہیں تو وہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا وجود ہمیں نہیں معلوم ہوسکا ہے لیکن ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ خدا نہیں ہے۔ میں اس منزل تک کیوں لایا اس منزل تک میں اس لئے لایا ہوں کہ میں ساری بحثوں کو سمیٹ کے ایک ایسے مرحلے پر بحث کو لے آؤں جہاں ہر انسان مطمئن ہو جائے کہ ہم کو مذہب بہرحال مان لینا چاہئے ایک صلوات بھیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

وہ مرحلہ کیا ہے۔ ہم نے دلیلیں پیش کیں کہ خدا ہے۔ سننے والے نے یہ کہا کہ اس سے خدا کا ہونا ثابت نہیں ہوا۔ ٹھیک ہے تو اس کے بعد بھی اس کا امکان تو ہے کہ شاید خدا ہو۔ کوئی پڑھا لکھا خدا کا نہ ماننے والا۔ اس امکان سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ شاید خدا ہو۔ اب میں ایک عجیب وغریب مرحلے پر لانا چاہتا ہوں اس دنیا میں دو آدمی ہیں ایک نے خدا کو مان لیا ایک نے خدا کا انکار کردیا۔ کوئی تیسری شکل تو نہیں۔ اچھا ہم نے خدا کو مان لیا۔ خدا کو مان لیا نمازیں پڑھیں۔ خدا کو مان لیا روزے رکھے۔ خدا کو مان لیا اور حرام سمجھ کے بہت سی چیزیں نہیں کمائیں۔ نجس

سمجھ کے بہت سی چیزیں نہیں کھائیں ۔ ساری زندگی حلال وحرام کی پابندی میں بسر کی ۔ ایک جس نے کہا خدا نہیں ہے اس نے بالکل آزاد زندگی بسر کی نہ کچھ حلال ہے نہ کچھ حرام ہے نہ کچھ جائز ہے نہ کچھ ناجائز ہے نہ کچھ پاک ہے نہ کچھ نجس ہے جو جی چاہے کرو ۔ دو آدمی ہیں دونوں کی زندگی اپنے اپنے اصول سے بسر ہوگئی اور دونوں مرگئے ۔ سننے کی جگہ ہی ہے اسکو ضائع نہ ہونے دیجئے گا ۔ دونوں کے مرجانے کے بعد دو ہی شکلیں ممکن ہیں تیسری شکل ممکن نہیں ہے ۔ یا تو مرنے کے بعد پتہ لگا کہ خدا نہیں ہے یا مرنے کے بعد پتہ لگا کہ خدا ہے ۔ اگر خدا نہیں ہے تو مذہب کے ماننے والے کو مرنے کے بعد کسی قسم کے خطرے کا سامنا نہیں ہوگا صرف اتنا ہوگا کہ جو اس نے محنتیں کی تھیں اس تصور میں کہ جنت ملے گی وہ جنت نہیں ملی ۔ یعنی محنت ضائع ہوگی مرنے کے بعد ۔ مرنے کے بعد نہ آگ کا خطرہ ہوگا نہ عذاب کا خطرہ ہوگا نہ فشار قبر کا خطرہ ہوگا نہ برزخ کی سختی کا خطرہ ہوگا ۔ جتنا کچھ مذہب نے بیان کیا ہے ان میں سے کسی چیز کے بارے میں بھی کوئی خطرہ اس کو نہیں ہوگا ۔ جس نے خدا کو مانا تھا خدا نہیں نکلا ۔ جب خدا ہی نہیں نکلا نہ دوبارہ زندگی نکلی نہ حساب کتاب نکلا نہ جنت دوزخ نکلا کچھ نہیں نکلا ۔ محنت ضائع ہوگئی مرگئے مرگئے ۔ اور اگر کہیں یہ طے ہوا مرنے کے بعد کہ خدا ہے تو پھر حساب ہے سزا ہے دوزخ ہے ناقابل برداشت عذاب ہے ۔ تو میں پھر اپنی بات کو سمیٹ کے ایک لفظ میں یاد رکھنے کے لئے حوالے کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب کے ماننے میں خدا کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے لیکن خدا کے نہ ماننے میں خطرہ کا امکان ہے میں یقین نہیں کہہ رہا ہوں ۔ میں نے یہ بات تسلیم کرلی کہ مذہب کے ماننے میں کسی قسم کے خطرے کا امکان نہیں ہے لیکن خدا اور مذہب کے نہ ماننے میں خطرہ کا امکان یقیناً ہے ۔ خطرہ یقیناً نہیں کہہ رہا ہوں ۔ خطرے کا امکان یقیناً ہے ۔ اب فیصلہ ہر سمجھدار انسان کے حوالے کئے دیتا

ہوں کہ ہم اپنا بچاؤ یقینی خطرے سے کرتے ہیں یا ممکن خطرے سے کرتے ہیں۔ پوری انسانی زندگی میں اجتماعی زندگی میں۔ انفرادی زندگی میں۔ قومی زندگی میں۔ ملکی زندگی میں۔ انٹرنیشنل زندگی میں انسان۔ انسان امکانی خطرے سے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے یا یقینی خطرے سے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے۔ آج ساری دنیا میں سب کہتے ہیں ہتھیار نہیں بنانا چاہئے۔ نئے ہتھیار بنانے پر پابندی لگانا چاہئے۔ لیکن ہر آدمی ساری کی ساری دولت کی روح خرچ کررہا ہے دفاع پر اختیار پر ہتھیار پر آرمس پر۔ کیوں کیا یقینی خطرہ ہے کوئی۔ یقینی خطرے پر تیاری نہیں ہورہی ہے اگر حملہ کردیا کسی دشمن نے تو کیا ہوگا۔ امریکہ بے چین ہے۔ پتہ نہیں روس کہاں تک ترقی کرگیا ہے۔ کیسے اس نے ہتھیار بنالئے ہیں۔ روس پریشان ہے پتہ نہیں امریکہ نے کہاں تک ہتھیار بنالئے ہیں۔ لہٰذا کہیں یہ نہ بنالیا ہو لہٰذا اس کے آگے یہ بناؤ۔ یہ انٹرنیشنل مثال ہے۔ گھریلو زندگی میں لے لیجئے۔ ذرا سا منھ کا مزا بدل دیں اس لئے کہ بیان میں خشکی بہت دیر سے جاری ہے۔ ہاں۔ ہماری سوسائٹی میں بچانے کا بہت زور ہے۔ کیا بچانے کا۔ بھائی کماؤ سب خرچ نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ بچا کے رکھو۔ کماؤ زیادہ سے زیادہ خرچ کرو کم سے کم بچاؤ زیادہ سے زیادہ۔ بھئی یہ بچا کے کیا ہوگا۔ کہا کل سروس نہیں رہی تو کیا ہوگا۔ انشورنس نہیں ہے بیمار پڑ گئے تو کیا ہوگا۔ کوئی بچہ خدانخواستہ معذور پیدا ہوگیا تو کیا ہوگا اور کیا ہوگا یعنی کیا ہوگا۔ کیا ہوسکتا ہے اس کے تصور پر۔ بچاؤ۔ اور یہاں تک بچاؤ کہ جو ہمارا مال نہیں ہے وہ بھی بچا کے رکھ دو۔ ہاں ہاں بھئی ایک مسلمان کے مال میں اگر شرائط پائے جاتے ہیں وہ نو چیزیں پائی جاتی ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو جو ان چیزوں کے شرائط ہیں وہ پائے جاتے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے۔ سکہ دار سونا چاندی۔ گیہوں، جو، کھجور، انگور، کشمش، بکری، گوسفند گائے، بھینس، اونٹ یہ نو

چیزیں ہیں ان کی شرائط الگ الگ ہیں۔ کتنی مقدار میں ہو۔ کیسے پالی جائے کیسے بوئی جائے۔ کتنی پیداوار ہو وہ سب مسائل میں اس وقت آپ کو نہیں سنا سکتا ہوں۔ توجہ دلا دی ہے۔ تو ہمارے مال میں زکوٰۃ واجب ہے اور کسی کے مال میں زکوٰۃ واجب ہو یا نہ ہو۔ لیکن کم سے کم ہماری غریب سے غریب سوسائٹی کی زندگی میں بھی کم سے کم بھی پچانوے فیصدی آدمی وہ ہوں گے جن پر خمس بہر حال واجب ہے اور لندن والوں میں انگلینڈ والوں میں تو شاید ہی کوئی ایک ایسا ہو جس کے یہاں نہ واجب ہو اس لئے کہ یہاں اس بات کا شکر تو بہر حال ہے کہ خوشحالی ہے میں نے ایک دن آپ کی خدمت میں مسائل اور عرض کئے تھے اور ابھی شاید تھوڑے سے پمفلٹ پڑے ہوئے ہیں وہ آپ لے سکتے ہیں اور پڑھ سکتے ہیں اور ان میں جو کمی رہ جائے وہ توضیح المسائل میں پڑھئے اور پھر جو کمی رہ جائے اسے پوچھئے۔ لیکن میں پھر آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی میں جیسے عمر سال بہ سال بڑھتی ہے ویسے ہی خدا نے جب سے ہم کو روزی دینا شروع کی ہے۔ جب سے اس نے ہم کو براہ راست ملکیت عطا کی ہے۔ مال دیا ہے جس کا مالک ہم کو بنایا ہے چاہے وہ کسی کے ذریعہ ہم کو ملا ہو۔ وہاں سے ہمارا مالی سال شروع ہوتا ہے اور جب کبھی زندگی میں مالی سال ختم ہو جائے اس مالی سال کے اختتام پر جو کچھ نقد بچا ہے یا جو چیزیں استعمال کرنے سے گھٹ جایا کرتی ہیں وہ بچی ہیں ان کا پانچواں حصہ نکالنا ہی ہے۔ نکالنے کی حد کیا ہے نکالنے کی حد یہ ہے کہ ایک شخص نے نیشاپور سے امام علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ مولا میرے مال میں کچھ خمس واجب ہوا ہے اور خمس میں حق آپ کا ہے سادات کا ہے اور آپ کریم ابن کریم ہیں لہٰذا ہم آپ سے کہتے ہیں کہ جو ہم پر خمس واجب ہوا ہے اسے آپ معاف کر دیں آج تک آپ نے کسی سائل کو واپس نہیں کیا ہے اور بے شک ائمہ نے کبھی کسی سائل کو واپس

نہیں کیا ہے لیکن اس کو کیا جواب دیا۔ کہا تم ہم سے کہتے ہو کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ عجیب وغریب محبت ہے کہ ہم سے محبت کرتے ہو اور ہمارا مال ہمیں نہیں دینا چاہتے ہو یعنی امامؑ نے اجازت نہیں دی کیوں اس لئے کہ خمس میں جو حق امامؑ ہے وہ حق امامؑ اس لئے ہے کہ امامؑ پر بحیثیت امامؑ کے ساری دنیا کی فلاح و بہبود کے کاموں کی جو ذمہ داری آتی ہے ان کاموں کو انجام دینے کے لئے جو فنڈ مذہب نے امامؑ کے حوالے کیا ہے اس کا نام ہے خمس خمس میں حق امامؑ۔ تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم زکوٰۃ نہیں نکالتے خمس نہیں نکالتے ہیں تو کیا ہوتا ہے جس کا حق ہے اسکو ہم نے نہیں دیا اور بچا کے رکھ دیا۔ بچانے کا زور بتائیں آپ کو بچانے کا زور کبھی کبھی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات سنا رہا ہوں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ بچانے کے زور میں ماں باپ اولاد کو کھلاتے نہیں ہیں۔ بچالو۔ میں ایسے بھی باپ سے واقف ہوں جنہوں نے لڑکیوں کی زندگی کو ڈھل جانے دیا مگر فقط اس خیال سے کہ شادی کرنے میں خرچ ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے شادیاں نہیں کیں۔ ایسی ساری کنجوسیوں کا علاج یہ ہے کہ شادی کے اخراجات کو اتنا گھٹا دیا جائے کہ کنجوس باپ کو بیٹی بیاہنے میں کوئی زحمت نہ ہو۔ ہم نے کہا کہ آپ کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے خمس واجب ہے کہا مولوی صاحب آپ ٹھیک کہتے ہیں اور آپ کو تو یہ باتیں کہنی ہی چاہئے مگر ہم کو لڑکوں کو تعلیم بھی دلانا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو احادیث میں تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ کل میدان محشر میں جن لوگوں نے ان مالی واجبات کو ادا نہیں کیا اپنے گھر والوں کے لئے اپنی اولاد کے لئے اپنے عیال کے لئے کل یہ کہیں گے پالنے والے ہم کو انہیں پڑھانا تھا ان کو کھلانا تھا ان کے لئے مکان بنانا تھا ان کے لئے فلاں انتظام کرنا تھا۔ لہٰذا ہم زکوٰۃ یا خمس نہیں ادا کر سکے تو یہ ہمارے متعلقین

یہ ہماری اولاد یہ ہمارے عیال یہ ہماری بیویاں یہ ہم سے کہیں گی کہ ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم غیر کا مال دبالو اور ہماری خدمت کرو تو جن کے لئے آج ہم اپنے لئے آگ مول لے رہے ہیں کل یہ آگ کو دیکھ کے ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ تو سمجھدار وہی ہے کہ بچائے مگر غیر کا مال نہ بچائے۔ اور میں آپ کی خدمت میں بچانے کا ایک نیا اصول عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ رائج ہو جائے تھوڑا بہت وہ بھی ضروری ہے۔ جناب ابوذرؓ نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ جاؤ میں راہ خدا میں ایک اونٹ نحر کرنا چاہتا ہوں قربانی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے گلہ میں سے ایک اونٹ لے آؤ تو جناب ابوذرؓ نے بھیجا تو جو گئے تھے وہ ہمارے جیسے تھے۔ چونکہ اللہ کی راہ میں قربانی کرنا ہے نہ۔ ہمارے جیسے تھے انہوں نے پورے گلہ کے اونٹوں کو ڈھونڈھ کے جو سب سے زیادہ دبلا تھا مریل تھا ہڈیاں نکلی کھال چپکی کہ اگر قربانی نہ بھی کی جائے اسکی۔ تو وہ مرنے ہی والا تھا۔ تو اسے نکال لائے۔ اور سارے اچھے اونٹوں میں اس اونٹ کا جب انتخاب انہوں نے کیا تب معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ایسے تھے پیدا ہوئے تھے اس زمانے میں تو جناب ابوذرؓ نے کہا کہ تم کو کوئی اور اونٹ نہیں ملا۔ کہا اونٹ تو بہت اچھے اچھے تھے کہا پھر انہیں کیوں نہیں لائے۔ کہا ہم نے یہ سوچا کہ یہ اونٹ بیکار ہے اسے قربان کر دیں۔ ان اونٹوں کو باقی رکھیں کل وہ کام آئیں گے۔ کہا اچھا تم اپنا اونٹ رکھوا پنے پاس جناب ابوذرؓ گئے اور پورے گلہ میں جو سب سے اچھا اونٹ تھا سب سے قیمتی اونٹ تھا سب سے زیادہ صحت مند اونٹ تھا اس کو لائے اور قربان کر دیا۔ یہ ان کا مزاج اور وہ ان کا مزاج۔ لیکن بنیاد ایک ہے خالی۔ لفظ ایک ہے مفہوم کا فرق ہے۔ جناب ابوذرؓ نے کہا کہ تم یہ مریل اونٹ کیوں لائے۔ کہا یہ اچھے اونٹ ہم نے چھوڑ دیئے تھے کہ کل جب وقت پڑے گا تو کام آئیں گے۔ تو جناب ابوذرؓ نے کہا میں نے سارے اونٹوں میں سے سب

سے قیمتی اونٹ اس لئے ذبح کیا ہے تا کہ مجھ پہ جب وقت پڑے گا تو یہ کام آئے گا تمہارے خیال میں وقت پڑنے کی حد فقط اس دنیا کی زندگی ہے اور میرے خیال میں وقت پڑنے کی حد مرنے کے بعد والی آخرت کی زندگی ہے۔تم یہاں کے لئے بچار ہے ہو میں وہاں کے لئے بچار ہا ہوں۔

تو خیر بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی میں نے فقط اتنا سا موضوع بدلا اس لئے تھا چینج اس لئے کیا تھا کہ زیادہ ذہنوں پر بچوں کے بوجھ نہ رہ جائے ورنہ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہماری پوری زندگی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہم ممکن خطرے سے یقینی بچاؤ کی فکر کرتے ہیں۔قوموں کو دیکھ لیجئے ملکوں کو دیکھ لیجئے گھروں کو دیکھ لیجئے خاندانوں کو دیکھ لیجئے اور ہر انسان کو دیکھ لیجئے۔یہیں سے ہم نکلے۔یہ تو لندن کی انگلینڈ کی زندگی ہے یہاں سہولتیں بہت ہیں لیکن انڈیا پاکستان چلئے گھر سے نکل آئے تو اندھیرا ہی اندھیرا ملے گا۔برسات میں نکلے تو ٹارچ لے کے نکلے اور ساتھ میں چھڑی بھی لے کے نکلے۔کسی نے پوچھا کہ ٹارچ لے کے آپ کیوں جا رہے ہیں یہ چھڑی لے کے کیوں جا رہے ہیں۔کہا بھئی ممکن ہے۔ممکن ہے راستے میں کہیں اندھیرا مل جائے تو کم سے کم راستہ تو دیکھ لیں گے۔ممکن ہے۔ہم نے کہا کہ چھڑی کس لئے لی ہے کہا برسات کا زمانہ ہے ممکن ہے کہیں سانپ وانپ۔میں نے کہا یقین ہے کہا نہیں یقین نہیں ممکن ہے۔برسات کا زمانہ ہے کہیں ممکن ہے قدم پھسل جائے تو چھڑی سے ٹیک لیں گے تو ہماری پوری زندگی اس اصول پر چل رہی ہے کہ ہم ممکن خطرے سے اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔میں دنیا کے ہر سمجھدار سے پوچھنا چاہتا ہوں۔خدا کے ماننے کے بعد کسی خطرے کا امکان نہیں ہے۔خطرے کا امکان ہے تو خدا کے نہ ماننے کی شکل میں ہے اور ہم ممکن خطرے پر بچاؤ کرتے ہیں تو اس ممکن خطرے کا بچاؤ ہم سے کہتا ہے کہ خدا کا انکار

نہیں کرنا چاہئے چاہے دلیل سے ثابت نہ بھی ہو۔ ہم کو خدا کا اقرار کر لینا چاہئے تاکہ ممکن خطرے سے ہم محفوظ رہ جائیں ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں جو اگلے بیان میں تذکرہ کرنا چاہوں گا وہ کچھ اس قسم کے تذکرے ہوں گے کہ ہماری عقل نے جب ہم کو وجود خدا تک پہنچا دیا اقرار خدا تک پہنچا دیا ایمان خدا تک پہنچا دیا تو اب ہم کو اپنی عقل کو خالق عقل کے حوالے کر دینا چاہئے۔ اپنی خطا کار عقل کو معصومومؑ کی عقل کے حوالے کر دینا چاہئے۔ اپنا بوجھ بڑھانے کے بجائے اپنا بوجھ گھٹا لینا چاہئے اور کل میں آپ کی خدمت میں یہ پڑھوں گا کہ دین کے بارے میں سمجھنا واجب کتنا ہے جس کے بعد ہم مسلمان رہ سکتے ہیں ہم مومن رہ سکتے ہیں اور اس کے بعد مزید علم دین میں کرید اور تحقیق ہر شخص کا کام نہیں ہے اس شخص کا کام ہے جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو اس لئے کہ صلاحیت سے زیادہ کوئی بھی کام کیا جائے گا تو ذریعۂ ہلاکت بن جائے گا تباہی کا ذریعہ بن جائے گا یہ میں انشاءاللہ کل آپ کے سامنے عرض کروں گا۔ آج میں اپنے تذکرے کو یہیں پر تمام کر دینا چاہتا ہوں کہ یہاں تک جو کچھ میں نے سنایا ہے اس کا خلاصہ اور ماحصل یہی ہے کہ عقل ہمیں خدا تک پہنچاتی ہے اور دنیا میں کسی انسان کے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو ثابت کر سکے کہ خدا نہیں ہے بلکہ سارے دلائل کے ذریعہ اگر کوئی انسان خدا کو نہیں مانتا ہے تب بھی خدا کے ہونے کا امکان پایا جاتا ہے اور اس امکان سے بچنا ہر انسان کا عقلی فیصلہ ہونا چاہئے۔ یہ ہے میرے بیان کا وہ سارا خلاصہ جس کو میں بار بار دہرا کے اپنے بچوں کے ذہن میں مستحکم کرنا چاہا ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں مجلس تمام کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم اب معصومینؑ کی زندگی سے نشانیاں ڈھونڈھنا شروع کر دیں گے تو پھر ہمارے سامنے ایسی ایسی نشانیاں آئیں گی جس کے بعد خدا ہمارے محسوسات میں

آئے بغیر ایسا ہمیں معلوم ہوگا جیسے ہم خدا کو دیکھ رہے ہوں۔ میں ایک ہی بات ابھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں جو منکرین خدا ہیں وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بہترین انسان تھے۔ جو دہریئے ہیں جو ملحد ہیں وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حسینؑ بہترین انسان تھے اور جنہوں نے اور زیادہ مطالعہ کیا ہے اسلامی تاریخ کا وہ بہترین عقیدت پیش کرتے ہیں مولائے کائنات کے بارے میں لیکن اگر آپ ذرا سا انداز فکر میں تبدیلی لے آئیں تو کسی انسان کو حق نہیں ہے کہ وہ علیؑ کو اچھا انسان کہے اور حسینؑ کو اچھا انسان کہے اور خدا کا انکار کرے۔ اس لئے کہ ہم چاہے جتنی بھی تاویلیں پیدا کرلیں علیؑ یہ انسانوں کی خدمت انجام دے رہے تھے اور علیؑ یہ اخلاق کی خدمت انجام دے رہے تھے اور حسینؑ نے یہ عام انسانوں کی خدمت انجام دینا چاہی ہے لیکن اگر ہم علیؑ سے اور حسینؑ سے پوچھیں گے تو ان کی پوری زندگی میں پوری زبان پر فقط لفظ دین ہے لفظ خدا ہے اس کے علاوہ کوئی لفظ نہیں ہے۔ تو جو حسینؑ اپنے کردار کو بناتا ہے وجود خدا کے یقین سے اس حسینؑ کو کسی پڑھے لکھے آدمی کو اچھا انسان اگر کہنا ہے تو پہلے اس انداز فکر کو اچھا کہنا ہوگا جس یقین خدا سے حسینؑ کا کردار بنا ہے یہ کیسا تضاد ہے کہ حسینؑ اچھے ہیں اور وہ خدا کا یقین جس نے حسینؑ کے کردار کی تعمیر کی ہے اس کو ہم کہیں کہ یہ بے بنیاد ہے۔ یہ دو چیزیں جو متضاد ہیں جمع نہیں ہوسکتیں اور ہمارے سامنے تو ایسے ایسے نمونے موجود ہیں جنہوں نے یہ بتایا ہے کہ جن دلوں میں مذہب اتر جاتا ہے دین اتر جاتا ہے خدا کا یقین اتر جاتا ہے ان کی زندگی میں ایسا نکھار آتا ہے۔ ایسا نکھار آتا ہے کہ موت بھیانک موت سامنے آتی ہے مگر کردار کے نکھار میں فرق نہیں آتا۔ مولائے کائنات کی شہادت کے بعد جب آپ کے دوست اور شیعہ قتل کئے گئے ہیں۔ بس اتنا آپ سنیں کہ سب سے پہلے کوفے اور اس کے گردونواح کے علیؑ کے

شیعوں کو قتل کیا زیاد نے پھر قتل عام کیا اس کے بیٹے ابن زیاد عبید اللہ ابن زیاد نے۔ چھوٹے موٹے قتل کے ہنگامے چلتے رہے اور مہمیں چلتی رہیں لیکن ان دونوں کے بعد جو عظیم نسلی قتال کیا گیا قتل عام کیا گیا ہے علیؑ کے دوستوں اور شیعوں کا وہ کرنے والا ہے حجاج ابن یوسف۔ حجاج ابن یوسف نے صرف صوبۂ کوفہ کے شیعوں میں سے اسی ہزار افراد قتل کئے۔ اس روایت کو یوں سوچئے کہ آج سے سیکڑوں سال پہلے آبادی کم تھی۔ عرب کی آبادی کم تھی۔ دنیا کی آبادی کم تھی اور اس کم آبادی میں علیؑ کے دوستوں کی آبادی کم تھی تو اس کے بعد کتنا قتل عام ہوا ہے حجاج ابن یوسف کے دور میں کہ اسی ہزار دوست قتل ہوتے ہیں لیکن علیؑ کی شہادت کے بعد جو ان کے دوستوں کا قتل عام شروع ہوا ہے اس کے بہت سے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ کے اصحاب میں ایک بزرگ جناب حجر ابن عدی نہایت عابد نہایت زاہد۔ علیؑ کے دوست اور دشمن دونوں حجر ابن عدی کی عبادت، زہد اور تقویٰ کے قائل تھے ان کو مع ان کے ساتھیوں کے کوفے سے گرفتار کر کے شام بلایا گیا۔ دیکھئے یقین خدا کے بعد زندگی میں کیسا نکھار آتا ہے اسے آپ سنیں جناب حجر ابن عدی اپنے رفیقوں کے ساتھ کوفے سے گرفتار کر کے دمشق روانہ کر دیئے گئے اور دمشق سے دو منزل پہلے ایک مقام پر رکھ دیئے گئے ٹھہرا دیئے گئے تا کہ ان کے کردار کو دیکھ کے دمشق والے علیؑ کے دشمن کے خلاف نفرت کا جذبہ نہ پیدا کر لیں اور علیؑ کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور اسکے بعد پیغام رسائی کا سلسلہ شروع ہوا ایک قاصد جاتا ہے کہتا ہے علیؑ سے دشمنی کا اظہار کرو ان کے لئے لعنت جیسے نازیبا لفظ کا استعمال کرو تو تمہاری جان بچ جائے گی۔ حجر ابن عدی کے دو ساتھی تیار ہوئے ایک وہ تھا جس نے واقعی مولا کے لئے نازیبا لفظ کا استعمال کیا دوسرا وہ تھا جس نے کہا کہ یہاں کیا کہلواتے ہو مجھے دربار میں لے چلو۔ اور جب دربار میں لے جایا گیا تو اس نے

مجمع میں جانے کے بعد کہا کہ مجھ سے جس نے کہا ہے کہ میں علیؑ پر لفظ لعنت کا استعمال کروں میں اس حکم دینے والے پر لعنت کرتا ہوں۔ بقیہ جو سات آدمی بچ گئے حجر ابن عدی اور ان کے رفقاء انہوں نے انکار کیا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم مولا سے اظہار برأت کریں ان سے اپنے کو الگ ہونے کا اعلان کریں۔ ان کی شان میں گستاخی کریں۔ کہا دیکھو موقع ہے۔ جان بڑی پیاری چیز ہے۔ کہا جان اس کے حوالے کر دیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس نے ہم کو علیؑ کی محبت کا حکم دیا ہے ہم خالق کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ میں فقط دو چار منٹ آپ کے لینا چاہتا ہوں کہ زندگی میں کیسا نکھار آجاتا ہے یقین خدا کے بعد اسکی ایک تفصیل سن لیجئے مجلس تمام کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جب مایوس ہوگئی حجر اور ان کے ساتھی اقرار نہیں کریں گے تو سات آدمی آئے سات آدمیوں کے لئے۔ خود ان کے ساتھی سات تھے تو ان سات ساتھیوں کے لئے سات آدمی آئے اور ہر آدمی نے حجر کا اور ان کے ساتھی کا قد ناپا ہائٹ ناپی اور زمین پر ناپ کے ان کے سامنے ایک ایک کی قبر کی کھدائی شروع ہوئی۔ اگر آپ تصورات میں ڈوبے ہوئے ہیں تو پہچانئے زمین پر جو پھاوڑا پڑتا تھا زمین کھودنے کے لئے یہ زمین پر بعد میں پڑتا تھا جرأت پر ہمت پر ارادے پر حوصلے پر یقین پر پہلے پڑھتا تھا لیکن زمین نے جگہ چھوڑ دی حجر اور ان کے ساتھیوں نے جگہ نہیں چھوڑی۔ تراب ہٹ جاتی تھی مگر ابوتراب کے غلام اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ قبر تیار ہوگئی۔ ہر آدمی بیٹھا ہوا اپنی قبر اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور پھر کہا گیا کہ اب بھی دیکھو موقع ہے کہ علیؑ سے الگ ہو جاؤ اظہار کر دو ان سے بیزاری کا۔ کہا نہیں ممکن ہے تو یہ بھی تو ممکن تھا کہ سات آدمی سات آدمی کی قبر کھودنے آئے تھے تو سات آدمی آتے اور سب کو ایک ساتھ قتل کر دیتے۔ نہیں ہر آدمی کے پیچھے ایک آدمی تلوار لئے کھڑا ہے۔ برہنہ تلوار لئے کھڑا ہے بس ایک آدمی

قتل ہوگا۔ اب ان چھ آدمیوں کے لئے اور زیادہ بے حد تنگ حالات تھے جن کو فیصلہ کرنا ہے لیکن انہوں نے ساتھی کے سر کو کٹتے دیکھا۔ خون کو ابلتے دیکھا۔ لاش تڑپتے دیکھا مگر اپنے فیصلے میں کسی قسم کی بے چینی محسوس نہیں کی۔ سب شہید ہو گئے باقی کون بچا۔ حجر ابن عدی۔ یہ ہے اللہ کا یقین۔ جناب حجر ابن عدی کے پاس جب ان کا قاتل تلوار لے کے بڑھا تو انہوں نے کہا تو قتل کرنے پر آمادہ ہے اپنے حاکم کو خوش کرنے کے لئے اور میں اپنے قتل ہونے پر آمادہ ہوں اپنے مالک کو خوش کرنے کے لئے۔ لیکن اگر تم میں اتنی تحمل کی برداشت کی قوت ہو تو اتنی دیر رک جاؤ میں اپنی زندگی کی آخری دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ قاتل ٹھہر گیا۔ کہا حجر پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھو اور حجر نے دو رکعت نماز پڑھی۔ مجھے صرف نماز پڑھنا سنانا ہوتا تو اتنی دیر آپ کو نہ روکتا نہیں زندگی کی نکھار کی تصویر آپ دیکھیں۔ قاتل تلوار لئے کھڑا ہے سارے ساتھی قتل ہو چکے ہیں۔ قبریں کھدی ہوئی ہیں اور طے ہے کہ نماز ختم ہوئی اور دشمن کی تلوار چل جائے گی۔ جناب حجر نے دو رکعت نماز پڑھی بے حد مختصر پڑھی۔ حجر جیسا عابد و زاہد اور عبادت گزار جتنی مختصر نماز پڑھ سکتا تھا اتنی مختصر نماز پڑھی جتنی جلدی پڑھ سکتے تھے اتنی جلدی نماز پڑھی اور مختصر نماز پڑھ کے جلدی نماز پڑھ کے دو رکعت نماز جلدی ختم کر کے ایک مرتبہ قاتل کی طرف مڑے اللہ بے کسی کیسی تھی کہ ان کے پاس بات کہنے کے لئے قاتل کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ بھی نہیں تھا۔ جناب حجر نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی نماز اتنی مختصر نہیں پڑھی ہے اتنی جلدی نہیں پڑھی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کی آخری نماز جس کے بعد اب مجھے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا مجھ سے پوچھو کہ اتنی جلدی کیوں پڑھی اتنی مختصر کیوں پڑھی یہ نماز تو میرا دل چاہتا تھا کہ لمبی سے لمبی پڑھتا دیر سے دیر تک پڑھتا آہستہ آہستہ پڑھتا اس میں اور مستحب چیزیں ادا کرتا لیکن مجھ سے پوچھو کہ میں نے حجر ہو کر کے میں نے حجر

ہوکر کے کیوں یہ جو زندگی کی آخری نماز ہے اسے جلدی پڑھا ہے مختصر پڑھا ہے قاتل بھی متوجہ ہو گیا جبر بتا دو کیا وجہ ہے کہا میں نے یہ نماز اس لئے جلدی پڑھی کہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آج میں نے نماز اطمینان سے پڑھی تو کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ علیؑ کا ماننے والا موت سے ڈر گیا تھا لہٰذا نماز کو طول دے کر کے نماز کی سپر میں اپنے لئے بچاؤ ڈھونڈھ رہا تھا تو میں حیدرؑ کا غلام ہو کر کے موت سے ڈرنے پر تیار نہیں ہوں لہٰذا میں نے زندگی میں کبھی اتنی مختصر نماز نہیں پڑھی جتنی مختصر میں نے آج پڑھی تا کہ علیؑ کے ماننے والے پر خوف کا کوئی الزام نہ لگنے پائے ذرا سوچنے کی بات ہے جب ذرّہ ایسا ہے تو آفتاب کیسا ہوگا یہ ہے وجود خدا کا وہ ایمان جو زندگی میں نکھار پیدا کرتا ہے اب اس کے بعد مزید مجلس کو طول دینے کے بجائے دو چار جملے آپ کی خدمت میں عرض کر کے مجلس ختم کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کبھی بھی اس وقت اس رخ پر بھی غور فرمائیں کہ پوری تاریخ کربلا میں اگر کہیں آپ کو مل جائے تو مجھے بتایئے گا کہ کربلا سے لے کے کوفے تک اور کوفے سے لے کے شام تک عجیب وغریب بات کہہ رہا ہوں کہ اس پورے سفر میں اور قید خانے میں آجانے کے بعد کبھی ان قیدیوں میں سے کسی بچے نے یہ کہا کہ بھیا اب بیعت کر لیجئے یزید کی ہم سے سختیاں نہیں جھیلی جاتی ہیں پھوپھی اماں اب بیعت کر لیجئے یزید کی ہم سے سختیاں نہیں جھیلی جاتی ہیں۔ بھوک اور پیاس تکلیف جھیلتے جھیلتے بچے قید خانے میں مر گئے ہیں۔ دنیا سے گزر گئے ہیں اور بی بیاں نکلی ہیں تو اس طرح نکلی ہیں کہ ان کے جاننے والے بھی انہیں پہچان نہیں پاتے تھے لیکن پوری تاریخ میں کہیں یہ آواز نہیں آئی ہے کہ تکلیفیں حد سے سوا ہو گئی ہیں اب بیعت یزید پر ہم تیار ہو جائیں یہ کیا ہے یہ کون سی چیز ہے جو ننھی سی بچی کو انکار بیعت پر باقی رکھے ہوئے ہے یہ یقین خدا ہے اور جو میں نے ایک جملہ کہا ہے کہ قیدی قید خانے میں اتنی تکلیف جھیل گئے اتنی تکلیف جھیل

گئے کہ جب نکلے ہیں تو ان کو پہچاننے والے پہچان نہ سکے بعض کتابوں میں تذکرہ ملتا ہے کہ جب جناب زینبؑ کی عبداللہ ابن جعفرؑ سے ملاقات ہوئی تو ملاقات اس طرح ہوئی کہ آپ گھر میں تشریف لائی تھیں اور رورہی تھیں اپنے بچوں کو یاد کر کے رورہی تھیں اور آج پہلی مرتبہ زینبؑ نے اپنے بچوں کا ماتم کیا تھا اور بچوں کو یاد کر کے روئی تھیں۔ فرمارہی تھیں کہ میرے بیٹوں کل یہی گھر تھا ایسی رونق تھی تم تھے اس لئے رونق تھی آج یہ ویران ہے۔ تمہاری ماں تمہیں یاد کر کے آج پہلی مرتبہ بے چین ہورہی ہے اسی وقت جناب عبداللہ ابن جعفرؑ داخل ہوئے اور انہوں نے یہ دیکھا کہ میرے گھر کے صحن میں کوئی بوڑھی عورت اپنے بیٹے کو رورہی ہے عبداللہ منہ پھیر کے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ضعیفہ اے بوڑھی عورت ہم منع نہیں کرتے ہیں کہ تم اپنے بیٹے پر نہ روؤ لیکن ہم بنی ہاشم کے گھروں میں جب سے حسینؑ شہید ہوئے ہیں ہم اپنے عزیز کو نہیں روتے ہیں ہم حسینؑ کو روتے ہیں تو اگر تمہیں رونا ہے تو اپنے گھر جاکے اپنے بیٹوں کا ماتم کرو میرے گھر میں اگر ماتم کرنا ہے تو بیٹے کے بجائے حسینؑ کا ماتم کرو جناب زینبؑ مڑیں اور کہا کہ عبداللہ تم رخ موڑ کے کیوں کھڑے ہو گئے ہو یہی میرا گھر ہے میں اپنے بیٹے کے لئے کہاں جاکے روؤں۔ عبداللہ نے پوچھا تم کون ہو کہا میں زینبؑ ہوں۔ عبداللہ پلٹے کہا بی بی تم پہچانی نہیں جاتی ہو تم علیؑ کی بیٹی ہو تم فاطمہؑ کی بیٹی ہو تم حسینؑ و حسنؑ کی بہن ہو پہچانی نہیں جاتی ہو ارے یہ عبداللہ جو تمہاری زندگی کا ساتھی ہے یہ تمہیں نہیں پہچان رہا ہے کہا وہ زینب کیسے پہچانی جائے جس نے بھوک برداشت کی ہے دھوپ برداشت کی ہے تکلیفیں برداشت کی ہیں جس نے قید خانے کی زحمتیں برداشت کی ہیں۔

”سَیَعْلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ“

☆☆☆

مجلس

(۴)

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيهِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِهِ الرَّحمٰنُ٥

میں نے آپ کے سامنے مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا بار بار تذکرہ کیا ہے آپ فرماتے ہیں ہر چالاکی اور ہوشیاری کا نام عقل نہیں ہے بلکہ عقل صرف اس صحیح سمجھ کا نام ہے جو انسان کو خدا تک پہنچا دے اور اس طرح پہنچا دے کہ نہ صرف وہ خدا کا نام اور وجود مان لے بلکہ اس کے احکام کو مان کے اسکی عبادت اور اطاعت کرے۔ میں نے اس سلسلہ میں بہت سی باتیں آپ کے سامنے کہی ہیں لیکن پچھلے دو دن جو گزرے ہیں اس میں میں نے خاص طور سے ایک بات کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ یہ کہ جیسے لازم ہے ضروری ہے کہ جو چیز بھی استعمال کی جائے وہ صحیح جگہ استعمال کی جائے اگر صحیح چیز غلط جگہ استعمال ہو جاتی ہے تو اس سے اس کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ نقصان پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ عقل کا بھی استعمال صحیح ہو۔ میں اپنی پچھلے دو دنوں کی باتوں کو آگے بڑھانے کے لئے کچھ باتیں رکھنا چاہتا ہوں تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ پیش نظر رکھیں کہ ہر چیز کے استعمال کی تین منزلیں ہوتی ہیں ضرورت سے کم استعمال ضرورت سے زیادہ استعمال اور ضرورت بھر استعمال۔

آپ جیسے پڑھے لکھے ایجوکیٹیڈ مجمع کے سامنے مثالوں کی ضرورت نہیں ہے زیادہ ایک مثال کافی ہوگی مثلاً جہاں ضرورت ہو وہاں ہم مال خرچ نہ کریں اس کا نام ہے بخل کنجوسی اور جتنی ضرورت ہو اس سے زیادہ خرچ کریں بیجا خرچ کریں اس کا نام ہے اسراف اور فضول خرچی۔ لیکن جس موقع پر جس محل پر دل کھول کر خرچ کرنا چاہئے وہاں پر دل کھول کر خرچ کریں اور جہاں پر کم خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں پر کم خرچ کریں ان دو اچھی صفتوں کا نام بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ خرچ کرنے کی جگہ تھی نہیں خرچ کیا اس کا نام ہے کنجوسی۔ خرچ نہیں کرنا چاہئے تھا خرچ کر دیا اس کا نام ہے فضول خرچی۔ جہاں دل کھول کے خرچ کرنا چاہئے وہاں خرچ کیا اس کا نام ہے سخاوت اور جہاں ضرورت بھر خرچ کرنے کے بعد بچانا چاہئے تھا وہاں ضرورت بھر خرچ کیا اور بچالیا اس کا نام ہے کفایت شعاری تو مال ایک ہی ہے خرچ کرنے اور نہ کرنے سے ہمارے سامنے چار باتیں پیدا ہوئیں جس میں دو قابل تعریف ہیں اور دو قابل مذمّت۔ لیکن یہیں پر ایک بات یاد آ گئی وہ بھی آپ سن لیں واقعہ کا واقعہ بھی ہے اور ہمارے لئے کار آمد تذکرہ بھی ہے۔ بخل میں کنجوسی میں اور کفایت شعاری میں فرق یہی ہے۔ بیجا بچانے کا نام کنجوسی۔ صحیح بچانے کا نام کفایت شعاری بیجا خرچ کرنے کا نام فضول خرچی۔ صحیح جگہ خرچ کرنے کا نام سخاوت۔ امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے یعنی یہ تو خاندان ہی ایسا ہے یہ تو سلسلہ ہی ایسا ہے معصومینؑ کا کہ اس میں سبھی سخی تھے سب ہی ہر کمال میں اعلیٰ ترین درجہ پر فائز تھے لیکن کوئی کوئی کسی کام میں مشہور ہو جاتا ہے سب عبادت کرتے تھے لیکن امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ سبھی معاف کرتے تھے خطاؤں کو غصہ ضبط کرتے تھے مگر ساتویں امام کا لقب کاظم مشہور ہو گیا۔ تو ان القاب سے کبھی یہ نہ سوچنا چاہئے کہ یہ صفتیں دوسرے

معصومینؑ میں نہیں تھیں۔ حالات ہوتے ہیں تو اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخاوت بہت زیادہ تھی۔ حکومت چلی گئی تھی مگر آپ کی سخاوت میں فرق نہیں آیا۔ حالات بدل گئے مگر حسنؑ نہیں بدلے تو آپ نے ایسا بھی کیا چھوٹی موٹی خیرات کے ساتھ آپ نے ایسا بھی کیا کہ کبھی کبھی اپنے پورے سال کا آدھا حصہ راہ خدا میں دے دیا اور دینے کی شان کیا ہوتی ہے۔ اعلان نہیں کرتے تھے کہ لینے آؤ۔ راہ خدا میں دیا اور سارا سامان گھر سے نکال کر کے میدان میں ڈھیر کر دیا کہ جس کا جی چاہے وہ لے جائے ہم تو اگر باٹنے پر بھی آتے ہیں تو باٹنے کے بعد بھی یہ چاہتے ہیں کہ آدمی کم از کم یہ تو دیکھ لے کہ کون دے رہا ہے یعنی دیتے دیتے بھی اس سے عزت لے لینا چاہتے ہیں امامؑ میدان میں کیوں جمع کر دیتے تھے اس لئے جمع کر دیتے تھے کہ جو کوئی آکے لے جائے اسے لے جاتے وقت اسے اپنی ذلت کا احساس نہ ہونے پائے۔ امیر شام حاکم شام یزید کا باپ ظاہر ہے کہ ان کو یہ بات کھلتی تھی کہ لوگ امام حسنؑ کی تعریف کر رہے ہیں اس کے پاس حکومت ہے اور تعریف کرنے والا کوئی نہیں ہے ان کے پاس حکومت نہیں ہے مگر تعریف کر رہے ہیں لوگ، حکومت ہونے اور نہ ہونے کا مطلب کیا تھا اگر آپ یاد رکھیں ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی ان کے پاس حکومت تھی یہ انسانوں کے جسموں پر قبضہ کئے ہوئے تھے اور ان کے پاس حکومت نہیں تھی مگر وہ انسانوں کی روح پر قبضہ کئے ہوئے تھے۔ انسانوں کے دماغوں پر قبضہ تھا انسانوں کے دلوں پر قبضہ تھا۔ ذلیل انسانوں کا جسموں پر حکومت کر لینا اور ہے اور شریف انسانوں کی روحوں پر حکومت کر لینا اور ہے یہ کام اماموں کو حاصل ہوتا ہے خدا کے نیک اور صالح بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ تو بات میں طول نہ ہو جائے جو میں کہنا چاہتا ہوں اس سے ذہن ہٹ نہ جائے۔ تو یہ گذارش کرنا چاہتا تھا کہ امیر شام کو

جب یہ خبر ملی کہ امامؑ نے آدھا مال راہ خدا میں دے دیا تو انہوں نے اپنے خیال میں بہت سوچ کے بڑی محنت کر کے امامؑ کے لئے ایک ریمارک تیار کیا تاکہ آپ پر وہ تنقید کرنے کا شرف حاصل کر سکے۔ انہوں نے لکھا۔ انہوں نے لکھا کہ ''لاخیرفی الاسراف'' امامؑ کی اس سخاوت کو انہوں نے فضول خرچی قرار دیا اور اس کے بعد کہا کہ فضول خرچی میں کوئی خوبی نہیں ہے کوئی بھلائی نہیں ہے یعنی انہوں نے امامؑ کو یہ لکھا کہ آپ نے اتنا مال راہ خدا میں دے کے فضول خرچی کی ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اگرچہ عربی کے دونوں لفظ ہیں مگر میں چاہوں گا کہ اسے آپ سن لیں تاکہ امامؑ کے جواب کے سننے میں ایک نیا کیف پیدا ہو جائے حاکم شام نے لکھا کہ ''لاخیرفی الاسراف'' کوئی خیر نہیں ہے کوئی خوبی نہیں ہے فضول خرچی میں اسراف میں۔ امامؑ نے جواب جو لکھا ہے وہ سننے کے قابل ہے آپ نے لکھا ''لااسراف فی الخیر'' زندگی کے ہر خرچ میں فضول خرچی ہو سکتی ہے مگر جب اللہ کی راہ میں دینے میں آئیں تو یہاں تو سخاوت ہی سخاوت کی حدیں رہتی ہیں فضول خرچی پیدا ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ بیجا نہ ہوگا کہ آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ بھی میں عرض کروں کہ ہم سب اپنی زندگی میں پابند کئے گئے ہیں کہ جو ہم خرچ کریں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں اگر سوسائٹی میں جو ہماری حیثیت ہے عزت ہے اس کے مطابق ہم خرچ کرتے ہیں تو وہ خرچ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہم خرچ کرتے ہیں تو وہ فضول خرچی ہے۔ فضول خرچی گناہ ہے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں کہا ہے کہ میں فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں لیکن یہ فضول خرچی کا ہے میں ہے ہماری زندگی میں ہے مکان اگر ہم بنائیں تو اتنا ہی جتنا ہماری حیثیت کے مطابق ہو ہم اپنے گھر کی عورتوں کے لئے زیور خریدیں تو اتنا ہی جتنا ہمارے گھر کی عورتوں کی سوسائٹی میں حیثیت ہے کہ اتنا زیور ان کے پاس ہونا

چاہئے۔ کپڑے۔شادی۔ کھانا پینا۔ ساری چیزوں میں خرچ کتنا ہونا چاہئے۔ حیثیت کے مطابق۔حیثیت سے زیادہ ہوا تو فضول خرچی اور اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ جب سال کے آخری دن ہم خمس نکالیں گے تو جتنا ہم نے فضول خرچی میں پیسے خرچ کئے ہیں شریعت اسے خرچ نہیں مانے گی اس کا ہم کو ریورس میں دوبارہ خمس نکالنا ہوگا۔صرف کارخیر راہ خدا میں خرچ ایسا خرچ ہے جس میں حیثیت کی شرط نہیں ہے جتنا بھی خرچ کرو اس میں اجازت ہے اس میں شرط نہیں ہے حیثیت کی لیکن عجب یہ ہماری سوسائٹی کا دھندھا ہے کہ ہم ہر کام حیثیت سے زیادہ کرنا چاہتے ہیں۔مکان بنوانا چاہیں گے حیثیت سے زیادہ شادی کرنا چاہیں گے حیثیت سے زیادہ موٹر خریدیں گے کار خریدیں گے حیثیت سے زیادہ البتہ جب کارخیر کا وقت آتا ہے تو ہم میں سے ہر آدمی غریب ہوجاتا ہے۔ہم دے ہی کیا سکتے ہیں ہماری حیثیت ہی کیا ہے جو ہماری حیثیت ہے وہ لے لیجئے۔یعنی خدا نے جہاں کہا تھا حیثیت بھول جاؤ وہاں ہم کو حیثیت یاد آجاتی ہے اور جہاں کہتا ہے حیثیت یاد رکھو وہاں حیثیت بھول جاتے ہیں۔تو یہ لمبی بات ہوگئی۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہر چیز کو اس کے صحیح محل اور موقع اور مقدار پر صرف کرنا چاہئے بیجا استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ مال ہے جہاں خرچ کرنے کی جگہ ہے وہاں خرچ کیا جائے جہاں بچانے کی جگہ ہے وہاں بچایا جائے۔ بیجا خرچ کا نام فضول خرچی اسراف اور بیجا بچانے کا نام کنجوسی۔صحیح خرچ کا نام سخاوت صحیح بچانے کا نام کفایت شعاری۔ یہ مال کی بات تھی تو یہی بات عقل کے لئے بھی آئے گی۔عقل میں کنجوسی بھی ہوسکتی ہے عقل میں فضول خرچی بھی ہوسکتی ہے عقل میں سخاوت بھی ہوسکتی ہے۔ عقل میں کفایت شعاری بھی ہوسکتی ہے۔آپ کہیں گے ہم نے مال میں تو سنا تھا یہ عقل میں کہاں سے پیدا ہوگئیں چاروں صفتیں تو میں آپ کی خدمت میں عرض کروں

کہ بعض آدمیوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جانتے ہیں پوچھنے والا پوچھتا ہے مگر نہیں بتاتے ایک یہ بھی کیریکٹر ہے وہ چاہے مجھ ہی میں پایا جارہا ہو کہ پوچھنے والا پوچھتا ہے ہم جانتے ہیں بتا سکتے ہیں مگر نہیں بتاتے ہیں تو جب پوچھنے والا پوچھتا ہے ہم جانتے ہیں اور بتا سکتے ہیں۔نہیں بتاتے ہیں تو نہیں بتارہے ہیں بلکہ ہم مال کے بجائے عقل کی کنجوسی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ جو ایسے کی اولاد ہوتے ہیں مثلاً باپ کنجوس رہا ہے ایک میں مسئلہ عرض کررہا ہوں جو میراث کے سلسلہ میں علماء نے لکھا ہے سائنسدانوں نے بھی فلسفیوں نے بھی اسے مانا ہے کہ ماں باپ کے اثرات اولاد میں مٹنے کے بعد بھی تھوڑے بہت باقی رہتے ہیں کہ مثال میں علمائے اخلاق نے یہ لکھا ہے کہ اگر باپ کنجوس تھا اور بیٹا کنجوس نہیں ہے تو کم سے کم اس سے اتنی بات رہ جاتی ہے کہ اگر وہ عالم دین ہو گیا اور کنجوس نہیں ہے تو وہ مال میں کنجوس نہیں رہتا ہے مگر مسائل بتانے میں کنجوسی باقی رہ جاتی ہے تو جہاں بولنا چاہئے بتانا چاہئے سمجھانا چاہئے وہاں آدمی چپ ہے تو یہ کیا ہے عقل کی کنجوسی تو پھر عقل کی فضول خرچی بھی ہے عقل کی فضول خرچی وہی ہے کہ جہاں سمجھ میں نہیں آسکتا ہے وہاں خواہ مخواہ زور لگانا کہ ہم سمجھ گئے یہ کیا ہے یہ اپنی عقل کو فکر کو سمجھ کو ضائع کرنا اسکی فضول خرچی ہے۔اور میں اس موقع پر آپ کا تھوڑا سا وقت لینا چاہتا ہوں کہ ہماری سوسائٹی اس عقلی فضول خرچی میں بڑی شدت کے ساتھ مبتلا ہے۔ بڑی شدت ہے ہمارے درمیان عقلی فضول خرچی اور عقلی اسراف میں کوئی بھی موضوع ہو۔ میں فرض کیجئے ذاکری کرتا ہوں تو ذاکری کا مطلب یہ ہے کہ کچھ میں تفسیر جانتا ہوں۔تھوڑے سے فقہ کے مسائل جانتا ہوں۔تھوڑی سی مجھے حدیثیں معلوم ہیں۔تھوڑی سی مجھے اسلامی تاریخ معلوم ہے یعنی جو کچھ بھی مجھے معلوم ہے تھوڑا سا نہیں معلوم ہے پورا۔لیکن اب ہم انجینئر کے بھی مولوی صاحب اس لئے کہ محبت میں بیچارہ ہمیں مولوی

صاحب ہی کہتا ہے ڈاکٹر کے بھی مولوی صاحب وہ بھی ہم سے مجلس پڑھواتے ہیں تو جب ہر طرح کا آدمی ہمیں مولوی صاحب کہنے لگا تو ہم کو خیال پیدا ہو گیا کہ جب ڈاکٹر کے مولوی صاحب ہیں تو ہم کو میڈیسن بولنے کا حق ہو گیا۔ ہم انجینیر کے مولوی صاحب ہیں تو انجینیر نگ کے ہر شعبہ میں چاہے وہ میکینک ہو چاہے وہ الیکٹرک ہو ہر جگہ ہم کو بولنے کا حق ہے تو یہ کیا ہے۔ کوئی موضوع شروع ہوا۔ میرا کام تھا تھوڑا سا دینی تذکرے کو جاننے کے بعد سننے والوں کو سنا دینا تا کہ انہیں فائدہ پہونچے۔ اس کے بجائے ہم نے شروع کیا۔ کسی دوا کا تذکرہ شروع ہوا میں نے رائے دے دی۔ کسی بلڈنگ بنانے کا مسئلہ ہوا میں نے نقشہ بنانا شروع کر دیا تو یہ کیا ہے عقل کا اسراف ہے اور اسراف کا نتیجہ کیا ہے جب کوئی چیز زیادہ خرچ ہوتی ہے تو آخر میں خرچ ہو جاتی ہے۔ فضول خرچی کا نتیجہ یہی تو ہوتا ہے نہ کہ جو آدمی فضول خرچی کرے گا آخر میں فقیر ہو جائے گا غریب ہو جائے گا آخر میں مال نہیں رہے گا اس کے پاس تو اگر ہماری سوسائٹی عقل کی فضول خرچی کرنے لگے گی تو آخری نوبت کیا پہنچے گی۔ نہیں اگر پاگل نہیں بھی تو عقل نہیں رہ جائے گی۔ تو میں اس بات کی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر آدمی میری اس بات کو معقول مانتا ہے کہ جو آدمی جس بات کو نہیں جانتا ہے اس کو اسے سمجھنا چاہیئے اس میں اس کو رائے نہیں دینا چاہیئے۔ تو پھر یہی بات مذہب میں بھی پائی جائے گی۔ یہی بات مذہب میں بھی باقی رہنا چاہیئے کہ جو آدمی مذہب کی جس بات کو نہیں جانتا ہے اسے وہ پوچھے اسے وہ سمجھے اسے وہ معلوم کرے یہ کرے کہ اپنی رائے دینے لگے۔ میں آپ کی خدمت میں ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں جو میں نے کم سے کم جتنے ملکوں میں گیا ہوں وہاں کوئی نہ کوئی جملے کا بولنے والا ضرور مل جاتا ہے یعنی میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ جملہ جو سنٹنس میں بولنے جا رہا ہوں یہ انٹر نیشنل ہو چکا ہے ہر جگہ کوئی نہ کوئی آدمی مل جاتا ہے جو بات

کہتا ہے جناب میرا ماننا تو یہ ہے بھئی آپ کیا ہیں آپ کا ماننا کیا ہے۔ ہم دنیا میں کبھی کسی سے یہ نہیں کہتے کہ ہمارا ماننا یہ ہے۔ قانون کے مقابلے میں میری ہمت یہ نہیں ہے کہ آپ کا قانون کچھ کہتا ہو جناب میرا ماننا یہ ہے۔ نہیں جو قانون ہے اس کی پابندی کریں گے۔ اسکول میں اسپتال میں ملک میں کاروبار میں نوکری میں سروس میں فیکٹری میں کہیں بھی ہم جائیں گے تو ہم نہیں کہتے کہ جناب میرا ماننا تو یہ ہے نہیں جہاں ہم ہیں جو آپ کا قانون ہے ہمیں تسلیم ہے اگر ہمیں رہنا ہے تو قانون ماننا ہے قانون نہیں ماننا ہے تو ہمیں نکل جانا ہے لیکن دین بے چارہ اتنا غریب ہے کہ وہاں ہر آدمی یہ کہتا ہے جناب میرا ماننا تو یہ ہے تو جب آپ ہی کا سب ماننا ہو جائے گا تو پھر خدا بے چارہ کیا کرے گا۔ جب ہر بات کے بارے میں ہم ہی فیصلہ کریں گے کہ میرا ماننا تو یہ ہے تو پھر نبیؐ کے ارشاد کی کیا قیمت رہ جائے گی۔ امامؑ کے ارشاد کی کیا قیمت رہ جائے گی یعنی اس کے معنی یہ ہو جائیں گے کہ جس نے عقل پیدا کی ہے وہ عقل پیدا کر کے پیچھے رہ جائے گا اور جو عقل پیدا ہوئی ہے وہ آگے بڑھ جائے گی۔ جن کے پاس مکمل پوری عقل تھی یعنی نبیؐ اور امامؑ وہ پیچھے رہ جائیں گے اور جو عقل کا ذرا سا ریزہ پا گئے ہیں، حصہ پا گئے ہیں وہ آگے بڑھ جائیں گے یہ زیادتی ہوگی یا نہیں۔ تو نہ کبھی عقل کی کنجوسی ہونا چاہئے نہ کبھی عقل کی فضول خرچی ہونا چاہئے۔ یہ دونوں ہماری سوسائٹی میں باتیں پائی جاتی ہیں بہت سے آدمی ہوتے ہیں جو مسائل بتانے سے کتراتے ہیں۔ میں علم وعقل کے سلسلہ میں ایک بات اور آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ جو آگے باتیں کہنے والا ہوں ان کے لئے اور زیادہ ذہنوں میں کشادگی پیدا ہو جائے۔ آپ حصول برکت وثواب کے لئے ایک صلوات بھیجیں برمحمدؐ وآل محمدؐ۔

میں نے جو باتیں کہی ہیں اس سلسلہ میں ایک جملہ اور سن لیں۔ انشاء اللہ

بہت فائدہ پہنچائے گا۔ بہترین علم یہ ہے بہترین جاننا یہ ہے کہ آدمی کم سے کم یہ جانتا ہو کہ ہم کتنا جانتے ہیں وہ جو اپنے ہی کو نہیں جانتا ہے تو وہ پھر دوسرے کو کیا جانے گا اور اس دنیا میں جتنی برائیاں پیدا ہوئی ہیں جتنی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں جتنے جھگڑے پیدا ہوئے ہیں ان سب کے پیچھے یہی ہے کہ آدمی اپنے کو اپنے سے زیادہ سمجھ لیتا ہے۔ دیکھئے ملائکہ نے اپنی حد پہچانی کہ ہم مخلوق ہیں خدا ہمارا خالق ہے ہم بندے ہیں وہ ہمارا معبود ہے ہم محکوم ہیں وہ ہمارا حاکم ہے تو ہمارا کام ہے کہ جو وہ کہے ہم اس کے سامنے جھک جائیں۔ لیکن شیطان کو خیال پیدا ہوا کہ جو خدا کہہ رہا ہے ہم اتنے چھوٹے نہیں ہیں کہ ہم آدمؑ کے سامنے جھک جائیں۔ ہم اس سے بڑے ہیں لہٰذا وہ نہیں جھکا تو شیطان کو شیطان کس چیز نے بنایا۔ اپنے کو نہ پہچاننے نے اور جتنا تھا شیطان اس سے زیادہ اپنے کو سمجھ لینے میں۔ غرور کسے کہتے ہیں تکبر کسے کہتے ہیں۔ تکبر اور غرور کوئی چیز نہیں ہے سوائے اس کے کہ آدمی اپنی حقیقت پہچاننے کے بجائے اپنے کو جتنا ہے اس سے زیادہ سمجھ لیتا ہے۔ کوئی آدمی جب کسی پر ظلم کرتا ہے تو کیوں ظلم کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی حقیقت پہچان لے تو کبھی ظلم نہیں کرے گا اس کے سامنے فقط یہ بات ہوتی ہے کہ جو میرے سامنے ہے یہ کمزور ہے میں اس سے طاقتور ہوں میں بڑا ہوں یہ میرے سامنے چھوٹا ہے اگر اسے یہ یاد آجائے کہ یہ ضرور ہم سے چھوٹا ہے مگر کچھ ایسے ہیں کہ ہم ان سے چھوٹے ہیں تو وہی حقیقت یاد آجائے تو نہیں کرے گا ظلم۔ پھر مجھے امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ ایک دن اور میں نے عرض کیا تھا کہ ہماری سوسائٹی میں بچانے کا بہت زور ہے۔ مال بچانے کا۔ عقل نہ بچے کوئی حرج نہیں ہے ایمان نہ بچے کوئی حرج نہیں ہے شرم و حیا نہ بچے بالکل نہ بچے بالکل مائنس ڈگریاں شروع ہو جائیں۔ کم سے کم یورپ کی جو سوسائٹی چل رہی ہے اس میں شرم و حیا مائنس ڈگریوں پر چل رہی

ہے۔عقل ضائع ہو جائے۔کیریکٹر ضائع ہو جائے۔نیکیاں ضائع ہو جائیں۔رشتے ضائع ہو جائیں شرم وحیا ضائع ہو جائے کچھ پرواہ نہیں ہے بچنا کیا چاہئے مال۔مال بچنا چاہئے جو بہر حال نہیں بچے گا اور اگر بچ جائے گا تو ہم نہیں بچیں گے یعنی ریزلٹ کیا ہے ایک بات یاد آ گئی۔میں جو سنانا چاہتا ہوں وہ سناؤں گا مگر سن لیجئے۔یہ جو میں نے کئی مجلسیں آپ کے سامنے روزی کے سلسلے میں پڑھی ہیں پھر بھی بہت سے مسائل روزی سے وابستہ باقی رہ گئے۔ایک چھوٹی سی بات مجھے یاد آ گئی ہے سنانا چاہتا ہوں۔یہ جو ہمیں کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ آج کل ہم کو روزی زیادہ مل رہی ہے پتہ ہے جناب آج کل اللہ کا شکر ہے۔کہتے ہیں نا۔ہم بھی کہتے ہیں آپ بھی کہتے ہیں۔کہنا ہی چاہئے۔لیکن اس کی حقیقت کیا ہے اگر آپ توجہ دے دیں تو میں ایک جملہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ روزی زیادہ آرہی ہے یہ روزی زیادہ نہیں ہوتی اصل میں روزی تو ہماری اتنی ہی ہے جتنی ہمارے استعمال میں آجائے۔غریب سے غریب آدمی اور امیر سے امیر آدمی پیٹ بھر سے زیادہ کھا نہیں سکتا بلکہ پیٹ بھر کر بھی نہیں کھا سکتا۔ایک وقت کھائے گا تو دوسرے وقت نہیں کھائے گا اور کم سے کم انڈیا پاکستان میں تو لوگ زیادہ کھا بھی لیتے ہیں یہاں تو چونکہ چلنا پھرنا نہیں ہے لہٰذا یعنی جتنا زیادہ ہم ترقی کرتے ہیں اتنی ہی زیادہ ہماری غذا کم ہو جاتی ہے لیکن بہر حال اگر آدمی کھائے گا بھی تو پیٹ بھر سے زیادہ نہیں کھائے گا۔جسم بھر سے زیادہ پہن نہیں سکتا اور جتنا ہی لمبا چوڑا چاہے مکان بنا لے لیکن جتنی زیادہ جسم کی لمبائی چوڑائی ہے اس سے زیادہ زمین کو گھر نہیں سکتا۔اگر آپ برا نہ ماننے کا وعدہ کریں تو میں آپ سے عرض کروں گا کہ ایک وقت میں مردہ جتنا کپڑا پہن لیتا ہے زندہ اتنا نہیں پہن سکتا۔جتنا ہم قبر میں لیٹ کے زمین گھیرتے ہیں کیا زندگی میں اس سے زیادہ زمین گھیر سکتے ہیں تو اصل روزی تو وہی ہے جو

ہمارے کھانے میں آ گئی۔اصل روزی تو وہی ہے جو ہمارے پہننے میں آ گئی۔اصل روزی وہی ہے جو ہمارے استعمال میں آ گئی۔اب جو بقیہ روزی جو ہم یہ سمجھتے ہیں گنجائش پیدا ہو گئی ہے فراخی پیدا ہو گئی ہے اصل حقیقت اس کی یہ ہے کہ اللہ دوسروں کی روزی ہمارے پاس بھیج دیتا ہے جسکو ہم دولت وسعت رزق۔امانت سمجھتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کی روزی ہمارے پاس آ جاتی ہے اور جس کو ہم غربت سمجھتے ہیں اس کی اصل میں حقیقت ہے کہ ہماری روزی دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے فرق کیا ہوتا ہے جب دوسروں کی روزی ہمارے پاس آ جاتی ہے تو وہ ہمارے پاس آتی ہے ہم کو اس کے پاس نہیں جانا پڑتا ہے اور اگر ہماری روزی کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے تو وہ ہمارے پاس نہیں آتا ہے ہم کو اس کے پاس جانا پڑتا ہے۔میں ایک کمرے میں رہتا تھا زیادہ آمدنی نہیں تھی زیادہ خرچ نہیں تھا۔ایک مرتبہ اللہ نے مجھے دولت دے دی میں مثالوں میں بات کہنا چاہتا ہوں متوجہ ہو جائیں۔اللہ نے مجھے جو دولت دے دی تو مجھے خیال یہ ہوا کہ کارپٹ بدل دینا چاہئے۔ڈیکوریشن نیا کرانا چاہئے۔فرنیچر نیا لانا چاہئے۔ایک روم میں کام نہیں چلتا ہے اور فلیٹ لینا چاہئے اس سے زیادہ ہونا چاہئے اگر ذرا سوچتے جایئے جب ہم نے کارپٹ بدلا تو اصل میں جو کارپٹ بیچتا تھا بنایا تھا بیچا تھا اور جس نے اٹھایا تھا ان کی روزی کا تھوڑا تھوڑا حصہ میرے پاس آ گیا تھا جو ان تک پہنچ گیا۔جب ہم نے فرنیچر بدلا تو جتنے فرنیچر بنانے والے تھے اس کا سامان بنانے والے تھے بیچنے والے تھے ان سب کی تھوڑی تھوڑی روزی ہمارے پاس آ گئی تھی ان تک پہنچ گئی۔تو میں ان مثالوں کے ذریعہ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی بیجا بات نہیں ہے ہمیں خداوند عالم کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرنا چاہئے پالنے والے تو ہم کو زیادہ سے زیادہ روزی دے۔زیادہ سے زیادہ روزی دینے کا مطلب کیا ہے۔زیادہ سے

زیادہ روزی دینے کا مطلب یہ ہے کہ پالنے والے دوسروں کی روزی ہمارے پاس بھیجتا کہ ہمارے پاس وہ آئیں اور ہم انکی روزی ان کے حوالے کر دیں لیکن پالنے والے ہم کو یہ محتاجی اور مجبوری نہ دینا کہ ہم کو دوسرے کے پاس اپنی روزی لینے کے لئے جانا پڑے۔ تو بات پھر کہیں سے کہیں نکل آئی۔ ہمارے یہاں زور ہوتا ہے سارا زور ہوتا ہے مال بچاؤ۔ ارے ذرا کم کھاؤ مگر حلال کماؤ۔ کہا جناب کم کیسے کمائیں۔ نہیں اگر ہم زیادہ بھی کمالیں گے تو زیادہ ہمارے کام آنے والا کہاں ہے اگر حلال سے ہم کمائیں گے تو وہ حلال ہمارے لئے وبال نہیں بنے گا اور جتنا ہمیں چاہئے اتنا تو خداوند عالم ہمیں دینے ہی والا ہے تو ہمارے سماج میں بڑا زور ہوتا ہے بچاؤ اور مردوں سے زیادہ اس میں عورتیں آج کل نہیں۔ نہیں اس میں بھی فرق ہے جب تک مال دوسرے کا ہے تب تک نہیں جہاں سے مال اپنا ہو جاتا ہے وہاں سے نیت بدلتی ہے۔ جوانوں کے مقابلے میں بوڑھے بچاؤ یعنی میں نے جو زندگی کے حالات لکھے ہیں اس کا ریزلٹ یہی ہے کہ آدمی جتنا بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے آرزوئیں اتنی ہی جوان ہوتی چلی جاتی ہیں۔ لوگ کہنے کو کہہ دیتے ہیں قبر میں پیر لٹکائے ہیں۔ کوئی قبر میں پیر لٹکائے نہیں ہے۔ ستّر سال اسّی سال نوّے سال پورے ہنڈریڈ جس نے سنچری بھی پوری کر لی ہے عمر کی آنکھ سے دکھائی نہیں پڑتا ہے۔ دماغ کام نہیں کرتا ہے کچھ یاد رہتا ہے کچھ بھول جاتے ہیں ہم نے کہا کیا حال ہے کہا اب کیا حال ہے قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہیں۔ مگر ذرا پیر کے نیچے سانپ دکھائی دیا اور پیر اٹھا لئے یعنی قبر میں پیر لٹکانا ہم نہیں چاہتے اگر نیچے پیر بڑھا دیتے تو پیر لٹکانا ہوتا۔ تو بچانے میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے ابھی مثال آپ کے سامنے عرض کی ہے محل اور موقع پر بچانے کا نام کفایت شعاری ہے اور بیجا بچانے کا نام کنجوسی ہے تو حقوق نہ ادا کیجئے کہ کسی کا حق نہ دیا جائے بہن کا حق نہ دیا جائے بھائی کا حق نہ دیا

جائے خدا کا حق نہ دیا جائے زکوٰۃ وخمس نہ نکالی جائے یہ حق نہ دیں اور بچائیں یہ بیجا ہے لیکن سب کے حقوق دے کے اس کے بعد اگر ہم بچاتے ہیں تو بیجا نہیں ہے او بہترین بچانا وہی ہے جس کا میں نے ایک دن تذکرہ کیا تھا کہ جو جناب ابوذرؓ نے ہم کو بتایا تھا کہ یہاں بچاؤ گے تو چھوڑ کے جاؤ گے وہاں بھیج دو گے تو کام آنے والا ہے بہترین فقرہ ہے اگر آپ یادرکھیں تو یادرکھیں کہ جو ہم راہ خدا میں خرچ کردیتے ہیں اصل میں وہی بچتا ہے۔ جو ہم خود خرچ کریں گے یہ پلٹ کے ہم کو ملنے والا نہیں ہے اور جو ہم خرچ ہی نہیں کریں گے تو وہ بہرحال کام ہی نہیں آیا اور رہنے والا بھی نہیں ہے۔لیکن جو ہم راہ خدا میں خرچ کریں گے ہم کو یہی پلٹ کے ملنے والا ہے ایک کا لاکھوں گنا پلٹ کے ملنے والا ہے تو صحیح چیز وہی بچتی ہے جو راہ خدا میں خرچ ہوجاتی ہے امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی خیرات ہے جس کا میں نے ابھی آپ کے سامنے تذکرہ کیا کہ آپ آدھا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا کرتے تھے تو ایک صاحب نے مشورہ دیا ظاہر ہے کہ وہ کوئی امامؑ سے منحرف آدمی نہیں تھے امامؑ کے ہمدرد تھے دردمند تھے مگر انداز فکر وہ نہیں تھا جو اسلامی ہونا چاہئے یعنی جو امامؑ کا انداز فکر ہے جو امامؑ کا بتایا ہوا انداز فکر ہے۔انداز فکر وہی تھا جو آج ہماری آپ کی سوسائٹی کا ہے جب مولا بہت راہ خدا میں خرچ کرتے تھے تو ایک دن انہوں نے کہا کہ مولا آپ کی آمدنی کم ہے خرچ زیادہ ہے قبیلہ بھی آپ کا بڑا ہے خاندان بھی آپ کا بڑا ہے سارے غریب شیعوں کا حال بھی آپ کو دیکھنا ہے حکومت آپ کے خلاف ہے کہا مولا ذرا خرچ کم کردیجئے راہ خدا میں جتنا دیتے ہیں اتنا نہ دیجئے بلکہ تھوڑا بچا' یئے امامؑ کا فقرہ سنئے آپ سے پہلے مجھے سننا ہے اور آپ سے پہلے مجھے یاد رکھنا ہے۔امامؑ نے کہا کہ تم نے جو مشورہ دیا ہے دنیا میں یہی مشورے دیئے جاتے ہیں کہ بچاؤ راہ خدا میں کم خرچ کرو زیادہ بچاؤ لیکن فرمایا آپ نے کہ میں ایک

دوسری بات سوچتا ہوں اس نے پوچھا کہنے والے نے مولا آپ کیا سوچتے ہیں بتایئے۔ کہا تم مجھ سے کہتے ہو کہ جو خدا مجھے روزی دیتا ہے میں اس میں سے خدا کے بندوں کو جو دیتا آیا ہوں اس میں کمی کر دوں میں دوسری بات سوچتا ہوں کہ اب اللہ کی اور میری عادت یہ ہے کہ وہ مجھے دیتا ہے میں اس کے بندوں کو دے دیتا ہوں اگر میں نے عادت بدلی کہ بندوں کو دینا میں نے بند کیا اور اس نے بھی عادت بدل دی کہ مجھ ہی کو دینا بند کر دیا تو میرا حشر کیا ہوگا۔ تو جیسے مال کے بارے میں نہ کنجوس ہونا چاہئے نہ فضول خرچ ہونا چاہئے بلکہ سخاوت ہونا چاہئے اور کفایت شعاری ہونا چاہئے ویسا ہی عقل میں بھی نہ کنجوس ہونا چاہئے اور نہ فضول خرچ ہونا چاہئے۔ کفایت شعاری ہونا چاہئے اور سخاوت ہونا چاہئے۔ ایک چیز میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا کہ بیجا اپنی رائے کو بغیر سمجھے بوجھے دے دینا یہ فضول خرچی ہے عقل کی۔ کنجوسی بھی سن لیجئے ایک مسئلہ کئی دن سے ہمارے آپ کے سامنے بار بار آتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں چند فقرے آپ کی خدمت میں عرض کروں وہ یہ کہ لوگ یہ کہتے ہیں صاحب دنیا میں اتنے مذہب۔ دنیا میں اتنے مذہب ہیں کیسے پتہ لگے کہ اس میں سچا کون ہے تو جناب ہمیں بھی کہاں پتہ ہے ہم تو مسلمان گھر میں پیدا ہو گئے مسلمان ہیں کیا پتہ ہے کہ مسلمان مذہب سچا ہے کہ نہیں ہے اور ہمیں تو ایک صاحب ایسے بھی ملے جنہوں نے یہ کہا کہ اس دنیا میں کوئی چیز حقیقت رکھتی ہی نہیں ہے سچائی کی خود ہی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اب یہ بتایئے جو ایسے دھلے دھلائے ہیں ان کو کیسے ہم سمجھائیں۔ ہاں ہاں یہ کچھ ہے ہی نہیں۔ کوئی چیز دنیا میں حقیقت رکھتی ہی نہیں ہے تو جب کوئی چیز حقیقت نہیں رکھتی ہے نہ سچ کی کوئی حقیقت ہے نہ جھوٹ کی کوئی حقیقت ہے تو میں نے ان سے آخر میں یہی کہا۔ نہیں دھوبی کے دھلے نہیں ہیں۔ دھلائی تو آخر میں ہوگی۔ ڈرائی کلینک قبر سے شروع ہوگی اور

باقاعدہ دھلائی وہاں ہوگی تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا ان سے میں نے آخر میں یہی کہا کہ اس میں ایک ہی بات حقیقت ہے کہ ہم آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں کہنے لگے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے تو اگر آدمی اس منزل پر سمجھنے پر تیار ہو جائے تو اس کو سمجھایا نہیں جا سکتا ہے تو یہ جوان کو خیال پیدا ہو گیا کہ دنیا میں کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ عقل کی انتہائی کنجوسی ہے۔ اس دنیا میں سیکڑوں مذہب ہیں سچا مذہب آدمی کیسے معلوم کرے ہم نہیں معلوم کر سکتے ہیں سچا مذہب یہ عقل کی کنجوسی ہے۔ کمزوری تو معاف ہو جائے گی کنجوسی معاف نہیں ہوگی۔ ایک آدمی بیمار ہو جاتا ہے کمزور ہو گیا اس پر کوئی جرم نہیں عائد ہوتا ہے تو کمزور معاف ہو سکتا ہے کنجوس نہیں معاف ہوگا۔ جس آدمی کی عقل ہی اتنی کمزور ہے کہ وہ دین نہیں پہچان سکتا ہے اس پر کوئی حساب نہیں ہوگا کوئی عذاب نہیں ہوگا لیکن جس نے عقل کی کنجوسی برتی ہے دین معلوم کر سکتا تھا نہیں معلوم کیا ہے اس کا حساب ہوگا۔ ہاں صاحب ہم تو مسلمان پیدا ہو گئے مسلمان ہیں کیا پتہ کہ ہمارا مذہب سچا ہے کہ۔۔ یعنی اپنے خیال میں یہ بڑے منصف مزاج ہیں۔ زمانے میں انصاف بھی تو چلن ہے نہ اس انصاف کے معنی یہی ہیں کہ سب برابر کر دیئے جائیں۔ یہ انصاف کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ یورپ کی سوسائٹی کو سامنے رکھیں ہم اپنے وطن کا گاؤں کا ایک واقعہ سناتے ہیں اسے سب لوگ برا کہیں گے اسے کوئی برا نہیں کہتا ہے لیکن پوزیشن دونوں کی ایک ہے پجویشن دونوں کی ایک ہے ہمارے یہاں ایک آدمی نے ایک آدمی کے یہاں چوری کی۔ چور مال لے گیا۔ پولیس آئی اس نے پکڑ لیا۔ چور پکڑا گیا مال پکڑا گیا جب چور پکڑا گیا تو ہمارے یہاں انڈیا کے ہر گاؤں میں ایک نمایاں آدمی ہوتا ہے جو الیکشن جیت کر کے پردھان کہلاتا ہے سرکاری آدمی ہو جاتا ہے نیم سرکاری وہ آدمی اس پردھان کا عزیز نکل آیا اس کا دوست نکل آیا ہر وقت

اس کے پاس بیٹھنے اٹھنے والوں میں نکل آیا تو اب اگر اس کو سزا مل جائے تو ان کے اقتدار کا کوئی فائدہ نہیں ہوا دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ غریب بیچارہ کہہ رہا ہے کہ میرا مال چوری ہوا۔ مال مل گیا مجھے مل جانا چاہیئے۔ آپ مانیں چاہے نہ مانیں میں بالکل صحیح حقیقت آپ کو بتاتا ہوں کہ پردھان نے پولیس سے مل کے یہ طے کیا کہ آدھا آدھا مال چور میں اور مالک میں بانٹ دو۔ ہاں یہی دلیل ہے کہ آخر اس کو بھی تو ضرورت ہے اس نے بھی محنت کی ہے۔ تو اب ذرا یہ پہچانیئے کہ نوڈ سٹرپ سے جو تہذیب شروع ہوتی ہے وہ ہم کو اسی منزل پہ تو پہنچا رہی ہے کہ مجرم کو بھی برابر کر دو اس کے جو مجرم نہیں ہے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایسی جتنی مجبوریاں بیان ہوتی ہیں کہ سچا مذہب کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور جناب بہت مشکل ہے یہ کام یہ عقل کی کنجوسی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ۔ دین کے علاوہ جو اور مسئلے ہوتے ہیں اس میں ہم کوئی فیصلہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا بچہ کھو گیا چھوٹا تھا کھو گیا وہ ملے گا یا نہیں ملے گا یہ تو بعد کی بات ہے لیکن وہ ساری زندگی اپنے بچے کو ڈھونڈھ نکالنے کی کوشش کرتا ہے اخبار میں چھپواتا ہے تصویریں چھپواتا ہے ٹیلی ویژن پر پیغام دیتا ہے ریڈیو سے کہلواتا ہے ملک ملک ڈھونڈھنے کے لئے جاتا ہے تو اگر کھویا ہوا بچہ ڈھونڈھا جا سکتا ہے تو کیا کھوئی ہوئی آخرت و عاقبت ڈھونڈھی نہیں جا سکتی۔ لیکن بات وہیں پر ہے کہ میری نظر میں مذہب کی آخرت کی عاقبت کی قیمت اپنے بچے سے کچھ زیادہ ہونا چاہیئے بس جتنی زیادہ قیمت محسوس ہوگی اتنا زیادہ ہم تلاش کے لئے تیار ہو جائیں گے اگر ہم نے دنیا میں کوئی چیز نہ ڈھونڈھی ہوتی تھک گئے ہوتے تو ٹھیک تھا کہ ہم کوئی چیز نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں تو سچا مذہب بھی نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں لیکن جہاں بزنس کی گنجائش نہ ہو وہاں بزنس ڈھونڈھ سکتے ہیں جہاں مکان نہ ملتا ہو مکان

ڈھونڈھ سکتے ہیں۔ جہاں دوست نہ ملتے ہوں دوست ڈھونڈھ سکتے ہیں۔ ہم ڈھونڈھ سکتے ہیں کہ سمندر کی تہوں میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے۔ ہم ڈھونڈھ سکتے ہیں کہ زمین کے اندر کیا چیز چھپی ہوئی ہے لیکن نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں تو یہ نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں کہ خدا ہے کہ نہیں ہے۔ جنت ہے کہ نہیں ہے سزا ہونا ہے کہ نہیں ہونا ہے ثواب ملنا ہے کہ نہیں ملنا ہے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ اصل میں کاہلی ہے کنجوسی ہے عقل کی یہ مجبوری نہیں ہے اور وہ بات جو میں نے ہر شخص کی خدمت میں عرض کی ہے اسے میں ایک بار اور دہرانا چاہتا ہوں۔ ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

ایک چیز جو میں بار بار عرض کرتا رہا ہوں اسے دوبارہ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ جو نہیں تھے ان کے سامنے بھی بات آجائے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مذہب پوری دنیا میں ایک ہی سچا ہوسکتا ہے دو مذاہب سچے نہیں ہو سکتے۔ ایک ہی مذہب سچا ہوسکتا ہے دوسرا مذہب سچا نہیں ہوسکتا۔ دوسری گزارش جو میں کرتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے سچے مذہب کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تو مرنے کے بعد میں۔ یہ سنا چکا ہوں ایک دن میں آپ کو کہ مرنے کے بعد اتنے بڑے بڑے خطرات سامنے آئیں گے ہمارے عذاب کی شکل میں سزا کی شکل میں دوزخ کی شکل میں فشار قبر کی شکل میں برزخ اور محشر کی شکل میں کہ ہم ان کو برداشت نہیں کر سکتے اور دوسری طرف بھی ایک حصہ یہ تو خوف کا حصہ ہوا دوسری طرف انسان جو کچھ چاہتا ہے اس کا حاصل ہونا اس دنیا میں ممکن نہیں ہے اس کا حاصل ہونا جنت ہی میں ممکن ہے۔ میں اس جملہ کی مزید تشریح میں ایک فقرہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم مذہب چھوڑ دیں۔ اگر ہم قانون چھوڑ دیں اگر ہم دنیا کی ہر چیز چھوڑ دیں تب بھی ہم کو سب کچھ کرنے کا موقع اس دنیا میں نہیں ملے گا۔ یعنی خود ہمارے نیچر میں ہمارے

جسم اور زندگی میں ہمارے اردگرد کی دنیا میں اتنی گنجائش ہی نہیں ہے کہ ہم جو چاہیں کرسکیں۔ لیکن آدمی یہی چاہتا ہے کہ ہم جو چاہیں وہ کرسکیں ہمارے آپ کے دلوں میں جو آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں ان ساری آرزوؤں کو دو لفظوں میں یاد رکھئے گا بھولئے گا نہیں۔ ہماری ساری آرزوئیں دو آرزو میں شامل ہیں ایک تو ہم ایسی زندگی چاہتے ہیں جس میں موت کا خطرہ ختم ہو جائے۔ چاہتے ہم یہی ہیں ملے چاہے نہ ملے اور دوسرے ہم اتنا پاور چاہتے ہیں اتنا اقتدار چاہتے ہیں کہ جو چاہیں جس وقت چاہیں وہ کام ہو جائے اور اس دنیا میں نہ ایسی زندگی مل سکتی ہے اور نہ ایسا پاور مل سکتا ہے لیکن یہ دونوں چیزیں جنت میں مل جائیں گی۔ جنت کا تذکرہ آپ پڑھیں تو وہاں یہی ملے گا۔ جنت کے تذکرے میں یہی ملے گا کہ جو جنت میں آئے گا وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یعنی بغیر موت کے کھٹکے والی زندگی اگر ملے گی تو جنت میں ملے گی یہاں نہیں ملے گی اور وہاں پروردگار عالم نے کہا کہ میرے بندے تو نے اپنی زندگی میرے احکام کے حوالے کی تھی دنیا میں تو میں جنت میں اپنے پاور تیرے حوالے کردوں گا کہ جنتی جو ارادہ کرتے جائیں گے وہ چیز ہوتی جائے گی یہ میری شان ہے کہ میں ارادہ کرتا ہوں اور چیز ہو جاتی ہے تو میں کل اپنے پاورس تمہارے حوالے کردوں گا کہ تم جو ارادہ کروگے وہ چیز ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ دنیا میں جو ہم چاہتے ہیں وہ نہیں ہوسکتا ہے یہ کہاں ہوسکتا ہے اگر ہم اس دنیا میں چھوٹی چھوٹی آرزوؤں کو حاصل کرنے کے لئے محنت کر رہے ہیں تو جہاں آرزوؤں کی تکمیل ہونے والی ہے اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے ہم کو کوشش کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے اور جب ہم چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے بچنا چاہتے ہیں تو وہ دوزخ جہاں ساری تکلیفیں جمع ہو جائیں گی وہاں سے بچنا چاہئے یا نہیں بچنا چاہئے بس جس وقت ہم کو جنت کی قیمت کا احساس پیدا ہو کے شوق پیدا ہو جائے اور جب

دوزخ کی تکلیفوں کا احساس پیدا ہو کے خوف پیدا ہو جائے ہم میں سچے مذہب کی تلاش کے لئے ہمت پیدا ہو جائے گی۔ میں آپ کی خدمت میں دوبارہ اس بات کو پھر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جتنی باتیں ہوتی ہیں سچا مذہب معلوم نہیں ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ معلوم نہیں ہوسکتا ہے اصل میں مذہب کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔ ہم اخبار لائے تھے پڑھ کے رکھ دیا ہم نے ایک ہفتہ ہوگیا کسی نے پوچھا وہ اخبار کہاں ہے ہم نے کہا کہ ہوگا کہیں کہا ڈھونڈھ دیجئے ہم نے کہا کہ ہمارے حالات میں گنجائش نہیں ہے کہ ہم ایک ہفتے کا ردی اخبار ڈھونڈھ کے آپ کو نکالیں لیکن اس میں اگر کوئی ایسی خبر ہوتی کوئی ایسی اطلاع ہوتی جسکی ہمیں ضرورت ہوتی تو ہم سارا گھر الٹ کر کے اخبار کو ڈھونڈھ لیتے تو معلوم ہوا کہ چیز جب بے قیمت ہوتی ہے آدمی ڈھونڈھنے پر تیار نہیں ہوتا ہے اور چیز جب قیمتی ہوتی ہے تو آدمی ہر زحمت جھیل کے بھی تیار ہو جاتا ہے اسکو ڈھونڈھنے پر۔ اصل میں یہ جو کہا جاتا ہے کہ سچا دین کیسے معلوم کریں یہ مجبوری نہیں ہے یہ دین کی قیمت کا احساس نہیں ہے اگر دین کی قیمت کا صحیح احساس ہو جائے تو ہر انسان ڈھونڈھ سکتا ہے اور میں نے بارہا یہ تذکرے سنائے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سوالات کا باقی رہنا یہ بتاتا ہے کہ اس تذکرے کو آپ پھر سے سنیں اور دوسروں کو سناتے رہیں کہ پروردگار عالم کل میدان محشر میں طے کرے گا کہ کون جنت میں جانے کا حقدار ہے کون دوزخ میں جانے کا حقدار ہے اور اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا۔ غلط فیصلے ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں یا تو جانتا نہیں ہے لہٰذا فیصلہ غلط کرتا ہے یا اس کی کچھ مجبوریاں ہوتی ہین اسکی بناء پر فیصلہ غلط کرتا ہے۔ خدا نہ مجبور ہے نہ جاہل ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا اسے غلط فیصلہ کرنے کی کوئی ضرورت ہے ہی نہیں۔ جب اسے غلط فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے ہی نہیں تو وہ غلط فیصلہ کرے گا نہیں تو اب دو ہی صورتیں ہیں

آدمی جتنے میدان محشر میں پہنچیں گے جو مسلمان نہیں ہیں جو مومن نہیں ہیں جو اثنا عشری نہیں ہیں جتنے بھی غیر اثنا عشری پہنچیں گے ان کی دو ہی قسمیں ہوں گی یا تو وہ اثنا عشری شیعہ مذہب حاصل کر سکتے تھے اور حاصل نہیں کیا یا ان کے حالات ایسے تھے کہ ان کو یہ سچا مذہب حاصل ہو ہی نہیں سکتا تھا تو سزا انکی ہوگی حساب ان کا ہوگا جو حاصل کر سکتے تھے اور انہوں نے حاصل نہیں کیا اور جو مجبور تھے ان کا حساب نہیں ہوگا ان کی سزا نہیں ہوگی بلکہ ان کے لئے ہمارے معصومینؑ نے جو چیزیں بتائی ہیں ان میں سب سے آسان ترین چیز میں نقل کیا کرتا ہوں کہ ایسے سارے آدمی ان کے سامنے دوبارہ مذہب میدان محشر میں پیش کیا جائے گا اور ائمہ معصومینؑ نے وضاحت کی کہ وہ بچے جو بالغ ہونے سے پہلے مر گئے وہ آدمی جو پاگل پیدا ہوئے اور پاگل مر گئے اسی قسم کے وہ سارے لوگ جن تک مذہب نہیں پہنچا ہے میدان محشر میں ان کے سامنے پھر مذہب پیش کیا جائے گا اب تو ان کو پہچاننے میں دیر بھی نہیں لگے گی۔ جتنی زحمت ہمارے لئے ہے ان کے لئے اتنی زحمت نہیں ہوگی۔ خدا کی قدرت سامنے ہے نبیؐ سامنے امامؑ سامنے جنت سامنے دوزخ سامنے حساب کتاب سامنے ریزلٹ سامنے یعنی جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ سب کچھ انہیں دیکھ کے سمجھ میں آجائے گا تو جو فقرہ میں نے حدیث کا بار بار نقل کیا ہے اور آج پھر اس لئے نقل کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جواب محسوس بھی ہو جائے اور آپ دوسروں کو سناتے بھی رہیں کہ خداوند عالم ان کے مذہب پہچان لینے کے بعد پوچھے گا تم مجھے خدا مانتے ہو کہ نہیں مانتے ہو سب کہیں گے کہ مانتے ہیں کہا مانتے ہو تو میرے کہنے پر عمل کرو گے کہا بے شک عمل کریں گے جب خدا مان لیا ہے تو عمل کیوں نہیں کریں گے تو دوزخ کا ایک ذرا ڈھکن کھولا جائے گا اور اس میں سے جو شعلے نکلیں گے وہ اتنے اونچے ہونگے کہ دیکھنے والا جہاں تک دیکھے شعلے ہی شعلے دکھائی دیں گے خدا کہے گا مجھے خدا مانتے ہو

کہا ہاں مانتے ہیں کہا میرا حکم مانو گے کہا ہاں مانیں گے کہا پھر میں حکم دیتا ہوں کہ دوزخ کی آگ میں کود جاؤ بس وہیں یہ پارٹیشن ہوجائے گا کچھ وہ ہونگے جو کہیں گے جب خدا مان لیا تو حکم ماننا ہے لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور کچھ وہ ہوں گے جنہوں نے خدا کو بے شک مان لیا ہے مگر عقل چھوڑ کے تھوڑے ہی مانا ہے یہ کیسا خدا ہے کہ ہم کو دوزخ کی آگ میں جس کے شعلے اتنے اونچے جارہے ہیں اس میں کودنے کا حکم دے رہا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عقل کی فضول خرچی ہے وہاں جان بنے گی چنانچہ جو کود جائیں گے ان کے کودتے ہی وہ آگ، ٹھنڈی اور گلزار بن جائے گی جیسے جناب ابراہیمؑ کے لئے بنی تھی اور جو نہیں کودیں گے خدا کہے گا دیکھو تم نے مجھے مانا اور میری نافرمانی کی لہٰذا تم اپنے عمل کے لئے دوزخی بنے ہو اور یہ اپنے عمل کے ذریعہ سے جنتی بنے ہیں اور جب کبھی یہ بحثیں شروع ہوتی ہیں کہ جناب جن تک مذہب نہیں پہنچا ان کا کیا ہوگا ان کا کیا ہوگا تو آخر میں ہم ایک بات پوچھ لیتے ہیں کہ جن تک مذہب نہیں پہنچا ہے ان کا کیا ہوگا ان کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں لیکن ہم تک مذہب پہنچ گیا کبھی ہم نے اپنے بارے میں سوچا کہ ہمارا کیا ہوگا۔ خالی ہمدردیاں دوسروں ہی دوسروں کی ہیں اپنی بھی کچھ ہمدردی ہونا چاہئے یا نہیں۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہا۔ کہ جیسے مال کی فضول خرچی ہے ویسے ہی عقل کی فضول خرچی ہے جیسے مال کی کنجوسی ہے ویسے ہی عقل کی کنجوسی ہے اب دو لفظیں مجھے اور بھی کہنا باقی ہیں کہ جیسے مال کی کفایت شعاری ہے ویسا ہی عقل کی کفایت شعاری ہے کنجوسی، فضول خرچی کی مثال میں آپ کے سامنے عرض کر چکا اب یہ جگہ سن لیجئے یہ بھی سمجھنے کے قابل ہے میں نے پچھلی تقریروں میں آپ کے سامنے گزارش کی ہے کہ ہم سے معصومینؑ نے یہ کہا کہ تمہارے پاس ایسا پکا یقین ہونا چاہئے جس میں شک وشبہ نہیں ہو اور اگر یہ یقین نہیں ہے تو یقین کو حاصل کرو

دلائل سے عقل سے مطلب سمجھ کے نہیں ہے تو حاصل کرو وہ بدنصیب ہے جو یہ طے کر لے کہ نہیں ہے اور نہیں حاصل کریں گے وہ بدنصیب نہیں ہے جو یہ پہچان لے کہ نہیں ہے لہٰذا حاصل کرنا چاہئے یہ تو انتہائی خوش نصیبی ہے تو پکا یقین کیا ہے کہ اس کے بعد کبھی شک نہ پیدا ہو جس کی مثال معصومینؑ نے دی کہ چرخہ چلانے والی بڑھیا کو جیسے پکا یقین تھا کہ خدا ہے ویسے ہی تمہارے پاس بھی پکا یقین ہونا چاہئے اس پکے یقین کا فائدہ کیا ہوتا ہے اس کو ایک جملے میں مختصر طور پر آپ سن لیں۔ ہم بہت سی قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں گے بہت سی حدیثیں پڑھیں گے بہت سے فقہ کے مسائل پڑھیں گے تاریخ میں بہت سے واقعات پڑھیں گے جو ہماری سمجھ میں آئے گا کہ یہ آیت نہیں ہونا چاہئے تھی یہ حدیث نہیں ہونا چاہئے تھی یہ مسئلہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ امامؑ نے یا نبیؐ نے جو یہ کام کیا ہے یہ کام نہیں کرنا چاہئے تھا ایسا سمجھ میں آئے گا لیکن جب آئے گا تو وہیں پہ ہم کو اپنے اس مضبوط یقین کو باقی رکھنا چاہئے کہ خدا غلط کہہ نہیں سکتا ہے معصوم غلط کہہ نہیں سکتے ہیں مذہب کا کوئی مسئلہ غلط ہے نہیں ان سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی ہے لہٰذا جو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس کو اتنا سمجھیں اتنا سمجھیں کہ ہمارے سمجھنے میں جہاں غلطی ہو رہی ہے دور ہو جائے اور جو شک پیدا ہو رہا ہے رفع ہو جائے۔ مجھے نہیں معلوم وہاں وہ چیز پائی جاتی ہے یا نہیں پائی جاتی لیکن انڈیا پاکستان میں بہرحال پائی جاتی ہے پتنگ پتنگ تو پتنگ جب لوگ اڑانے والے اڑاتے ہیں۔ میں نے نہیں اڑائی۔ پتنگ اڑانے والے جب اڑاتے ہیں تو ڈور لمبی چھوڑ دیتے ہیں اور جب کھینچتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ڈور پہ جو ڈور پڑتی ہے الجھ جاتی ہے جب ڈور چھوڑی تھی تو سلجھی ہوئی تھی بالکل لپٹی ہوئی ہے اگر الجھی ہوئی ہوتی تو چھوڑنے میں وہیں پر ہاتھ پھنس جاتا اس حقیقت کو یاد رکھئے گا مثال کی کہ ہم نے جب پتنگ کے ساتھ ڈور چھوڑی ہے تو ڈور بالکل سیدھی تھی صاف تھی کہ

ہمارے اشارے پر وہ اسپیڈ کے ساتھ آگے گئی تھی لیکن جب ہم نے ایمرجنسی میں اس کو کھینچنا شروع کیا تو وہ تلے اوپر ہوگئی۔ جب پتنگ لڑا چکے تو یہ تلے اوپر والی جو تھی یہ الجھ گئی تھی سلجھی ہوئی۔اب الجھ گئی۔ سلجھی ہوئی تھی ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا تھا اور الجھ گئی یہ ہماری وجہ سے اب ان کو سلجھانا پڑتا ہے۔ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ ہوتے ہیں جنہیں سلجھانے میں غصہ آجاتا ہے اور جہاں غصہ آجاتا ہے وہیں پہ توڑ دیتے ہیں تو نتیجہ کیا ہوتا ہے جو سو میٹر کی ہوتی ہے اس کے سو ٹکڑے ہوجاتے ہیں بیکار ہو جاتی ہے اور جو ہمت والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں اب تھک گئے ہیں اس کو یہیں پہ چھوڑ دو پھر اس کو سلجھائیں گے تو بس اتنا یاد رکھئے گا کہ مذہب کی ڈور الجھی نہیں ہے حالات میں کبھی الجھ جاتی ہے تو جب سلجھانے بیٹھیں تو جہاں تک سلجھ جائے سلجھ جائے اور جب نہ سلجھے اس کو وہیں پہ چھوڑ دیں پھر سلجھائیں گے پھر کسی سے پوچھیں گے پھر سمجھیں گے۔ چکر میں آکے توڑ کے شک نہیں پیدا کر لینا چاہئے۔تو جب ہم تھک گئے ہیں۔اب ہم تھک گئے ہیں ڈور کو چھوڑ دینا چاہئے یہ مسئلہ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے ہم کو رک جانا چاہئے آئندہ اسے ہم سمجھیں گے یہ ہے سمجھ کی کفایت شعاری۔نہیں اس وقت ہمیں سمجھ لینا ہے کہ صحیح ہے کہ غلط ہے اور اگر ایسا ہے تو خدا خدا نہیں ہے اور نبیؐ نبی نہیں ہے اور معصوم معصوم نہیں ہے ڈور کا توڑ دینا ہے لیجئے عقل کی کفایت شعاری کو چھوڑ دینا ہے۔ کفایت شعاری کیا ہے کہ ہمارے پاس جتنا علم ہے جتنی کیپسٹی ہے اتنا ہم جان سکیں جو نہیں جان سکے ہیں پھر کوشش کریں گے سمجھنے کی پھر کوشش کریں گے ذمہ دار سے پوچھنے کی۔ کسی جاننے والے سے پوچھ کے مسئلہ کو حل کریں گے اس انتظار میں مسائل کو روکے رکھنا اور اس پکے یقین کو برقرار رکھنا اور شک نہ پیدا ہونے دینا یہ ہے عقل کی کفایت شعاری۔ اور سخاوت کیا ہے سخاوت وہی ہے جس کو ہماری سوسائٹی نے چھوڑ دیا ہے بس آخری

لفظ سن لیں آپ کہ مذہب نے یہ کہا ہے کہ جیسے تم پر نماز واجب ہے جیسے تم پر روزہ واجب ہے جیسے تم پر ساری چیزیں واجب ہیں ویسے ہی سوسائٹی کے ہر ممبر پر واجب ہے کہ وہ دوسرے مومن اور مسلمان کو دیکھے کہ وہ کوئی واجب نہیں ادا کر رہا ہے تو اسے واجب بتا کے آگاہ کرے آمادہ کرے کہ تم اس واجب کو ادا کرو اب دیکھئے وہ کوئی گناہ کر رہا ہے کوئی حرام کام کر رہا ہے تو اسے روکنے کی کوشش کرے حتیٰ کہ وہ گناہ سے رک جائے یہ ہے عقل کی صحیح صحیح سخاوت۔ اس کا اصطلاحی نام ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر نیکی کی ہدایت کرنا اور برائی سے روکنا لیکن نئی تہذیب میں اور اسلام میں یہ بڑا فرق پہچانا جاسکتا ہے۔ یہاں کہا جاتا ہے نوڈسٹرب۔ جو کرتا ہے اسے کرنے دو۔ جائے گا دوزخ میں جائے گا اس کا ذاتی معاملہ ہے تمہیں کیا حق ہے ٹوکنے کا اور اگر ٹوک بھی دیا تو وہ سر سے پیر تک لال ہو جاتا ہے آپ کون ہیں ہم کو ٹوکنے والے ہم جائیں گے دوزخ میں جائیں گے لیکن اسی سوسائٹی میں اگر ایک آدمی کھانس رہا ہو جیسے میں کھانس رہا تھا تو سب کو فکر پیدا ہوتی ہے کہ کوئی دوا بتا دیں کہ کھانسی رک جائے۔ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا تھا آپ نے جس کے بعد یہ کھانسی پیدا ہوگئی اب کوئی نہیں کہتا ہے نوڈسٹرب کھانسنے دو اگر نوڈسٹرب صحیح تہذیب ہے تو کھانسنے دو کھانس کے مرنے دو پرسنل معاملہ ہے۔ آپ کو کھانسی سے تکلیف ہوتی ہے بیچ پارک میں لے جاکے باندھ دیجئے اکیلا کھانسے۔ نہیں صاحب ایسا کیسے ہوسکتا ہے ایک آدمی کو تکلیف ہے اس تکلیف کو دور کرنا چاہئے تو معلوم ہوا کہ ہم اس دنیا میں کھانسی جیسی معمولی تکلیف کو بھی دیکھ کے یہ چاہتے ہیں اگر ہم نے دیکھا کہ نہا کے باہر نکل رہا ہے کہا نہ نکلو یہاں ہوا لگ جاتی ہے درد پیدا ہو جاتا ہے اور درد پکڑ لیتا ہے یہ پرائیوٹ بات ہے کیوں بتائیں ہم کسی کو لیکن نہیں تقاضائے محبت ہے کہ ہم بتائیں اور اگر درد پیدا ہوگیا ہے تو بتائیں ہم کو اس دوا سے

فائدہ ہوا تھا آپ بھی استعمال کیجئے۔ یہ دوا آپ کھا رہے ہیں اس کو مت کھائیے یہ دوا غلط ہے فلاں ڈاکٹر کے پاس جائیے تو معلوم ہوا اگر ہم کسی تکلیف کو تکلیف سمجھتے ہیں تو اس سے بچاتے ہیں اگر کسی بھلائی کو بھلائی سمجھتے ہیں تو اس کو بتاتے ہیں۔ شیطان کا قبضہ ہے سوسائٹی پر کہ ہر چیز بتانا ہر چیز سے روکنا لیکن مذہب میں حرام کر رہا ہو تو نہ روکنا واجب چھوڑ رہا ہو تو نہ کہنا۔ یہ نہ کہنا کنجوسی ہے سخاوت نہیں ہے سخاوت یہی ہے کہ جب موقع ہو تو نیکی کی ہدایت کی جائے اور جب موقع ہو تو برائی سے روکا جائے۔ آج کی زحمت تمام ہوگئی میں نے آپ کے سامنے جو کچھ کہنا چاہا تھا اس کی بات وہیں سے شروع ہوئی ہے کہ عقل ہے مگر اس کا استعمال صحیح ہونا چاہیئے۔ نہ فضول خرچی ہونا چاہیئے نہ کنجوسی ہونا چاہیئے جب موقع ہو کفایت شعاری کا تو کفایت شعاری ہونا چاہیئے جب موقع ہو سخاوت کا تو سخاوت ہونا چاہیئے اور یہیں پر میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی دوسرا آدمی ہوتا۔ امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاشور کی صبح جب شام کے لشکر کے سامنے تقریر کی تھی تو دنیا کے سارے انسان کہتے کہ ان کے سامنے کچھ کہنا ہی بیکار رہے لیکن حسینؑ۔ حسینؑ ان کے سامنے تقریر کر رہے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ حسینؑ کا کہنا بیکار نہیں ہوا۔ حسینؑ جب اپنے خیمے میں واپس جا کے قرآن رکھ کے باہر نکل رہے تھے۔ شام کے لشکر سے حرؑ مع اپنے بیٹے کے نکل آئے۔ یہ عاشور کے دن حسینؑ کیوں سمجھا رہے ہیں یہ وہ صحیح سخاوت ہے جس کو ہر نبیؐ نے انجام دیا ہے ہر امامؑ نے انجام دیا ہے اور چودہ معصومینؑ نے تو بدرجہ اولیٰ انجام دیا ہے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھوکا رہنا پیاسا رہنا قتل ہونا شہید ہونا لاشوں کا بے گور و کفن رہنا بچوں کا اسیر ہونا طمانچے کھانا یہ سارے مصائب برداشت کر لینا انسانوں کی ہدایت کے لئے یہ عقل کی سخاوت کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جس پر شہید فائز ہوتا ہے جس پر امامؑ فائز ہوتے ہیں اس

کی الگ الگ منزلیں ہیں ہر ایک اپنی حیثیت کے حساب سے فائز ہوتا ہے۔ کس کے مقدر میں کہاں کون سا فیض آجاتا ہے اس لئے میں آپ کا سنا ہوا واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یزید کے دربار میں دو واقعے پیش آتے ہیں بالکل ایک طرح کے واقعے۔ ایک واقعہ ہے یہودیوں کے عالم راس الجالوت کا ایک واقعہ ہے اس کرسچن کا جو اس وقت کے قیصر جو بادشاہ تھا روم کا اس کا وہ سفیر تھا امبیسڈر دو الگ الگ واقعے ہیں مگر بالکل ایک طرح اور جب یہ دو واقعہ الگ الگ ہیں اس کے معنی ہیں کہ یہ دو دن کے واقعے ہیں۔ واقعہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شہیدوں کے کٹے ہوئے سروں کو دیکھ کے اور اسیروں کو دیکھ کے دونوں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔ دونوں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں اور یزید ان دونوں سے یہ کہتا ہے کہ تمہیں کیا مطلب ہے کہ یہ کون ہیں۔ کہا نہیں ہم جاننا چاہتے ہیں۔ کہا اس شخص نے میری مخالفت کی تھی یہ اس کے ساتھیوں کے سر اور یہ اس کے گھر والے ہیں جو قیدی بنائے گئے ہیں کہا نام بتا دو۔ نام بتانے سے انکار کرنا چاہتا ہے بچنا چاہتا ہے جب یہ دونوں اصرار کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہاں ان کا نام حسینؑ ہے کہا ماں باپ کا نام بتاؤ کہا باپ کا نام علیؑ تھا ماں کا نام فاطمہؑ کہا یہ فاطمہؑ وہ تو نہیں ہیں جو تمہارے رسولؐ کی بیٹی ہیں کہا ہاں وہی ہیں یہاں تک دونوں واقعہ بالکل برابر برابر چلے آرہے ہیں جب یزید کہتا ہے کہ ہاں رسولؐ کی بیٹی ہی ہیں ان کے نواسے ہی تھے یہ تو راس الجالوت یہودی یہ کہتا ہے کہ میں جناب داؤد کی نسل میں تینتیس یا پینتیس پشتوں میں ہوں اور آج بھی میں چلتا ہوں تو یہودی میرے قدم کی خاک اٹھاتے ہیں اور آنکھوں میں لگاتے ہیں تم کیسے مسلمان ہو کہ تم نے اسے قتل کر دیا جو براہ راست نبیؐ کا نواسہ تھا اور سفیر روم یہ کہتا ہے کہ ہمارے یہاں بہت سے گرجے ہیں ایک گرجہ وہ ہے جو سُم والا گرجہ کہلاتا ہے اس لئے کہلاتا ہے کہ

لٹکی ہوئی ہے اس میں بتایا جاتا ہے کہ جس سواری کے جانور پر گدھے پر بیٹھ کر جناب عیسیٰ جایا کرتے تھے اس جانور کا ایک سُم ہے جو اس کے اندر رکھا ہوا ہے تو آج پورے عیسائی سب سے زیادہ اس گرجے کی عزت کرتے ہیں تو ہم تو اپنے نبیؐ کے سواری کے جانور کی عزت کریں اور تم نبیؐ کے نواسے کو قتل کرو۔ یہ دونوں واقعے یہاں پہ آ کے الگ ہو جاتے ہیں پھر آ کے ایک ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں سے یزید کہتا ہے کہ اگر تم مسلمان ہوتے تو تمہیں قتل کر دیتا۔ تمہیں اس لئے قتل نہیں کر رہا ہوں کہ تم مسلمان نہیں ہو تو انہوں نے کہا اگر یہی بات ہے تو ہم کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوئے جاتے ہیں اور دونوں نے پھر یہ بیان کیا کہ مسلمانوں کے نبیؐ نے آ کے خواب میں ہمیں بشارت دی کہ ہم تم کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ ہم سوچتے تھے ہم یہودی ہیں ہم کرسچن ہیں یہ مسلمانوں کا نبیؐ ہمیں بشارت کیوں دے رہا ہے لیکن آج حقیقت واضح ہوگئی۔ واقعہ پھر آ کر کے ایک ہو جاتا ہے جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں یزید کہتا ہے اپنے جلاد سے بڑھ کے ان کا سر کاٹ دو اور جب سر کاٹنے کو جلاد بڑھتا ہے تو مڑتے ہیں اور کہتے ہیں فرزند رسول حسینؑ اتنی گواہی دے دیجئے گا کہ ہم کلمہ پڑھ کے آپ کی محبت میں قتل ہو رہے ہیں۔ یہ کیا ہے یہ عقل کی سخاوت کا وہ موقع ہے جس سے عیسائی یہودی جنتی بن گئے اور اب مجھے آپ کے سامنے ایک لفظ پڑھنا ہے اسی میں حق غم و ماتم بھی ادا ہو جائے گا اور وہ یہ کہ ہم یہ غلط سمجھتے ہیں کہ ایک مرتبہ یزید کے دربار میں قیدی لائے گئے پھر قید خانے بھیج دیے گئے اگر ایک دن لائے گئے ہوتے تو یہ واقعہ نہ پیش آتا لیکن اس لئے کہ پہلے دن جو قیدی لائے گئے ہیں تو شمر لعین نے خود پچھوایا ہے یہ حسینؑ کا سر ہے یہ عباسؑ کا سر ہے یہ اکبرؑ کا سر ہے یہ سکینہؑ ہے اس میں زینبؑ ہیں اس میں ام کلثوم ہیں اس میں رباب ہیں تو جب یزید کے دربار میں شمر لعین پچھوا رہا تھا اگر اس دن یہ دونوں بیٹھے ہوتے تو یہ سوال

نہ کرتے کہ یہ کس کے سر ہیں معلوم یہ ہوتا ہے اس دن کے بعد پھر دربار میں قیدی لائے گئے ہیں۔ ایک دن کا واقعہ ہوتا تو دونوں ایک ہی دن شہید ہو جاتے لیکن دو دن کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن اور لائے گئے ہیں۔ میں نے جب یہ پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ یزید جانتا تھا۔ یزید لعین جانتا تھا زینبؑ کو بڑا سکون ہے قید خانے میں کہ ان کو دربار میں نامحرموں کے درمیان بغیر چادر کے آنا نہیں پڑتا ہے لہٰذا وہ بدترین تکلیف دینے کے لئے ان قیدیوں کو بار بار قید خانے سے بلا کے دربار میں بٹھاتا تھا اور کیسی تھی ہماری وہ شاہزادی جو فاطمہؑ کی بیٹی ہو کے دین خدا کی حفاظت کے لئے اس قربانی کو بار بار پیش کرتی تھیں کہ قید خانے سے دربار میں آتی تھیں شاید یہ فریاد کرتی آتی ہوں گی۔ نانا دیکھ رہے ہیں آپ اپنی نواسی کا حال مادر گرامی آپ دیکھ رہی ہیں اپنی بیٹی کا حال۔ آپ نے اپنے جنازے کے لئے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے پر کسی کی نظر نہ پڑے یہاں آپ دیکھیں بغیر چادر کے بار بار مجھے دربار میں آنا پڑتا ہے۔

”سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ“

☆☆☆

مجلس

(۵)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیہِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰن٥

میں نے ابھی آپ کے سامنے مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فقرہ پڑھا ہے جس میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ عقل کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہٖ اَلرَّحمٰنُ عقل وہ ہے جس کے ذریعہ انسان خدا کو مانے اسکی عبادت کرے اور جس وقت مولائے کائنات نے عقل کی تعریف کی جو خدا تک پہنچائے اس کا نام عقل ہے تو اس وقت ایک شخص نے یہ پوچھا مولا جو خدا تک پہنچائے اس چیز کا نام عقل ہے تو حاکم شام کے کیا چیز ہے اس لئے کہ حاکم شام خدا کے راستے سے ہٹانے کا ذریعہ تو بن رہے ہیں خدا تک پہونچانے کا ذریعہ نہیں بن رہے ہیں دنیا یہی کہتی ہے کہ بڑی سمجھ والے ہیں بڑی عقل والے ہیں بڑے سمجھدار ہیں بڑے ہوشیار ہیں تو آپ نے فرمایا کہ حاکم شام کے پاس جو عقل کہی جاتی ہے وہ عقل نہیں ہے آپ نے اس کے لئے دو لفظیں استعمال کیں تلک النقراء والشیطنۃ یہ بدی کی طرف لے جانے والی چالاکی ہے برائی کی طرف لے جانے والی اور برائی کے لئے راستہ پیدا کرنے والی وہ چالاکی ہے جو شیطان کے راستے پر لے جاتی ہے۔ میں نے آپ کے سامنے ان

مجلسوں کا آغاز مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے سے اس لئے کیا ہے کہ ان دنوں میں مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملتا ہے میں ان دنوں میں کوشش کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کو خاص طور سے میری وہ گزارشیں جو میں نے شب عاشور کی تھی یاد ہیں تو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یورپ میں انگلینڈ میں لندن میں رہنے والی قوموں کے لئے اپنی اولاد کو اپنی نسل کو یہاں کی مادی الحادی آب وہوا سے بچانا اتنا ہی زیادہ ضروری ہے جتنا ضروری ان ماں باپ کے لئے ہے جو کسی ایسے ماحول میں رہتے ہیں جہاں مادیت کا اتنا زور نہیں ہے تو میں اپنی گذارش کے پیش نظر آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بچوں کو نوجوانوں کو نہ جاننے والوں کو ہمیں مذہب عقلی سطح پر علمی سطح پر اتنا سمجھانا پڑے گا کہ ان کے سامنے ان کے دماغ میں ان کے دل میں جو غیر اسلامی غیر ایمانی غیر مذہبی خیالات پیدا ہو گئے ہیں یا جو پیدا ہو سکتے ہیں ان کے لئے سدّ باب ہو جائے راستہ بند ہو جائے ویسے ہی جیسے میں نے آپ کے سامنے ایک دن امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کردہ دعا کا ترجمہ کیا تھا کہ آپ نے کہا کہ خدا سے پہلے یہ دعا کرو کہ پالنے والے ہمارے دل کو دنیا کی محبت سے خالی کر دے اور جب تمہارا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو جائے تو پھر یہ دعا کرو کہ پالنے والے ہمارے دل کو نبیؐ اور آل نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے بھر دے تو معلوم یہ ہوا کہ جب تک دنیا کی محبت سے ہمارا دل خالی نہیں ہوگا یہ دل نبیؐ اور آل نبیؐ کی محبت کے لئے جگہ نہیں بنا سکے گا تو ویسا ہی جب تک ہمارے بچوں میں ہمارے جوانوں میں ہماری بیٹیوں میں ان غیر اسلامی خیالات کو بتا کے سمجھا کے عقلی دلائل کی روشنی میں نکال نہ دیا جائے جو نوجوان ذہنوں کو کچی عقلوں کو کچے ذہنوں کو کچی زندگیوں کو کفر والحاد کی طرف لے جاتے ہیں کب تک جب تک یہ صفائی نہ پیدا ہو جائے گی تب تک ان

میں نورِ اسلام نہیں آسکے گا ایمان کی شمع نہیں روشن ہو سکے گی اس لئے میں نے پہلا فریضہ سمجھا کہ میں مولائے کائناتؑ کے اس فقرے کو اپنی ان مجلسوں کا سرنامۂ کلام قرار دوں۔ تو میں آج سے شروع کر رہا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ عقل کے معنی پہچانو۔ عقل ہر سمجھ کا نام نہیں ہے عقل ہر ہوشیاری کا نام نہیں ہے عقل ہر تیزی کا نام نہیں ہے عقل اگر ہر تیزی، ہوشیاری اور چالاکی کا نام ہے تو چور کے پاس چوری کرنے کی جو سمجھ ہے اگر اسے عقل کہا جائے تو پھر ایمان دار کے پاس کون سی عقل آئی اگر انسان پر ظلم کرنے کے لئے ظالم کے پاس جو سمجھ پائی جاتی ہے اس کو اگر ہم عقل قرار دیں گے تو وہ کون سی عقل ہوگی جو انسان کے پر ابلمس کو ان کے مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرے تو ہماری سوسائٹی میں تو ہر سمجھ کو سمجھ کہہ دیا جاتا ہے بلکہ میں ابھی آگے چل کے آپ کے سامنے تشریح کروں گا کہ ناسمجھیوں کو زیادہ سمجھ کہا جاتا ہے اور سمجھ کو بیوقوفی کہا جاتا ہے لیکن میں ابھی آپ کے سامنے اپنی یہاں کی مجلسوں کی بنیاد رکھتے ہوئے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مولائے کائناتؑ نے یہ بتایا ہے کہ عقل فقط اس چیز کا نام ہے جو انسان کو خدا تک پہنچائے جو انسان کو خدا کے سامنے جھکائے جو انسان کو خدا کے احکام پر عمل کرنے کا شوق دلائے جذبہ دلائے ولولہ دلائے وہ عقل نہیں ہے جو خدا کے راستے سے ہٹائے۔ جو عقل خدا کے راستے سے ہٹائے وہ کیا ہے جو امیر شام علیؑ کے دشمن کے پاس تھی وہ کیا ہے اس کے لئے آپ نے فرمایا تلک النقراء والشیطنۃ یہ عقل نہیں ہے یہ وہ چالاکی ہے جو برائی کے لئے راستے پیدا کرتی ہے اور یہ وہ چالاکی ہے جو شیطان کے راستے پر لے جاتی ہے اس میں شیطان مددگار ہوا کرتا ہے تو معلوم ہوا انسانوں میں دو طرح کی سمجھ پائی جاتی ہے ایک سمجھ وہ ہے جو خدا تک پہنچاتی ہے ایک سمجھ وہ ہے جو شیطان تک پہنچاتی ہے علیؑ کہتے ہیں جو خدا تک پہنچائے وہ سمجھ ہے جو شیطان تک پہنچائے وہ سمجھ نہیں

ہے یعنی دوسرے لفظوں میں ایک لفظ تو میری بیٹیاں میرے بچے میری بہنیں یاد رکھیں گی کہ علیؑ نے اپنے دشمن کے لئے شدید ترین دشمن کے لئے کہا ہے اس کے پاس جو سمجھ پائی جاتی ہے جو چالاکی پائی جاتی ہے یہ سمجھ نہیں ہے یہ عقل نہیں ہے یہ وہ چالاکی ہے جو بدی کے لئے ہے جو شیطان کے راستے تک پہنچاتی ہے تو اگر ہم اللہ کے راستے کو چھوڑ کر کسی سمجھ کا استعمال کرتے ہیں تو یہ وہ سمجھ ہے جو امیر شام والی سمجھ ہے اگر ہم وہ سمجھ استعمال کرتے ہیں جو ہمیں خدا تک پہنچاتی ہے تو یہ وہ عقل ہے جو مولائے کائنات نے بیان فرمائی ہے اب یہ علیؑ والوں کا فیصلہ ہے علیؑ والوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ انہیں اس عقل کو اپنانا ہے جس کو علیؑ عقل بتا رہے ہیں یا اس سمجھ کو اپنانا ہے جسے حاکم شام نے علیؑ کے دشمن نے اپنایا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ سوسائٹی اتنی طاقتور اور پاورفل چیز ہے۔ اس میں جو آدمی بھی راستے سے ہٹ کے سچی بات بھی کہے تو اسے بیوقوف کہا جاتا ہے۔ اور اس کے دھارے میں بہتا ہوا کتنی ہی بڑی بے عقلی کیوں نہ کرے وہ عقلمند کہا جاتا ہے۔ میں مثال عرض کرنا چاہتا ہوں بازار میں دو دو کاندار ہیں ایک ایماندار ہے صحیح مال لاتا ہے صحیح مال بیچتا ہے پورا تولتا ہے کوئی دھوکے بازی نہیں کرتا ہے تو اس کو جو پرافٹ مل رہا ہے اس کو جو نفع مل رہا ہے وہ ذرا کم ہے اس دوکاندار کے مقابلے میں جو مال ملاوٹ والا بھی لاتا ہے۔ کم تولتا بھی ہے اور بھی دھوکے کے کام کرتا ہے چونکہ یہ میری لائن نہیں ہے لہٰذا میں زیادہ نہیں بتا سکوں گا۔ تو جب دو دوکاندار ہیں ایک ایمانداری برت رہا ہے ایک بے ایمانی برت رہا ہے ایک تیزی کے ساتھ مال بڑھا رہا ہے ایک آہستہ آہستہ نفع کما رہا ہے تو جب سوسائٹی میں باتیں ہوتی ہیں یہ تذکرہ ہوتا ہے اماں ایک ہی مارکیٹ میں دونوں کی دوکانیں ہیں ایک ہی مال دونوں بیچتے ہیں ایک ترقی کیوں کر رہا ہے ایک کیوں ترقی نہیں کر رہا ہے تو ذرا

سوسائٹی کا تبصرہ سنیں گے کہا آپ کو ایمانداری کی بیماری ہوگئی ہے بالکل سوسائٹی کی زبان یہی ہے آپ کو ایمانداری کی بیماری ہوگئی ہے آپ کو نہ وائف کا خیال ہے نہ لائف کا خیال ہے ہاں اس زمانے میں لائف کسی الگ چیز کا نام نہیں ہے بلا تمثیل وتشریح۔ خالی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تا کہ موڈ ٹھیک رہے۔ خدا کے لئے ہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جو اسکی ذات ہے وہی اسکی صفت ہے ذات وصفت الگ نہیں ہے جناب آدمؑ کے زمانے میں مرد اور ہوتا تھا بیوی اور ہوتی تھی اب زمانہ کون سا ہے جو وائف ہے وہی لائف ہے جو لائف ہے وہی وائف ہے اس سے ہٹ کے اپنی کوئی لائف سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی تو میں آپ کا موڈ درست رکھتے ہوئے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جناب ان کو ایمانداری کی بیماری ہوگئی ہے یہ کبھی ترقی نہیں کریں گے اس کو دیکھئے ان کے مقابلے میں اس کی دوکان چھوٹی تھی مگر کتنا اس نے ترقی کرلی ہے ہم نے کہا اصل میں وہ زمانے کی سمجھ سے کام لیتا ہے۔ ہم نے کہا ان کے بارے میں کیا خیال ہے کہا یہ بیوقوف ہیں ان کو دو چار سو سال چودہ سو سال پہلے پیدا ہونا چاہئے تھا آج کہاں پیدا ہوگئے تو میں جو بات کہنا چاہتا ہوں اسے آپ پہچانئے جب کسی سوسائٹی میں بے ایمانی کرنے کا رواج ہوجاتا ہے اس قید کے ساتھ بات کہہ رہا ہوں جب کسی سوسائٹی میں بے ایمانی کا جھوٹ بولنے کا دھوکا دینے کا وعدہ نہ پورا کرنے کا رواج ہوجاتا ہے تو اگر اس سوسائٹی میں کوئی ایماندار پیدا ہوتا ہے تو سب اسے کیا کہتے ہیں بیوقوف کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بتائیے کہ بے ایمانی بیوقوفی ہے یا ایمانداری بیوقوفی ہے۔ اچھا آپ ذرا مثال بدل لیجئے۔ ایک ایسی سوسائٹی میں پہنچ گئے جہاں سب ایماندار ہیں اور وہاں ایک آدمی اس ملک سے آجائے اس سوسائٹی سے آجائے جہاں بے ایمانی کا رواج تھا چلن تھا اس نے اپنے حسب عادت بے ایمانی کی تو لوگوں نے کہا تم سے بڑا بیوقوف کوئی نہیں ہے یہ

تو دیکھتے کہ یہاں کوئی اور بے ایمانی کرتا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ سوسائٹی میں عقل کسی چیز کا نام نہیں ہے جو دھارا بہنے لگے وہی عقل ہے جو دھارے سے الگ ہو جائے وہ بے عقل ہے اور یہ بات یہاں تک ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ جب سوسائٹی میں بت پرستی کا رواج۔ جب سوسائٹی اتنی بیوقوف و بے عقل اور ناسمجھ ہوگئی تھی کہ آدمی اپنے ہاتھ سے ذرا آپ حضرات آگے تشریف لائیے گا۔ ایک صلوات بھیج دیں برمحمدؐ وآل محمدؐ۔

تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سوسائٹی کا معیار تو یہ ہے کہ جو سب کر رہے ہیں وہی کرنا عقلمندی ہے اور جو سب کریں اس سے ہٹ کے کیا تو بیوقوفی ہے تو کل مجلس وہاں تھی آج مجلس یہاں ہے کسی نے کہا کل نیچے مجلس ہو رہی تھی آج مجلس اوپر ہے آپ فرض کیجئے اس کے اوپر ایک اور منزل ہو پرسوں وہاں مجلس ہو جائے تب کیا کہا جائے گا کل مجلس نیچے ہو رہی تھی آج مجلس اوپر ہے تو معلوم یہ ہوا کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا مستقل ٹھوس وجود نہیں ہوتا۔ وہ نسبت سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اس جگہ سے یہ جگہ اونچی ہے اس جگہ سے وہ جگہ اونچی ہے اس سے یہ نیچی ہے اس سے وہ نیچی ہے تو چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بدل سکتی ہیں لیکن جو حقائق ہوتے ہیں جو سچائیاں ہوتی ہیں وہ بدلا نہیں کرتی ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں سوال کرتا ہوں کہ دو اور دو مل کے چار ہی ہوتے ہیں یہ نہ پانچ ہو سکتے ہیں نہ پونے چار ہو سکتے ہیں یعنی کہیں بھی ہم رہیں دنیا کے کسی حصہ میں رہیں تو دو اور دو کا چار ہونا ایک مضبوط حقیقت ہے لہٰذا وہ بدل نہیں سکتا ہے تو مجھے یہی پوچھنا ہے کہ عقل کسی مضبوط حقیقت کا نام ہے یا وہ بھی بلڈنگ کی بدلتی ہوئی منزل کا نام ہے کہ کبھی اونچی ہوگئی کبھی نیچی ہوگئی۔ اگر ایماندار سوسائٹی ہے تو ایمانداری کرنا عقلمندی ہے اور اگر بے ایمان سوسائٹی ہے تو بے ایمانی کرنا عقلمندی ہے یہ تو سوسائٹی کی بات ہوگئی تو

سوسائٹی جو کرے وہ حقیقت نہیں ہے حقیقت وہ ہے جو خود حقیقت ہوتی ہے چاہے سوسائٹی مانے چاہے نہ مانے۔ ایک ایسی سوسائٹی فرض کر لیجئے جہاں سب حساب لگاتے ہیں دو اور دو پانچ ہوتے ہیں مان لیجئے ایسی سوسائٹی ایک ذرا دیر کے لئے۔ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں۔ اب کسی نے کہا دو اور دو چار ہوتے ہیں انہوں نے کہا آپ کو دیکھئے تو مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو یہی بتایا کہ عقل کے معنی سمجھ لو جو سوسائٹی میں رائج ہو جائے اس کا نام عقل نہیں ہے سوسائٹی جسے بیوقوف کہہ دے وہ بیوقوف نہیں ہے جسے عقلمند کہہ دے وہ عقلمند نہیں ہے العقل ما عبد بہ الرحمٰن عقل وہ ہے جس کے ذریعہ خدا پہچانا جائے عقل وہ ہے جس کے ذریعہ خدا تک پہنچا جائے عقل وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا کے احکام کی تعمیل کی جائے عقل وہ ہے جس سے خدا کے سامنے جھکا جائے اور اس کے بعد پوچھنے والے نے پوچھا پھر آپ کے دشمن امیر شام کے پاس کون سی عقل ہے کہا یہ عقل نہیں ہے یہ شیطنت ہے یہ برائی کے لئے راستہ پیدا کرنے والی چالاکی ہے تو میں آپ کی خدمت میں مثال کو یہاں تک پیش کرنا چاہتا تھا جب جاہلیت میں سوسائٹی میں بت پرستی کا رواج تھا تو اس وقت حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام دیا کہ انسانوں ذرا ہوش میں آؤ۔ انسانوں ذرا اپنی سمجھ سے کام لو جس کو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو یہ تمہارا پیدا کیا ہوا ہے اس نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے تو جن بتوں کو تم نے بنایا ہے یہ تمہاری مخلوق ہیں تمہارے ہاتھ سے بنے ہیں تمہارا خدا یہ نہیں ہے تمہارا خدا تو وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے تو بت پرست سوسائٹی نے کیا لقب دیا پیغمبر کو بت پرست سوسائٹی نے پیغمبر کو یہی لقب دیا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ ان کے دماغ پر کوئی اثر ہو گیا ہے ان کی عقل زائل ہو گئی ہے یہ مجنوں اور پاگل ہو گئے ہیں تو آپ نے پہچانا پیغمبر کو بھی مجنوں کا لقب دیا جا رہا ہے کیوں اس لئے کہ

وہ سوسائٹی سے الگ بات کہہ رہے ہیں تو پیغمبرؐ کے پاس دو راستے تھے۔ ایک یہ کہ سوسائٹی کے راستے پر چلے جاتے عقل کی باتوں کو چھوڑ دیتے اور پیغمبرؐ کے پاس دوسرا راستہ یہ تھا کہ سوسائٹی سے ٹکرا جائیں اتنا ٹکرا جائیں کہ اپنے کیریکٹر کے ذریعہ پیغام کے ذریعہ اپنے کردار کے ذریعہ اپنی خوبیوں کے ذریعہ سوسائٹی ہی کو بدل دیں۔ تو ہمارے نبی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ نقش قدم چھوڑا ہے یہ راستہ چھوڑا ہے کہ سوسائٹی کے دھارے پہ بہہ کے ہر بے ایمان کو ہر برائی کو ہر بے عقلی کو ہر خرابی کو اچھا نہ مان لینا بلکہ سوسائٹی سے ٹکرا کے سوسائٹی میں انقلاب لانے اور بدلنے کی کوشش کرنا اور تم اپنی حقیقتوں پہ باقی رہنا تو میں چودہ سو سال کے بعد آج میں پھر آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اور آپ آج جب یورپ کی آب وہوا میں سانس لے رہے ہیں جہاں مادیت ہی مادیت ہے جہاں میٹر ہی میٹر ہے جہاں ساری زندگی کی قدریں بدل دی گئی ہیں جہاں جو رائج ہو جائے جو قانون پاس ہو جائے جو رائج ہو جائے گا اس کا قانون پاس ہو جائے گا تو اگر اس ماحول میں ہم اور آپ مسلمان ہو کے نبیؐ کا کلمہ پڑھ کے علیؑ کا دامن ہاتھ میں لے کے آئے ہیں تو ہمارے سامنے بھی فیصلہ ہوگا کہ ہم سوسائٹی کے راستے پر جاتے ہیں یا سوسائٹی بدلنے کی اپنے میں ہمت رکھتے ہیں۔ میں ایک جملہ آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں ایسا نہیں ہے کہ سوسائٹی نہیں بدلی جاسکتی ہے یہ نہ سوچئے کہ کل نبیؐ نبیؐ تھے لہٰذا انہوں نے سوسائٹی بدل دی تھی علیؑ علیؑ تھے لہٰذا انہوں نے سوسائٹی بدل دی تھی حسینؑ حسینؑ تھے انہوں نے سوسائٹی بدل دی تھی اگر سوسائٹی نبیؐ ہی بدل سکتے ہیں اگر سوسائٹی علیؑ ہی بدل سکتے ہیں اگر سوسائٹی حسینؑ ہی بدل سکتے ہیں تو پھر تو نہ ہم حسینؑ ہیں نہ علیؑ ہیں نہ محمدؐ ہیں ہم کو تو سوسائٹی کے دھارے میں بہہ جانا چاہئے لیکن نہیں ہمارے سامنے نمونے ہیں کہ غیر معصوم انسانوں نے ان کے

نقش قدم پہ چل کے سوسائٹی بدل دی۔ میں پرانی مثالیں آپ کے سامنے نہیں پیش کروں گا میں تو تازہ ترین سب سے آخری مثال پیش کروں گا کہ ابھی چار سال پہلے دنیا کے سامنے اگر یہ کہا جاتا کہ کسے چھوٹے ملک کے لئے یہ ممکن ہے نہ کوئی روسی بلاک پر جائے نہ کوئی امریکن بلاک پہ جائے تو پوری دنیا کہتی اس سے بڑی کوئی بیوقوفی نہیں ہے اس دنیا میں سپر پاور سے ٹکرا کے کوئی رہ ہی نہیں سکتا ہے لیکن اسلامی انقلاب کے بعد ایران نے جو تین چار سال گزارے ہیں اس نے بتایا ہے کہ اس بیسویں صدی میں اس ہتھیار کی دوڑ میں اس امن کے زمانے میں اس سائنسی ایجادات کے بھی اگر ہم خدا پہ یقین رکھتے ہوں تو نہ سپر پاور میں مشرق کی طرف جائیں گے نہ مغرب کی طرف جائیں گے ہم اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں مزید یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ایران نے کھڑے ہو کے اسرائیل کا ریزن پیش کر کے پوری یو این او میں ہر انسان کو بے چینی میں ڈال دیا اور وہ اطمینان سے بیٹھا رہا تو ذرا سوچئے کل کی سوسائٹی کیا کہہ رہی تھی یا امریکہ کے ساتھ ہو جاؤ یا روس کے ساتھ ہو جاؤ ورنہ زندہ نہیں رہ سکو گے۔ ایران نے کہا سوسائٹی بدلی جاسکتی ہے تو اگر سوسائٹی بدلی جاسکتی ہے تو میں تو آپ سے سوسائٹی بدلنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں میں تو آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ہم یہاں آئے ہیں اپنے بال بچوں سمیت، فیملی کے ساتھ تو اگر ہم سوسائٹی نہیں بدل سکتے ہیں تو کم سے کم اپنی اسلامی سوسائٹی باقی تو رکھ سکتے ہیں۔ میں اسلامی انقلاب کے بارے میں انڈیا کا رہنے والا ہوں ہمیشہ یہ کہتا ہوں ایران کا اسلامی انقلاب یہ ہے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے اس لئے کہ وہاں کی اکثریت مسلمان ہے وہاں کی اکثریت ایک فقہ اور ایک مذہب کی ماننے والی ہے لیکن جیسے میں انڈیا کا رہنے والا مسلمان ہوں تو ہمارے یہاں اکثریت نہیں ہے ہمارا اسلامی انقلاب یہ

نہیں ہے کہ ہم دلی میں اسلامی حکومت قائم کریں ہمارا اسلامی انقلاب یہ ہے کہ اپنے سوچنے کے انداز پر اسلام کی حکومت قائم کریں اپنے دل میں پیدا ہونے والی آرزوؤں پر اسلام کی حکومت قائم کریں اپنے اعمال و زندگی و لائف پر اسلام کی حکومت قائم کریں اگر ہم اپنے اوپر اسلامی حکومت نہیں قائم کر سکتے ہیں تو ہم کو مسلمان کہنے کا حق ہی کیا رہ جائے گا۔ صحیح اصلی بنیادی اسلامی انقلاب یہی ہے کہ ہم واقعی مسلمان ہو جائیں ہم واقعی شیعہ ہو جائیں ہم واقعی حسینی ہو جائیں۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔ ایک صلوات اور بھیجئے محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔

میرے پاس بہت سی ایسی چیز ہیں جہاں غیر معصوم انسانوں نے انقلاب پیدا کیا ہے کیا بنی امیہ کی حکومت میں مختار نہیں پیدا ہوئے۔ کیا جس کوفے میں حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھیوں کے کٹے ہوئے سر اور بے چادر قیدی بنا کے زینبؑ اور ہتھکڑیاں بیڑیاں اور طوق پہنا کے سید سجادؑ لائے گئے تھے اسی کوفے میں چار ہزار وہ انسان نہیں پیدا ہوئے جو یزید کی ستر ہزار فوج سے ٹکرا گئے۔ کیا یہ انقلاب نہیں پیدا ہوا کہ سادات اٹھتے رہے اور بنی امیہ اور بنی عباس سے ٹکراتے رہے۔ کیا یہ انقلاب نہیں پیدا ہوا۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ ایران کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو یہ ملے گا کہ آج اسلامی تاریخ میں اکثریتی مسلمانوں کے جتنے بڑے بڑے محدث گزرے ہیں جتنے بڑے بڑے مفسر گزرے ہیں جیسے فخرالدین رازی جن کو امام فخرالدین رازی تک کہا جاتا ہے وہ پیدا ہوئے تو ایران سے پیدا ہوئے جتنے ہمارے سامنے کے مسلمان اکثریتی فرقے کے علماء پیدا ہوئے مفسر پیدا ہوئے محدث پیدا ہوئے وہ ایران میں پیدا ہوئے لیکن آج ہمارے سامنے صدیوں سے وہی ایران ہے جس نے دوسرا مذہب چھوڑ دیا مذہب اہلبیتؑ مان لیا۔ جب ایران نے مذہب اہلبیتؑ قبول کیا تھا تو یہ اسلامی انقلاب جو ایران

میں آیا تھا یہ معصومؑ کے ہاتھوں نہیں آیا تھا یہ غیر معصومؑ کے ہاتھوں آیا تھا تو ہمارا پہلا فریضہ ہے کہ ہم اپنے کو حالات کے حوالے کرنے کے بجائے اپنے کو حالات کے دھارے میں ڈالنے کے بجائے اپنے کو اپنی جگہ پر قائم اور باقی رکھیں۔ ایک صلوات پڑھیں آپ ایک حقیقت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نہیں ایک پر جوش صلوات اور بھیج دیں محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔

عزیزان گرامی میں اپنے ہر نوجوان سے اپنی بیٹی اور ہر بہن سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے اپنے کو سوسائٹی کے حالات کے حوالے کر دیا تو ہم کو زندگی میں کبھی سکون نہیں ملے گا۔ کبھی چین نہیں ملے گا۔ میں مثال دوں گا بات واضح ہو جائے گی اگر ہمیں اطمینان حاصل کرنا ہے اگر ہمیں سکون حاصل کرنا ہے اگر ہمیں چین کی زندگی بسر کرنا ہے کہ اس دنیا میں چین کے ساتھ رہیں چین کے ساتھ مریں قبر میں چین کے ساتھ رہیں برزخ میں چین کے ساتھ رہیں محشر میں چین کے ساتھ اٹھائے جائیں جنت میں چین کے ساتھ جائیں تو ہمیں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہم کو سوسائٹی کے دھارے پہ نہیں بہنا ہے بلکہ سوسائٹی سے لڑ کے اپنی اصل اسلامی سوسائٹی کو برقرار رکھنا ہے مثال دینا چاہتا ہوں۔ سمندر آپ کے سامنے ہے کشتی آپ کے سامنے ہے سمندر نام ہی اس جگہ کا ہے جہاں موجیں رکتی نہیں ہیں اٹھتی ہی رہتی ہیں اگر موجیں رک جائیں تو وہ کچھ اور ہوسکتا ہے سمندر نہیں ہوسکتا سمندر نام ہے اس پانی کا جہاں موجیں اٹھتی ہی رہتی ہیں کہ موج کے پیچھے موج اور چھوٹی موج کے پیچھے بڑی موج سے پیچھے اور اس سے بڑی موج آتی ہی رہتی ہے تو میرے بچو! میری بیٹیوں میری اس مثال کو یاد رکھنا سوسائٹی ایک سمندر ہی کا نام ہے جس میں روز نئے خیالات نئے فیشن نئی باتوں کی موجیں اٹھتی ہی رہتی ہیں۔ نہ سوسائٹی کبھی ٹھہری ہے نہ سمندر میں کبھی سکون آیا ہے تو سمندر میں ہم کیا

کرتے ہیں کیا اپنے کو موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں اچھا آیئے ایک مرتبہ سوچیں کہ اپنے کو موجوں کے حوالے کر دیں تو سکون ملے گا۔ ہم نے اپنے کو موجوں کے حوالے کیا تو ہر موج ہم کو پٹکے گی تو جو اپنے کو موجوں کے حوالے کر دے گا وہ کبھی سکون نہیں پائے گا سکون کون پاتا ہے جو کشتی میں یا جو بغیر کشتی کے ہو۔ سکون وہ پاتا ہے جس کے سینے میں ہمت ہوتی ہے کہ ہم ان موجوں سے لڑ کے ان کا سینہ چیر کے اپنا راستہ بنا کے اپنی منزل تک پہنچیں گے تو جو موجوں کے حوالے رہتے ہیں وہ ساری زندگی موجوں میں پٹکتے رہتے ہیں اور آخر میں موجوں میں ڈوب جایا کرتے ہیں جو باہمت ہوتے ہیں وہ موجوں کا سینہ چیر کے راستہ بنایا کرتے ہیں تو یہ ہمارے سامنے مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہم اپنی سوسائٹی کو اپنی فیملی کو اس سوسائٹی کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں یا دامن نبیؐ اور آل نبیؐ اپنے ہاتھ میں لے کے سفینۂ نجات پہ بیٹھ کے سوسائٹی کی موجوں کو چیر کے اپنے لئے راستہ بنانا چاہتے ہیں کہ زندگی میں چلیں اور کوثر کے کنارے پہنچیں صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

ہر کام سے پہلے نیت کرنا ہوگی ہر کام سے پہلے ارادہ کرنا ہوگا ہر کام سے پہلے ہم جو کام کرنے والے ہیں اس کے نتیجہ میں ہمارے سامنے کیا کیا مشکلیں آنے والی ہیں یا زحمتیں سختیاں آنے والی ہیں اور ہم ان سے کیسے گزریں گے سوچنا پڑتا ہے اور سوچ کے چلتے ہیں وہ کبھی نہیں ہارا کرتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں پھر ایک مرتبہ یہ تذکرہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ سوسائٹی حسینؑ کے زمانے میں یہی کہہ رہی تھی کہ یزید کی بیعت کر لینا چاہئے ہر وہ شخص جو سوسائٹی سے دبا تھا اس نے یزید کی بیعت کر لی تھی سوسائٹی سے دبنے والے وہ تھے جو نبیؐ کے صحابی تھے مہاجر تھے انصار تھے حافظ قرآن تھے قاریٔ قرآن تھے مفسر قرآن تھے نبیؐ کی حدیثوں کے ترجمان تھے ان ساری باتوں کے باوجود وہ سوسائٹی سے دب گئے تھے وہ اس یزید کو

امیر المومنینؑ کہہ رہے تھے جو کھلم کھلا اسلام کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔ منزل پہچانئے۔ بے نمازی ہونا ایک برائی ہے بے نمازی ہونے کا اعلان کرنا اس سے بڑی برائی ہے اس لئے کہ بے نمازی کو بے نمازی ہونے کی سزا مل جائے گی۔ بے نمازی ہونے کی سزا اتنی ہی کیا کم ہے کہ پیغمبرؐ اور امامؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے نمازی اسلام کی سرحد کو پار کر چکا ہے اگر یہ بے نمازی ہی مر گیا تو یہ کفر کی حد میں اور بارڈر میں داخل ہو جائے گا ہاں اگر نمازی بن گیا تو فرض اسلام میں اسلام کے بارڈر میں واپس آ جائے گا۔ بے نمازی ہونے کے لئے اتنا ہی کیا کم ہے کہ معصومینؑ نے ہر گناہگار کو گناہگار کہا ہے مگر بے نمازی کے لئے کہا کہ یہ گناہگار سے زیادہ ہے گناہگار سے زیادہ کیا ہے کہا یہ کافر ہے لوگوں نے پوچھا کہ مولاؑ کیا آپ اسے واقعی کافر کہہ رہے ہیں کہا نہیں واقعی کافر تو نہیں کہہ رہا ہوں اس لئے کہ کلمہ پڑھ رہا ہے خدا اور نبیؐ کا اقرار کر رہا ہے لیکن یہ جو بے نمازی کی بنیاد ہے یہ کفر کی حدوں تک جاتی ہے اور اس کے بعد امامؑ نے کہا کہ ہر آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ میں کوئی مزا ہوتا ہے کوئی ٹسٹ ہوتا ہے کوئی وجہ ہوتی ہے جو اسکو گناہ پر آمادہ کرتی ہے ایک آدمی جوا کھیلتا ہے سوچتا ہے پیسے ملیں گے ایک آدمی چوری کرتا ہے سوچتا ہے دولت مل جائے گی ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے سوچتا ہے اس جھوٹ کے ذریعہ سے کوئی بڑا نفع حاصل کر لیں گے تو دنیا میں جتنے گناہگار گناہ کرتے ہیں ان کو کوئی چیز حاصل ہوتی ہے مگر بے نمازی کو بے نمازی ہونے میں کون سا ٹسٹ آتا ہے بے نمازی کو بے نمازی ہونے میں کون سا مزا آتا ہے۔ جب کوئی مزا نہیں آتا ہے تو شراب کا نشہ شراب پینے پر آمادہ کرتا ہے۔ زنا کا مزا زنا پر آمادہ کرتا ہے مال جوئے پر آمادہ کرتا ہے اور فقط اللہ کے حکم نہ ماننے کا مزاج بے نمازی ہونے پر آمادہ کرتا ہے تو کہا کہ حکم نہ ماننے ہی کا نام تو کفر ہے اور کیا چیز ہے۔ حکم نہ ماننے ہی کا نام تو کفر ہے تو

اب آپ پہچانئے کہ یہ بے نمازی ہونے کے لئے کیا کم سزا ہے۔ قرآن مجید میں تذکرے موجود ہیں کہ لوگ زندگی میں ساتھ رہتے ہوں گے مرنے کے بعد دوزخ میں پہنچ جائیں گے کچھ آدمی جنت میں پہنچ جائیں گے قرآن مجید کہتا ہے یہ جنت میں جانے والے دوزخ میں جانے والوں سے پوچھیں گے مَاسَلَکَکُمْ فِی سَقَرَ تم کون سے کام کرتے تھے جو دوزخ میں لے گئے تو وہ کہیں گے لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّین لَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ وَکُنا .... جنت میں جانے والے ساتھی زندگی کے پوچھیں گے تم کو کون سی چیز دوزخ میں لے گئی وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے لہٰذا دوزخ میں آئے۔ ہم یتیموں کی غریبوں کی مدد نہیں کرتے تھے لہٰذا دوزخ میں آئے ہم بڑھ بڑھ کے حدوں سے گزر کے باتیں کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتے تھے لہٰذا دوزخ میں آئے اور آخری فقرہ ان کا یہی ہوگا ہم جو نماز نہیں پڑھتے تھے ہم جو حق نہیں ادا کرتے تھے ہم جو غریبوں کی مدد نہیں کرتے ہم جو حلال وحرام کو پار کر جایا کرتے تھے ہم جو بڑھ بڑھ کے باتیں کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتے تھے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ''کُنّانُکَذِّب بِیَوْمِ الدِّیْنِ'' اصل میں ہم کو آج کے دن کا یقین ہی نہیں تھا۔ یہ ہمارا سارا کردار اس لئے تھا کہ ہم جھٹلاتے تھے آج کے دن کو ہم کو خیال ہی نہیں تھا کہ آج حساب کے دن ہم زندہ کئے جائیں گے اور ہم کو ہمارے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ تو یہ سزا کس کی ہے بے نمازی کی۔ اب کس بے نمازی کی۔ میں آپ سے مثال کے طور پر پوچھنا چاہتا ہوں۔ ایک نمازی آدمی کسی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو جائے فقط اتنے کے لئے کہ اس سے ذرا عزت مل جائے گی کیسی بات ہے۔ مجمع اسے کھینچ کے مصلے سے باہر پھینکے گا تم نے نماز پڑھی نہیں ہے تو تم کو امام بننے کا پیش نماز بننے کا کہاں سے حق ہے تو اب ذرا سوچئے کہ جو دربار میں بیٹھ کے نماز قضا کرتا ہو کہ دیکھو میں نے نماز نہیں

پڑھی پھر وہ کہے کہ مجھے امیر المومنین مانو یعنی مسلمانوں مجھے اپنا روحانی پیشوا مانو یہ تھا یزید کا مطالبہ۔ اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ ایک آدمی ہے جو بے نمازی ہے شرابی ہے جواری ہے عیاش ہے بدمعاش ہے ساری برائیاں اس میں پائی جاتی ہیں وہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ جائے تو سارا مجمع اسے کھینچ کے نیچے اتار دے گا۔ تم کو حق نہیں کہ مصلےٰ پر کھڑے ہوؤ۔ لیکن اگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو سوال بدل جائے گا اس کے بارے میں نہیں سوچیں گے کہ جو نماز پڑھا رہا ہے اس کے بارے میں سوچیں گے جو اسکے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عزیزان گرامی سوال یہ نہیں تھا کہ یزید اپنی ساری برائیوں اور بدکاریوں کے بعد دعویٰ کررہا تھا مجھے امیر المومنین کہو پیشوا کہو روحانی کہو نہیں سوال یہ تھا کہ ان صحابی رسولؐ نے یہ کیسے مان لیا تھا یہ روحانی پیشوا ہے ان مہاجر وانصار نے کیسے مان لیا تھا کہ یہ روحانی پیشوا ہے ان حافظ قرآن نے کیسے مان لیا تھا کہ یہ روحانی پیشوا ہے تو معلوم ہوا کہ سوسائٹی کے دھارے میں جارہے تھے صحابی تھے مگر سوسائٹی سے دب گئے تھے مہاجر تھے مگر سوسائٹی سے دب گئے تھے انصار تھے مگر سوسائٹی سے دب گئے تھے قرآن سینے میں تھا مگر سوسائٹی سے دب گئے تھے تو جب سوسائٹی سے دب رہی تھی ساری مسلمان سوسائٹی تو ایک مرتبہ حسینؑ اٹھے اور کہا کہ سوسائٹی سے دب جاؤ گے تو خود بھی مٹ جاؤ گے اور دین بھی مٹ جائے گا ہم سوسائٹی کو بدلنے کے لئے کربلا کے میدان میں آئے ہیں تو ہم کو حسینؑ کے غم و ماتم کا حق ہی نہیں ہے جب تک کہ ہم کم سے کم اگر سوسائٹی سے ٹکرانے کے حالات نہیں پاتے ہیں تو اپنی فیملی کو صحیح اسلامی سوسائٹی پر باقی رکھنے کی ہمت پیدا کریں میرے پاس جتنے بھی چھ سات دن ہیں ان میں جو تذکرے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ذرا چپے اور یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب کبھی ہمارے سامنے کوئی بات آئے سوسائٹی

کی بات آئے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ یہ عقل کے مطابق ہے یا عقل کے مطابق نہیں ہے اور عقل کے معنی کیا ہیں عقل نام ہے اس چیز کا جو خدا تک پہنچائے جو خدا کے راستے سے ہٹا دے یہ عقل نہیں ہے عقل ہے ہی نہیں یہ شیطنت ہے یہ برائی پیدا کرنے والی چالاکی اور مکاری ہے بس اتنا یاد رکھئے گا جو خدا تک پہنچائے وہ عقل ہے جو علیؑ بتا رہے ہیں جو شیطان تک پہنچائے وہ عقل ہے جو علیؑ کا دشمن بتا رہا ہے تو میں جو آپ کی خدمت ان مجلسوں میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہاں تک میرے سامنے ایسے مسائل آتے ہیں جن مسائل کو ہمارے بھائی ہماری بہنیں پورے طور پر اپنے بچوں کو سمجھا نہیں سکتی ہیں تو جتنی بھی میری تھوڑی بہت معمولی سی لیاقت ہے اس کے اعتبار سے میں کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ ان تذکروں کو اتنی مضبوط عقلی اور علمی بنیادوں پر آپ کو سناؤں کہ کم سے کم میرے بھائی اپنی اولادوں کو دین سمجھا سکیں میری بہنیں اپنی اولادوں کو دین سمجھا سکیں۔ یقین مانئے میں اس بات میں کوئی یقین کوئی فیتھ نہیں رکھتا ہوں کہ اولاد کو ڈانٹ کے مسلمان بنایا جائے ویسے تو اس ملک میں کوئی ڈانٹ سننے والا ہی نہیں ہے اور اگر ڈانٹ کے کسی کو مسلمان بنا بھی لیں چلئے انڈیا میں بنا دیں پاکستان میں بنا دیں تو جب تک ڈانٹ رہے گی مسلمان رہے گا جب ڈانٹ نہیں رہے گی مسلمان نہیں رہے گا۔ سمجھ کے سمجھا کے۔ مان کے منوا کے مسلمان بنانا چاہئے اور جب مان کے اور منوا کے سمجھ کے سمجھا کے مسلمان بنایا جائے گا تو لاکھ ہوائیں آئیں گی لیکن آدمی صراط مستقیم پہ چلتا رہے گا۔ تو میں آپ کی خدمت میں آج پہلے مسئلہ کا آغاز کرنا چاہتا ہوں ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ ابھی تو کئی دن صلوات پڑھنا پڑے گی۔

پہلا مسئلہ جو اس سلسلہ کا شروع کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے بھائی ہماری بہنیں اکثر اپنے بچوں کو یہ بات پورے طور پہ نہیں سمجھا پاتی ہیں کہ عقل اور

مذہب کا تعلق کیا ہے عقل و مذہب کا ساتھ کیا ہے یہ تو سب کہہ دیتے ہیں جناب مذہب کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہے تو جب تک عقل نہیں آئے گی تب تک نہیں مانیں گے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے صد فی صد درست ہے کہ مذہب کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا ہے کہ وہ پوری عقل جو مذہب کے مطابق ہے مجھے مل گئی ہے ایک مسئلہ یہ بھی تو ہے ہم کو عقل ایک بٹا ہزار حصہ ملا ہے تو ہماری صلاحیت کیا ہے ایک بٹا ہزار اور ہم چاہیں گے اس میں وہ سارا مذہب سمجھ میں آجائے ہر حکم کی وجہ سمجھ میں آجائے جس کے لئے ہزار پاور چاہئے تو اب آپ پہچانئے کہ جب صلاحیت نہیں ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ میں مسائل سے بھاگنے کا مزاج نہیں رکھتا ہوں اور بھاگنا مجھے آتا ہی نہیں ہے اس لئے کہ ہم نے امامؑ ہی ایسے کو مانا ہے جو کبھی بھاگا ہی نہیں۔

اور یہ بھی آپ یاد رکھیں ہم کسی جہالت کے ذریعہ مذہب کی کسی بات کو منوانا مذہب کی توہین سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہم نے باب مدینۃ العلم سے علم کے دروازہ سے علم لیا ہے کسی جہالت سے علم نہیں لیا ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ جتنی عقل بڑھے گی جتنا علم بڑھے گا جتنی تحقیق بڑھے گی جتنی سائنس بڑھے گی اتنا ہی مذہب غیروں کی سمجھ میں آتا جائے گا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا مذہب ڈر رہا ہو علم سے یا عقل سے تحقیقات سے یا سائنس سے لیکن ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عقل مذہب کی خادم ہے مذہب کا خدا نہیں ہے نہیں اس بات کو پھر سے سوچئے جو میں کہنا چاہتا ہوں مذہب کی خدمت کرنا کام ہے عقل کا نہ کہ مذہب کی ڈیوٹی ہے کہ وہ عقل کی پوجا کرے عقل کی عبادت کرے عقل کی پرستش کرے۔ ان دولفظوں کو یاد کرلیں تو میں آگے بڑھوں عقل خادم مذہب ہے معبود مذہب نہیں ہے مذہب کا معبود خدا ہے مذہب میں جسکی عبادت کی جائے گی جو عقل کا پیدا کرنے والا ہے خالق عقل ہے

معبود خود عقل معبود مذہب نہیں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس مسئلہ پر تھوڑی دیر ایک واقعے کے سہارے تذکرہ کرنا چاہتا ہوں آپ اسے توجہ کے ساتھ سنیں۔ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اس واقعہ کو میں اس لئے بھی سناتا ہوں کہ ہر طرح کے ذوق والے ہیں تو ہر ایک کی تسکین ہو جائے اور راستے سے میں ہٹ سکتا ہی نہیں یہ ہوسکتا ہے آپ مجھے انڈیا واپس بھیج دیں لیکن میں اپنے راستے سے ہٹ جاؤں یہ ممکن نہیں۔ تو نبیؐ کا انتقال ہوگیا اور نبیؐ کے انتقال کے بعد مدینے میں حکومت قائم ہوگئی وہ حکومت جس نے علیؑ سے وہ حق چھین لیا جسے نبیؐ نے غدیر کے میدان میں تین لاکھ حاجیوں کے بیچ علیؑ کو دیا تھا۔ علیؑ کے پاس حکومت نہیں آئی اس لئے کہ جونئی حکومت بنی تھی مجمع ادھر چلا گیا۔ یہیں تک بات نہیں رہی بلکہ حکومت کے آدمی بھیجے گئے کہ علیؑ کو بلا کے لاؤ بیعت کرنے کے لئے یعنی یہ جو حسینؑ سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ بیعت کرو یہ نیا مطالبہ نہیں ہے یہ مطالبہ کبھی علیؑ سے بھی ہو چکا ہے اب یہ پہچاننا تاریخ پڑھنے والے کا کام ہے کہ کون کون مطالبہ کرتا آیا ہے اور کس سے کس سے مطالبہ کرتا آیا ہے جس سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ علیؑ کے راستے پر ہے اور جس نے مطالبہ کیا ہے وہ اس کے راستے پر ہے جس نے علیؑ سے مطالبہ کیا تھا کہ ہماری بیعت کرو تو جوش میں آنے کے بجائے سمجھنے کی ضرورت ہے علیؑ اپنے سارے کمالات کے باوجود بندۂ خدا ہیں علیؑ جتنے بھی ہیں ان کی حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ہے پیغمبرؐ نے خود ہی فرمایا ہے تم کو علیؑ یا میں پہچانتا ہوں یا میرا خدا پہچانتا ہے۔ علیؑ مجھ کو یا خدا پہچانتا ہے یا تم پہچانتے ہو اور خدا کو یا تم پہچانتے ہو یا ہم پہچانتے ہیں۔ یعنی جو پہچاننے کا حق ہے اس کی بات ہو رہی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ سارے کمالات کے باوجود بندے ہیں علیؑ اور خدا ہے علیؑ کا خدا میرا خدا ہے یہ بڑی بات نہیں ہے علیؑ کا خدا ہے تو علیؑ کے خدا کے سامنے علیؑ کے خدا کے

سامنے زکریاؑ آرے سے چیرے گئے یا نہیں۔علیؑ کے خدا کے سامنے یحییٰ کا خون بہایا گیا یا نہیں۔علیؑ کے خدا کے سامنے انبیاء قتل ہوئے یا نہیں قتل ہوئے سوچنے کی بات ہے کہ خدا جو ہر طرح کی طاقت رکھتا ہے اس کے ہوتے ہوئے نبی قتل کیسے ہوئے امامؑ قتل کیسے ہوئے حسینؑ شہید کیسے ہوئے تو ہر مسلمان کا جواب ہوگا کہ خدا ہر چیز پر قادر تھا مگر اس نے اپنی طاقت روک لی دین کے لئے۔ہدایت و تبلیغ کے لئے اس نے علم سے کام لیا عذاب نہیں نازل کیا تو جس طرح خدا ساری طاقتوں کا مالک ہو کے دین کے لئے حلیم بن سکتا ہے ویسے ہی علیؑ اللہ کی دی ہوئی ساری طاقتوں کے بعد صابر بن سکتے ہیں۔ایک بات ہے اگر خدا راضی نہ ہوتا اگر خدا خاموشی پر راضی نہ ہوتا مداخلت نہ کرنا اس نے طے کیا ہوتا تو دنیا میں کوئی نہ تھا جو ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال سکتا زکریاؑ کو آرے سے چیر سکتا لیکن اس نے کہا کہ میں نے دین کے لئے خاموش رہنا طے کیا ہے تو میں یہاں بھی کہوں گا کہ اگر علیؑ نے دین کے لئے گرفتار ہونا گوارہ نہ کیا ہوتا تو دنیا میں کوئی ہمت والا نہ تھا جو علیؑ کو گرفتار کر سکتا تو کوئی مجھ سے پوچھ سکتا ہے کہ کیا فائدہ گرفتار ہونے سے علیؑ کو۔دو ایک فائدہ تو سن ہی لیجئے۔ آج ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ چھ مہینے کے بعد علیؑ نے بیعت کر لی تھی پھر ہم سے کہا جاتا ہے علیؑ نے اس سے پہلے بیعت کر لی تھی تو یہ ساری تاریخیں جن میں یہ جھوٹ لکھا جاتا ہے کہ علیؑ نے بیعت کر لی تھی اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے لوگ کوشش کرتے لیکن علیؑ نے کہا میں گرفتار ہو جاتا ہوں تو تاریخ میں گرفتاری لکھی جائے گی تو یہ طے ہو جائے گا کہ میں نے بیعت کی ہوتی تو گرفتار نہ کیا گیا ہوتا۔میں تاریخ کے جھوٹ کو جھٹلانے کے لئے قیدی بن رہا ہوں یعنی یوں سمجھو کہ میں قیدی بن رہا ہوں اور امامت بیعت نہیں کر سکتی ہے اس مسئلہ کو آزادی دلا رہا ہوں۔عقل مذہب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں کہیں الگ نہیں ہیں لیکن عقل کامل وہ مذہب کے

ساتھ ہے ہمارے پاس عقل کامل نہیں ہے لہٰذا ہماری زیادتی ہوگی کہ ہم اپنی عقل کے ساتھ یہ طے کریں کہ مذہب کی ہر بات کو سمجھنا ہے نہیں مذہب کو کہاں تک سمجھنا ہے میں آپ کے سامنے وہ تفصیل رکھوں گا وہ سرکل بتاؤں گا وہ سرحد بتاؤں گا وہ بارڈر بتاؤں گا جہاں تک عقل سے سمجھنا ہے اور وہاں تک سمجھنے کے بعد عقل کو بھی سر جھکا دینا ہے حکم مالک کے سامنے لیکن میں ایک واقعہ کے سہارے بتانا چاہتا ہوں کہ ہر ایک آدمی کو اپنی عقل کو برابر سمجھنا اور مذہب کے لئے کافی سمجھنا یہ سب سے بڑی بے عقلی ہے جگہ سنئے تو مولا گرفتار کر کے لے جائے جارہے ہیں آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں دس ڈگریاں ہیں ایمان کی آٹھ ڈگریوں پر مقدادؓ ہیں نو ڈگری پر ابوذرؓ ہیں اور دسوں ڈگری پر سلمانؓ ہیں۔ یہ مومن کا ذکر ہے اس کا ذکر نہیں ہے جو کلِّ ایمان ہے ڈگریاں ان کے لئے ہیں جن کے ہاتھ میں کلِّ ایمان کا دامن ہے اس کی ڈگریوں کا ذکر نہیں ہے جو خود کلِّ ایمان ہے مولائے کائنات، تو کلِّ ایمان گرفتار ہو کے جارہا ہے اور آٹھ ڈگری والا نو ڈگری والا دس ڈگری والا ایمان کا دیکھ رہا ہے کہ علیؑ کو لوگ گرفتار کر کے لے جارہے ہیں میں چاہوں کہ آپ تھوڑے صبر وسکون کے ساتھ اس تفصیل کو سنیں۔ سلمانؓ بھی دیکھ رہے ہیں ابوذرؓ بھی دیکھ رہے ہیں مقدادؓ بھی دیکھ رہے ہیں یہ گئے علیؑ وہ گئے علیؑ وہ گئے علیؑ وہ گئے علیؑ۔ ان کی نگاہ اٹھتی جارہی ہے وہ جارہے ہیں علیؑ وہ جارہے ہیں علیؑ۔ وہ جارہے ہیں علیؑ وہ جارہے ہیں علیؑ۔ آج سن کے ہمارا آپ کا دل بے چین ہوتا ہے جن کے سامنے علیؑ لے جائے جارہے تھے انہیں بے چین ہونا تھا یا نہیں ہونا تھا۔ ہونا تھا۔ اچھا جب بے چین ہونا تھا تو سب سے پہلے بے چین ہو کے جناب مقدادؓ بولے کون۔ آٹھ ڈگری والے۔ آٹھ ڈگری کے ایمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ

مقدادؓ کے پاس جوعلم ہے وہ ایک ڈگری کم ہے ابوذرؓ کے علم سے اور ابوذرؓ کے پاس جوعلم ہے وہ ایک ڈگری کم ہے سلمانؓ کے علم سے۔ یہ ایک ڈگری کتنی ہوتی ہے یہ ہم نہیں جانتے اس کا پیمانہ نبیؑ ہی جانتے ہیں یا خدا جانتا ہے یا ائمہ معصومینؑ جانتے ہیں۔توجہ چاہوں گا بھرپور توجہ مکمل توجہ۔سب سے پہلے جناب مقدادؓ نے کہا کاش میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی۔تو میں اپنے مولا کو ان دشمنوں سے چھڑا لیتا۔ میں آگے نہیں بڑھوں گا اپنی تقریر کو لیکچر کو یہیں پہ روکے رکھوں گا اور یہ ہر سمجھدار بچے کے لئے کہوں گا بزرگ تو بزرگ ہی ہیں کہ ایک بات بتایئے مقدادؓ کی اس بات میں کوئی کمی آپ محسوس کرر ہے ہیں۔محبت کا تقاضا وفاداری کا تقاضا جوش کا تقاضا یہی تھا کہ وہ یہ کہتے کاش میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اپنے مولا کو دشمنوں سے چھڑا لیتا۔ میں رکا اس لئے ہوں کہ آپ سوچ لیں مقدادؓ کی اس بات میں کوئی کمی ہے۔کوئی کمی نہیں ہے جب مقدادؓ کہہ چکے کاش میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اپنے مولا کو چھڑا لیتا تو ابوذر نے کہا مگر مقدادؓ تم نے بات صحیح نہیں کہی۔ میں رکا اسی لئے تھا کہ آپ سوچیں اپنا فیصلہ دیں کہ جب تک میں نے مقدادؓ کی بات سنائی ہے کسی کے دماغ میں کوئی کمی تو نہیں آئی کوئی غلطی تو نہیں آئی لیکن آٹھ ڈگری والے کی بات میں کمی وہ بتا رہا ہے جو نو ڈگری والا ہے۔کہا مقدادؓ تم نے بہت محبتانہ بات کہی ہے وفاداری کی بات کہی ہے بڑی پر جوش بات کہی ہے بڑی دردمندانہ بات کہی ہے مگر صحیح بات نہیں کہی ہے کہا ابوذرؓ کیا غلطی ہوئی۔کہا تمہارے سوچنے کا انداز غلط ہے۔کہا بھائی مجھے میری غلطی بتاؤ تا کہ میں اپنی غلطی سے توبہ کروں اور اعتراف کروں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ مجھے بتا کے میرے علم میں اضافہ کرو کہا تم نے کیا کہا۔کہا میں نے یہی کہا کہ کاش میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اپنے مولاؑ کو دشمنوں سے چھڑا لیتا۔ کہا کیا تم یہ سوچتے ہو کہ مولاؑ تمہاری تلوار کی مدد کے محتاج ہیں یعنی مولاؑ اتنے مجبور

ہیں کہ اگر تمہارے ہاتھ میں تلوار نہیں ہے اور تم ان کو چھڑا نہیں سکتے ہو تو ان کے پاس کوئی ذریعہ چھڑانے کا نہیں ہے۔ نہیں وہ صرف اپنے دشمن کے لئے بددعا کردیں تو نہ تمہاری مدد کی ضرورت ہے نہ تمہاری تلوار کی ضرورت ہے دشمن ہلاک ہو جائے گا مولا چھوٹ جائیں گے مگر پتہ نہیں کہ مولاؑ یہ دعا کیوں نہیں کر رہے ہیں کاش مولاؑ یہ دعا کر دیتے کہ دشمن تباہ ہو جاتا میرا مولا چھوٹ جاتا میں نہ دیکھتا اپنے مولاؑ کو گرفتار ہوتے ہوئے۔ دیکھئے اب دو باتیں سامنے آگئیں۔ جب تک ہم نے مقدادؓ کی بات پیش کی تھی ہمارے دماغ میں یہ بات نہیں آئی کہ مقدادؓ سے کوئی غلطی یا کمی ہوئی ہے لیکن جب ابوذرؓ نے کہا کہ تمہارے سوچنے کا انداز غلط ہے مقدادؓ تم نے یہ کیوں سوچا کہ علیؑ تمہاری مدد کے محتاج ہیں وہ تو تم سے بے نیاز ہیں تم ان کی مدد کے محتاج ہو وہ تمہاری مدد کے محتاج نہیں ہیں وہ اگر خالی بددعا کر دیں تو دشمن تباہ ہو جائے اس کے بعد ابوذر نے یہ بھی کہا کہ مولا بددعا کیوں نہیں کر رہے ہیں۔ اب نو ڈگری والا بول چکا ہے دسویں ڈگری والے سے رہا نہ گیا۔ ابوذرؓ تمہاری بے تابیاں تمہاری محبت کی آئینہ دار ہیں مگر بات تم نے صحیح نہیں کہی۔ میں ابھی رکا اسی لئے ہوں کہ آپ بھی پڑھے لکھے بیٹھے ہوئے ہیں سبھی سمجھدار بیٹھے ہیں کیا ابوذرؓ کی بات میں کوئی کمی ہم کو محسوس ہو رہی ہے ابھی نہیں محسوس ہو رہی ہے مگر سلمانؓ جسے کہیں گے ویسے ہی محسوس ہونے لگے گی۔ سلمانؓ نے کہا کہ تم نے یہ کیوں کہا کہ مولاؑ بددعا کیوں نہیں کرتے ہم کو یہ سوچنے کا حق نہیں ہے کہ جو ہمارا امامؑ ہے اس کے بارے میں ہم یہ سوچیں علیؑ یہ کام کیوں نہیں کرتے ہیں یہ کام کیوں کر رہے ہیں ہم کو تو یہ یقین رکھنا ہے کہ جو مناسب ہے مولاؑ وہی کر رہے ہیں یہ سوچنا علیؑ کی شان امامت کے خلاف ہے کہ علیؑ بددعا کیوں نہیں کرتے ہیں ہم کو تو اس پر راضی رہنا ہے کہ کوئی بات ہے جس کے لئے علیؑ نے اپنے لئے گرفتار ہونا اور بددعا نہ کرنا

طے کیا ہے تو مولا جو کر رہے ہیں اس پر ہم راضی ہیں۔ میں اپنے بیان کو دہرانا چاہتا ہوں پھر واپس لے جانا چاہتا ہوں کہ جب تک مقداد کی بات تھی ہم صحیح سمجھ رہے تھے ابوذرؓ کی بات آئی ہم سمجھے یہ اس سے زیادہ صحیح ہے جب سلمانؓ کی بات آئی تو معلوم ہوا یہ اس سے صحیح ہے اب ذرا سنئے آٹھ ڈگری پہ جو فائز ہے وہ مقدادؓ ہیں دس ڈگری پہ جو فائز ہے وہ سلمانؓ ہیں اور یہ سلمانؓ جس کو امامؑ کہتا ہے وہ علیؑ ہے علیؑ جس کو نبیؐ کہتے ہیں وہ محمدؐ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے سجدہ کرتے ہیں وہ خدا ہے تو اگر مقدادؓ کی سمجھ میں ابوذرؓ کی بات نہیں آتی جب تک کہ ابوذرؓ بتائیں نہیں ابوذرؓ کی سمجھ میں سلمانؓ کی بات نہیں آتی جب تک ابوذرؓ کو سلمانؓ بتائیں نہیں تو ہم کہاں اور خدا کہاں۔ یہ ہمارا تصور ہی ہلاکت کے راستے پر ہم کو لے جائے گا کہ جو خدا نے کہا ہے وہ ساری باتیں وجوہات کے ساتھ ہماری چھوٹی سی عقل میں آجائیں تب ہم مانیں گے تو عزیز و عقل کا کام ہے مذہب کی خدمت کرنا عقل معبود مذہب نہیں ہے کہ سمجھ میں آجائے گا تو مانیں گے کریں گے اور سمجھ میں نہیں آئے گا تو نہیں مانیں گے نہیں کریں گے اور ایک چلتی ہوئی بات بھی سن لیجئے جو ہمیں کرنا ہوتا ہے وہ بغیر سمجھے کرتے ہیں سن رہے ہیں۔ جو ہمیں کرنا ہوتا ہے وہ بے سمجھے کرتے ہیں ں جو نہیں کرنا ہوتا ہے وہیں کہتے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو جب سوسائٹی کا ل یہ ہے کہ جو کرنا ہوتا ہے اسے بے سمجھے کرتے ہیں اور جو نہیں کرنا ہوتا ہے اس کے لئے کہتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا تو ہم دونوں ہاتھوں کو جوڑ کے سوسائٹی سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا یہ طریقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اگر نہیں کرنا ہے تو کوئی کام اس وقت تک نہ کیجئے جب تک کہ آپ کی سمجھ میں نہ آجائے۔ اچھا ہماری سمجھ میں کیا آتا ہے آپ کی سمجھ میں کیا آتا ہے ایک مریض ہے دو ڈاکٹر۔ ایک کی سمجھ میں آتا ہے آپریشن ہونا چاہئے ایک کی سمجھ میں آتا ہے آپریشن نہیں ہونا چاہئے تو کسے بیوقوف

سمجھا جائے۔ ماں باپ ہیں ایک بچہ ہے وہ اس کی محبت میں کوئی کمی نہیں کرتے ہیں ایک کہتا ہے اس کا علاج ہونا چاہیے ایک کہتا ہے اس کا علاج نہیں ہونا چاہیئے کسے بیوقوف کہیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ عقلیں الگ الگ ڈگریاں رکھتی ہیں۔ ان عقلی ڈگریوں کے فرق کی بنیاد پر ہر مسئلہ کو ان کے حوالے نہیں کیا جا سکتا ہے تو جو ماہر ہوتا ہے جو کامل ہوتا ہے جہاں اطمینان ہوتا ہے کہ یہ غلطی نہیں کرے گا اس کے حوالے کر دیتے ہیں تو ہم نے اپنے کو عقل کے حوالے نہیں کیا ہے بلکہ اپنی عقل سمیت اپنے کو عقل کے پیدا کرنے والے کے حوالے کیا ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک صلوات اور بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

تو میں نے آپ کی خدمت میں جو باتیں عرض کی ہیں وہ ایک ایک کر کے آپ یاد رکھیں تا کہ کل میں سلسلۂ کلام آگے بڑھا سکوں۔ پہلی گزارش میں نے یہ کی ہے کہ مولا نے یہ کہا ہے ہر سمجھ عقل نہیں ہے جو خدا تک پہنچائے وہ عقل ہے اور جو خدا کے راستے سے روکے یہ وہ چالاکی اور مکاری ہے جو برائی پھیلانے کے راستے میں کام آتی ہے اس کو شیطان مدد پہنچاتا ہے اور یہ سمجھ علیؑ کے دشمن کی سمجھ ہے علیؑ کے دوست کی سمجھ نہیں ہے۔

دوسری گزارش آپ کے سامنے میں نے یہ کی ہے کہ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنے دین کے مطابق اپنے کو اپنی فیملی کو اپنے خیال کو اپنے سوچنے کے انداز کو اپنی آرزوؤں کو باقی رکھیں۔ ہم سوسائٹی سماج سے کم سے کم اتنا نہ متاثر ہوں کہ اپنی بنیادوں کو بدل دیں۔ ہمارا کام ہے کہ اپنے گھروں کے دروازوں کو زندگی کے دروازوں کو اتنا بلند رکھیں کہ اس میں کفر کی ہوا نہ آنے پائے ہمیں الحاد کی ہوا نہ آنے پائے۔ اس میں حرام کی ہوا نہ آنے پائے۔ اس میں نجس ہوا نہ آنے پائے اور جب ہم اتنی ہمت کریں گے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جس کے

سہارے ہمت کریں گے اس کی طاقت کچھ کمزور نہیں ہے۔ بات پھر بیچ میں آ گئی ہے کہ کسی نے آقائے خمینیؒ سے یہ کہا تھا یہ آپ نے کون سی عقلمندی کی ہے کہ سپر پاور سے لڑ گئے۔ کسی کو ساتھ لینا چاہئے آقائے خمینیؒ نے کہا کہ آپ کی اطلاع غلط ہے آپ کو صحیح خبر نہیں ملی ہے ہم نے بڑے سے اپنا رشتہ توڑا نہیں ہے ہم نے بڑے سے رشتہ جوڑا ہے تو پوچھنے والے نے کہا آپ ہمارے سامنے ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں آپ کے تعلقات امریکہ سے بھی نہیں ہیں آپ کے تعلقات روس سے بھی نہیں ہیں آپ کے تعلقات پانچ بڑی طاقتوں میں سے کسی سے نہیں ہیں سب سے آپ نے لڑائی لڑ لی ہے کسی بڑے سے آپ کے تعلقات ہیں تو جو پوچھنے والا تھا بیچارہ اتفاق سے مذہب مانتا تھا خدا مانتا تھا کہا اچھا یہ بتاؤ روس بڑا ہے یا خدا امریکہ بڑا ہے یا خدا کہا خدا تو بڑا ہے تو کہا پھر ہم نے ان کو چھوڑا ہے اس سے رشتہ باندھا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں فقط سننے کے قابل نہیں ہے بلکہ ان سے اپنی ہمت کو وابستہ کر کے ولولے کو آگے بڑھانا ہے۔ کم سے کم اگر ہم دوسروں کو متاثر نہیں کر سکتے ہیں تو اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اتنا مذہب سیکھیں اتنا مذہب سمجھائیں اتنا مذہب سمجھیں کہ دوسروں سے متاثر نہ ہوں۔

اور تیسری بات میں نے آپ کے سامنے کہی ہے کہ عقل اور مذہب ساتھ ساتھ ہیں ایک دوسرے کا کہیں فاصلہ نہیں ہے لیکن جو عقل میرے پاس ہے یا جو عقل آپ کے پاس ہے یہ پوری عقل نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ ہم یہ طے کر لیں کہ جو اس میں آ جائے گا تو مانیں گے جو اس میں نہیں آئے گا وہ نہیں مانیں گے بلکہ میں نے آپ کے سامنے گزارش کی ہے کہ عقلوں کا فرق ہوتا ہے تو کم عقل والا وہ بات نہیں سوچتا ہے جو زیادہ عقل والا سوچتا ہے تو پھر ہم جو حقیر عقل و علم رکھنے والے ہیں ہمارے بس میں یہ نہیں ہے ہماری صلاحیت نہیں ہے کہ ہم پورے دین کے ہر حلال و

حرام کو پہچان جائیں تو میں نے ابھی آپ کے سامنے صرف مائنس بات کہی ہے اب میں منفی بات کے ساتھ ساتھ مثبت بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور وہ کہ عقل کو کہاں کام کرنا ہے اور کہاں سے عقل کو سرتسلیم خم کر دینا ہے اس کی سرکل اس کی سرحد اس کا بارڈر آپ آج سن لیں۔کل میں اس کی تشریح کروں گا انشاء اللہ ایک صلوات بھیج دیں برمحمدؐ وآل محمدؐ۔اچھا کہیں کہیں یہ صلوات سے اندازہ ہو جاتا ہے لوگ اب سننا چاہتے ہیں کہ نہیں سننا چاہتے۔۔

تو اس چیز کو آپ سن لیں تاکہ آپ کو بھی سوچنے کا موقع ملے اور میں ایک بات بار بار کہہ چکا ہوں اسے پھر دہراتا ہوں۔ میں بہت علم کا ذخیرہ نہیں رکھتا۔بس میری خواہش یہ ہے کہ جتنا میرے پاس ہے اسے میں کنجوسی سے بچا کے نہ لے جاؤں اپنی بیٹیوں کے سامنے اپنی بہنوں کے سامنے اپنے بھائیوں اور اپنے بچوں کے سامنے جو کچھ میرے پاس ہے اس ذخیرے کو رکھ دوں تاکہ آپ اس سے فائدہ اٹھالیں تو میں نے بار بار کہا ہے کہ جو بات میں کہوں آپ یہ نہ سوچیں کہ میرا یہ مطالبہ ہے میری یہ ڈیمانڈ ہے کہ آپ مان ہی لیں نہیں میری صرف ڈیمانڈ یہ ہے کہ آپ سنیں اور سوچیں۔اگر دل مطمئن ہو جائے تو مان لیں اور دل مطمئن نہ ہو تو جتنے سوال آپ کے سامنے آئیں آپ اسے مجھے بتائیں۔ یہ وعدہ نہیں کرتا ہوں کہ آپ کے ہر سوال کو حل ہی کرسکوں گا لیکن جہاں تک میری طاقت ہے وہاں تک میں حل کرسکوں گا اس لئے کہ یہ کہنے کا حق تو مولائے کائنات کو تھا جنہوں نے کوفے کے منبر پر کہا تھا سلونی قبل ان تفقدونی جو چاہو پوچھ لو تو جو چاہو پوچھ لو یہ امامؑ کہہ سکتے ہیں دوسرا نہیں کہہ سکتا ہے تو ذرا حدیں سن لیں آپ کہ کہاں سے عقل کے بغیر اگر مذہب مانا جائے تو وہ مذہب نہیں ہے اور کہاں سے عقل کو آگے رکھا جائے مذہب کو پیچھے رکھا جائے تو پھر مذہب مذہب نہیں ہے عقل عقل نہیں ہے اللہ ہے اللہ ایک ہے

اللہ عادل ہے یعنی اللہ کا وجود اللہ کی صفتیں یہ قرآن سے سن کے نہیں ماننا ہے یہ حدیث پیغمبرؐ سے سن کے نہیں ماننا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں خالص عقل کو کام کرنا ہے خدا ہے یہ وہ پوائنٹ ہے جسے ہمیں عقل ہی سے ماننا ہے خدا کیسے صفات رکھتا ہے یہ بات ہم کو عقل ہی سے معلوم کرنا ہے اور جب عقل سے ہم نے خدا کو مان لیا۔ اب سرکل آسان ہو رہی ہے خدا تک جانا ہے عقل کے ذریعہ اور جب عقل نے خدا تک ہم کو پہنچا دیا تو عقل مڑ کے کہتی ہے اب میں یہاں تک لا کے تھک گئی ہوں اب مجھے آرام کرنے دو۔ میں نے اپنے پیدا کرنے والے تک تم کو پہنچا دیا ہے تو یہاں تک میرا کام تھا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ جو میں کہوں وہ مانو اب میں نے اپنے پیدا کرنے والے تک پہنچا دیا ہے۔ اب یہ جو کہے اسے ماننا یہ ہے عقل کا فیصلہ۔ یعنی خدا کے ثبوت تک خدا کے وجود تک ہم کو عقل کے ذریعہ جانا ہے اور جب ہم خدا تک پہنچ گئے تو آگے کیا کرنا ہے ہم کو کیا نہیں کرنا ہے کس کو ماننا ہے کس کو نہیں ماننا ہے اس میں عقل کا کام نہیں ہے اس میں صرف حکم خدا کا کام ہے۔ اصل میں غلطی کیا ہوتی ہے ہم سے۔ میں اپنے لئے کہہ رہا ہوں آپ بھی اس میں شامل ہو جائیں تو مجبوری ہوگی۔ ہم سے غلطی یہ ہوتی ہے کہ جہاں عقل کا کام ہے وہاں عقل سے کام نہیں لیتے اور جہاں عقل کا کام نہیں ہے وہاں عقل سے کام لیتے ہیں۔ ہم ایک ٹوپی لائے کپڑے کی۔ یہ کاہے کے لئے ہے۔ نہیں نماز کے لئے تو ہے پہننے کے لئے۔ کہاں پہننے کے لئے سر پہ تو اگر اس ٹوپی کو ہم پیر میں پہن لیں۔ بے عقلی ہوگی کہ نہیں ہوگی۔ تو بالکل اسی طریقے سے جہاں عقل ہم کو استعمال کرنا چاہیے وہاں عقل اگر استعمال ہم نہ کریں تو بیوقوفی ہے اور جہاں عقل کو ماننا چاہئے ہم عقل کو استعمال کریں وہاں بیوقوفی ہو جائے گی۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دو لفظیں یاد رکھئے گا کہ کل کے بیان میں تشریح کروں گا۔ ایک ہے حاکم کو طے کرنا کہ کون ہمارا

حاکم ہے اور ایک یہ طے کرنا ہے کہ جو اس کا حکم ہے اس پر عمل کریں یا نہ عمل کریں تو عقل کا سرکل یہاں تک ہے کہ کون ہمارا حاکم ہے اس کو عقل سے طے کرنا ہے۔ خدا ہمارا حاکم ہے یہ بات ہم کو عقل سے طے کرنا ہے اور جب خدا حاکم ہے یہ بات طے ہوگئی تو جب حاکم کو مان لیا ہے تو حکم معلوم کرنا ہے حکم میں عقل کا استعمال نہیں کرنا ہے عقل کا استعمال حکم کو معلوم کرنے میں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں جملہ کو پھر دوہراتا ہوں تاکہ آپ کل کے لئے اسے یاد رکھیں۔ حاکم کو پہچاننا ہے عقل کے ذریعہ اور جب حاکم کو پہچان لیا ہے تو تعمیل کرنا ہے اس کے احکام کی۔ تو ہوتا کیا ہے۔ دو چیزیں ہیں ایک کا نام ہے تحقیق اور ایک کا نام ہے تعمیل۔ ایک کا نام ہے تحقیق ریسرچ اور ایک کا نام ہے تعمیل آرڈر پر عمل کرنا۔ ہم الٹا کام کرتے ہیں۔ کسی نے ہم سے پوچھا خدا ہے ہاں ہے ہم نے کہا دلیل بتاؤ کہا مولوی صاحب آپ کافر دکھائی دیتے ہیں خدا ہونے کی دلیل پوچھ رہے ہیں ہم سے۔ ہر مسلمان کہتا ہے خدا ہے ہمارے باپ نے کہا دادا نے کہا ان کے دادا نے کہا ان کے دادا نے کہا سب کہہ رہے ہیں ہم نے کہا کہ کوئی دلیل۔ آپ مسلمان نہیں ہیں۔ تو جہاں خدا کے ہونے کی دلیل چاہئے وہاں ہم کیا کہتے ہیں جو دلیل مانگے وہ کافر ہوگیا۔ اور جب خدا نے کہا نماز پڑھو صاحب یہ پانچ ٹائم کی کیوں۔ یہ صبح کی دو رکعت کیوں تو جہاں تعمیل کرنا ہے وہاں تحقیق کررہے ہیں اور جہاں ریسرچ و تحقیق سے کام لینا ہے وہاں تعمیل کررہے ہیں۔ اللہ ایک کیسے۔ کہا ارے اماں نے ہمیں گود میں بیٹھا کے یاد کرایا تھا اللہ ایک۔ یہ فرق یاد رکھئے گا۔ عقل تنہا عقل۔ اکیلی عقل کا کام ہے کہ وہ ہم کو کسی ایسی دلیل کے ذریعہ جس سے ہمیں یقین پیدا ہوجائے خدا تک پہنچادے اور جب خدا تک پہنچ جائیں تو اب مسلمان کا فریضہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کرے اس کے احکام کی تحقیق نہ کرے کیوں اسلئے کہ ہمارے پاس اتنا علم نہیں ہے جتنا علم

رکھنے والے خدا نے ہم کو آرڈرس اور احکام دیئے ہیں ہم کوشش کریں گے تو تباہی کے راستے پر پہنچ جائیں گے۔آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم پہلی محرم سے چاند رات سے مسلسل ہمارے پیچھے کیوں لگے ہو۔کسی نے مجھ سے شکایت نہیں کی ہے لیکن میرا تو کام ہی یہی ہے میں جانتا ہوں۔لوگ کہتے ہیں صاحب یہ کیا بات ہے ایک مرتبہ کہہ دیا ہم نے سن لیا کہ دین کی پابندی کرو ہم نے کہا ہاں یہ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں آپ اور یورپ کی آب وہوا میں ایک مرتبہ بھی کہنا خلاف تہذیب ہے اور اگر کوئی مولوی پہلی محرم سے چاندرات سے کسی مجمع کے پیچھے پڑ جائے دین کی پابندی کرو دین کی پابندی کرو۔انہوں نے کہا یہ صاحب کیا دردسر پیدا کر دیا ہے۔لوگ فریاد کریں گے اس بلا کو بلانے کے لئے تم ہی رہ گئے تھے ہم ہی رہ گئے تھے انہیں بلایا کس نے۔تو ٹھیک ہے مجھ سے جتنی آپ کو زحمت پہنچے آپ سزا ان کی کریں جنھوں نے بلایا ہے اور ان کی سزا کرنے سے پہلے اپنی سزا خود کریں کہ آپ آئے کیوں۔اور اگر ایسی بات نہیں ہے ہم آپ راضی ہیں تو عزیزوں ایک بات یاد رکھئے گا کہ اگر کسی دوست کو کسی عزیز کو ہم غلط راستے پر جاتے دیکھیں اور چپ رہ جائیں تو ہم دشمن ہیں دوست نہیں ہیں اور دوست کو ہم غلط راستے پر جاتے دیکھیں تو سوچیں کہ وہ ہمیں نوچ ڈالے چاہے ہمیں کاٹ ڈالے چاہے وہ ہم کو دشمن سمجھے لیکن ہم کو اس کو بچانے کی کوشش کرتے رہنا ہے یہی محبت ہے۔بس اتنا یاد رکھئے گا محبت کرنے والے اور ہوتے ہیں اور خودغرض اور ہوتے ہیں۔خودغرض وہ ہوتا ہے جو دیکھتا ہے نفع ہو یا نقصان ہو اپنا کام بن جائے اور محبت کرنے والا وہ ہوتا ہے ہمارا نقصان ہو جائے تو ہو جائے مگر جس سے ہم کو محبت ہے اس کے لئے فائدے کی بات پہنچ جائے تو بس اس بات کو یاد رکھئے گا کہ ذاکر بھی دو ہی طرح کے ہو سکتے ہیں۔محبت کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں خودغرض بھی ہو سکتے ہیں۔خودغرض کا کام کیا

ہے مجمع راضی رہے چاہے جنت میں جائے چاہے دوزخ میں جائے اور محبت کا مطلب یہی ہے کہ چاہے ناراض ہو جائے مگر دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ میں آپ کے ساتھ خودغرضی کا برتاؤ کرر ہا ہوں یا محبت کا برتاؤ کرر ہا ہوں۔ اگر آپ کا دل یہ کہے کہ میں محبت کا برتاؤ کرر ہا ہوں تو پھر آپ کا بھی فریضہ ہے کہ میرے ساتھ محبت ہی کا برتاؤ کیجئے۔ اور میں اس بات پر کیوں بار بار زور دے رہا ہوں کہ اپنی خاندان کو اپنی فیملی کو دین کے راستے پر چلنے کے لئے ان کو سمجھانا چاہئے بتانا چاہئے دین پڑھانا چاہئے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہر قدم پر قرآن نے نبیؐ نے امامؑ نے ہر امامؑ نے ہم کو یہی آواز دی ہے کہ تمہارا فریضہ ہے کہ تم اپنے کو اپنی اولادوں کو اپنے گھر والوں کو اپنے خاندان والوں کو اپنے دوستوں کو دین کے راستے پر رکھو اور آپ دیکھیں مولا علیؑ نے تو ہم کو یہ پیغام دیا ہے مولا علیؑ نے تو ہم کو یہ پیغام دیا ہے کہ اولاد اچھی ہو اس کا انتظام اس کے پیدا ہونے سے پہلے کرنا اور یہی وہ بات تھی جس کو مولا ہمیں بتانا چاہتے تھے جب جناب عقیلؑ جو ان کے بڑے بھائی تھے ان سے پوچھ رہے تھے کہ عقیل آپ مجھے بتائیں کہ عربوں میں کون سا قبیلہ بہادر ہے تا کہ میں اس بہادر قبیلہ کی بیٹی سے شادی کروں تا کہ اس ماں سے جو بچہ پیدا ہو وہ ایسا میرا بیٹا بہادر ہو کہ کل کربلا میں میری طرف سے حسینؑ کی مدد کرے۔ نہیں اس سے پہلے بھی شاید آپ کے سامنے کہا ہے کہ علیؑ سے بہتر ہے کون جاننے والا۔ جانتے ہیں علیؑ مگر عقیلؑ سے اس لئے نہیں پوچھ رہے ہیں کہ علیؑ کو جاننا ہے اس لئے پوچھ رہے ہیں کہ عقیلؑ سے پوچھوں گا تو تم جان جاؤ گے کہ اچھے بچے کی پیدائش سے پہلے کسی اچھی ماں کا انتخاب کرنا ہوگا اور جب پیدائش سے پہلے اچھی ماں کا انتخاب کرنا ہے تو پیدائش کے بعد اچھی گود کا انتظام کرنا ہے اچھے گھر کا انتظام کرنا ہے اچھی سوسائٹی کا انتظام کرنا ہے اچھے

دوستوں کا انتظام کرنا ہے اچھی تعلیم کا انتظام کرنا ہے تاکہ بچہ اچھا پیدا ہو اچھا بڑا ہو اچھا دنیا میں رہے اچھا مرے اور اچھا میدان محشر میں پہنچے کہ جنت میں جگہ مل جائے۔ میں مجلس تمام کرتے ہوئے یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جناب عباسؑ سے جناب زہیرؑ نے عاشورے سے پہلے یہ کہا کہ مولا میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں ذرا خیموں کے پیچھے تشریف لے چلئے تو عباسؑ گھوڑے پر سوار تھے اور رکابوں میں دوہرے تسمے پڑے ہوئے تھے جب خیموں کے پیچھے شیر گیا علمدار گیا اور جناب زہیرؑ قریب آئے۔ زہیرؑ نے کہا شاہزادے بے ادبی ہے مگر میرا دل بے چین ہے اس لئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں عباسؑ نے کہا زہیرؑ دل پر بوجھ نہ رکھو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ کہا آقا اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بات تو یاد ہوگی کہ آپ کے باپ کے دل میں آپ کے پیدا ہونے کی تمنا کیوں پیدا ہوئی تھی بس اتنا زہیرؑ کا کہنا تھا کہ جناب عباسؑ نے جو انگڑائی لی ہے تو وہ دوہرے تسمے ٹوٹ گئے۔ کہا زہیرؑ۔ زہیرؑ مجھ میں شجاعت پیدا کرنے آئے ہو اگر موقع مل گیا اگر میرے مولا نے اجازت دی تو دیکھ لینا کہ ایسی جنگ کروں گا کہ دنیا میں یادگار رہے گی۔ ایسی جنگ کروں گا جو دنیا میں یادگار رہے گی۔ اگرچہ عباسؑ کو ویسی جنگ کرنے کا موقع نہیں ملا جیسی جنگ عباسؑ کرنا چاہتے تھے لیکن جتنی بھی اجازت مولا سے ملی اس میں جو جنگ کرکے دکھائی ہے دنیا میں اسکی نظیر نہیں ملے گی تصور کیجئے ایک ایسے انسان کا جو سات محرم سے دسویں محرم تک یقیناً پیاسا ہے ورنہ میرا تصور تو یہی ہے کہ جب چار محرم سے پانی بند ہو گیا ہے تو بچوں کے لئے بزرگوں نے پانی پینا چھوڑ دیا ہوگا۔ ایک بات اور سنئے یہ عاشور کے دن یہ چھوٹے چھوٹے بچے نہیں آئے تھے عباسؑ کے پاس کہ ہم پیاسے ہیں۔ یہ بچے روز آتے تھے عباسؑ کے پاس اور کیوں نہ آتے جس کا لقب سقّا تھا اس کے پاس آئیں گے کیوں نہیں۔ حسینؑ نے فقط ایک مرتبہ اجازت

دی تھی۔ چار محرم سے پانی بند ہو جانے کے بعد حسینؑ نے فقط ایک مرتبہ اجازت دی تھی کہ عباسؑ تم ان بچوں کے لئے پانی لے آؤ تو عباسؑ گئے تھے چار محرم کے بعد سات محرم سے پہلے عباسؑ گئے تھے اور بیس مشکیں پانی بھر کے لے آئے تھے تو جب کوئی بچہ پیاسا ہوتا تھا ماں سے پانی مانگتا تھا بہن سے پانی مانگتا تھا پھوپھی سے پانی مانگتا تھا اور پھر خیمے سے باہر آتا تھا اور پوچھتا تھا چچا کدھر ہیں سقا کدھر ہے شیر کدھر ہے اور جب عباسؑ کے پاس آتا تھا بچہ تو کہتا تھا چچا 'سقاّ' پیاسے ہیں ہم۔ اب امامؑ کی اجازت نہیں تھی کہ پانی کے لئے لڑائی ہو۔ پانی کے لئے جہاد ہو اجازت نہیں تھی تو عباسؑ بیکار نہیں بیٹھے رہے ذرا سوچنے کی کوشش کریں گے کہ کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جناب عباسؑ نے کنویں کھودے ستّر ستّر ہاتھ گہرے کنویں کھودے۔ کنویں کھودتے جاتے تھے ستّر ستّر ہاتھ گہرائی تک کھودتے جاتے تھے اور جب پانی نہیں نکلتا تھا بالکل رنجیدہ دل لے کے کنویں سے باہر نکل آتے تھے ذرا آپ تصور سے کام لیں گے جو کنویں کھودے جارہے تھے چھوٹے چھوٹے بچے آتے تھے پانی نکلا۔ چچا پانی نکلا۔ اور شاید عباسؑ یہی کہتے ہوں گے کہ نورِ نظر لختِ جگر یہ چچا تم پر فدا تم صبر کرو صبر کرو جتنی تمہارے چچا میں طاقت ہے میں کوشش کر رہا ہوں۔ نہیں تعریف کی جاسکتی ہے اس پیاسے انسان کی جس نے اپنی پیاس بھلائی اور کربلا کی جلتی ہوئی زمین میں ستّر ستّر ہاتھ تک گہرے کنویں کھودے اور نہیں تعریف کی جاسکتی ہے ان ساتھیوں کی جو عباسؑ کے ساتھ کنواں کھودنے میں عباسؑ کی مدد کر رہے تھے ایک کنواں کھودنے کے بعد جب پانی نہیں نکلتا تھا تو عباسؑ پسینے نہیں پونچھتے تھے بلکہ دوسرا کنواں کھودنا شروع کر دیتے تھے۔ سارے کنویں کھودے مگر پانی نہیں نکلا اب آپ تصور کریں کہ جو چوتھی سے پانچویں سے پیاسا ہے وہ دس محرم کو کتنا پیاسا ہے اور جس نے پورے زمانے میں پورے پیریڈ میں کنویں کھودے ہیں ان کی اور

رات کی مصروفیت میں کنویں کھودے ہیں وہ کتنا پیاسا رہا ہوگا اور پھر عاشور کے دن جب جنگ شروع ہوتی ہے جب جہاد شروع ہوتا ہے حسینؑ ہر شہید کی لاش لینے جاتے ہیں تو عباسؑ بھی ساتھ ساتھ جاتے ہیں ایسے پیاسے عباسؑ ایسے پیاسے عباسؑ جنھوں نے لاشیں اٹھانے کے لئے حسینؑ کے ساتھ جنگیں کی ہیں وہ کربلا کے میدان میں جارہے ہیں کس لئے جارہے ہیں پانی لینے جارہے ہیں عباسؑ کے ہاتھ میں نیزہ ہے کاندھے پر مشکیزہ ہے پانی لینے جارہے ہیں آپ کو یاد ہوگا میرا فقرہ یہ میں نے سنایا تھا کہ شیر نے بچوں سے کہا تھا کہ جب تک میرے مرنے کی خبر نہ آجائے یا پانی لے کے نہ آجاؤں تب تک تم رونا نہیں عباسؑ چلے شام کی فوجوں کی طرف چلے انہوں نے مقابلہ کیا عباسؑ نے حملہ کیا فوجیں ہٹ گئیں اور چار ہزار لشکر تھا جو فرات کے کنارے بٹھا دیا گیا تھا یعنی پسر سعد ملعون نے انسانی جسم کے ذریعہ فرات پر دیواریں بنائی تھیں۔عباسؑ نے حملہ کیا اور اتنا بڑا حملہ کیا کہ پوری فوج بھاگ کے فرات کے کنارے سے ہٹ گئی ایک انسان کا حملہ اور چار ہزار آدمیوں کا بھاگ جانا وجہ بتادوں عباسؑ کے سامنے دو چیزیں تھیں یا پانی پہنچا سکوں گا یا راہ خدا میں شہید ہو جاؤں گا تو عباسؑ کے دل کو اطمینان تھا اگر پانی پہنچا دیا تو ٹھیک ہے اگر راہ خدا میں شہید ہو گیا تو ٹھیک ہے اور جو چار ہزار بیٹھے تھے ان کو یہ خیال تھا اگر ہم کو عباسؑ نے قتل کر دیا تو یزید سے ہم انعام کیسے پائیں گے جانتے تھے عباسؑ کے نیزے سے چار ہزار آدمی نہیں قتل ہوں گے لیکن ہر آدمی ڈر رہا تھا کہیں قتل ہونے والا میں ہی نہ ہوں یہ خدا کا یقین تھا جو عباسؑ کی شجاعت کو آگے بڑھا رہا تھا اور یہ خدا کا یقین نہ ہونا چار ہزار فوج کو بزدل بنا رہا تھا۔ساری فوج بھاگ گئی عباسؑ آگے بڑھے فرات کے کنارے پہنچے سوکھی ہوئی مشک کو بھگویا اس میں پانی بھرا پانی بھرنے کے بعد جو پانی انگلیوں میں لگ گیا تھا اسے پوچھا اور پوچھنے کے بعد کہا پانی پانی جب

تک میرا مولا پیاسا ہے اور جب تک خیموں میں میرے چھوٹے بچے پیاسے ہیں تب تک یہ عباسؑ پانی نہ پیئے گا۔ کربلا میں سب پیاسے تھے عباسؑ سے پہلے جتنے شہید ہوئے سب پیاسے شہید ہوئے مگر یہ پیاسے اس لئے شہید ہوئے کہ انہیں پانی ملا نہیں اور عباسؑ پیاسے اس لئے شہید ہوئے کہ انہیں پانی ملا مگر ان کے دل سے گوارہ نہ ہوا حسینؑ سے پہلے اور چھوٹے بچوں سے پہلے خود پانی پی لیں تو پانی کی مشک لے کے چلے جب پانی کی مشک لے کے چلے تو چاروں طرف یزیدی فوج کے سرداروں نے آواز دی اگر عباسؑ ایک مشک پانی لے کے پہنچ گئے تو یہ جنگ آج ختم ہونے والی نہیں ہے اگر ان شیروں کو پانی مل گیا تو پھر یہ جنگ ختم ہونے والی نہیں ہے کچھ کرو مگر عباسؑ کو پانی لے کے خیموں تک نہ پہنچنے دو۔ میں نے شہادت سنائی ہے شانے کٹے عباسؑ بڑھتے رہے آنکھ میں تیر لگا عباسؑ بڑھتے رہے جب پانی بہنے لگا مشک پر تیر لگنے کے بعد تب عباسؑ ٹھہر گئے اور جب زمین پر گرے تو سر پر گرز لگ چکا تھا زخمی سر کے بل گرے حسینؑ کو آواز دی حسینؑ کے قدموں میں جان دے دی میں آج آپ کی خدمت میں اتنی بات اور یاد دلانا چاہتا ہوں آج گیارہ محرم تھی جو گزر گئی ہے یہ بارہ محرم کی رات ہے جو آ گئی ہے اتنا مجھے سنانا ہے کہ گیارہ محرم کو نماز ظہر کے بعد سارے قیدی۔ اہلبیتؑ کو قیدی بنا کے اور سارے شہیدوں کے سر کاٹ کے کربلا سے کوفے کے لیے شام کی فوج روانہ ہوئی ہے تو بس ایک جملہ آخری جملہ سنئے میری بیٹیو! میری بہنو! میرے بچو! میرے بھائیو! میرے بزرگوں! سنو انشاء اللہ حق ماتم ادا ہو جائے گا جب کوفے میں یہ کٹے ہوئے سر پہنچے ہیں یہ قیدی پہنچے ہیں تو کتابیں یہ بتاتی ہیں۔ سارے سر نوک نیزہ پر تھے ایک سر تھا جو گھوڑے کی گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ جب گھوڑا گردن اٹھاتا تھا تو وہ سر زمین سے اونچا ہو جاتا تھا اور جب وہ گردن ڈال دیتا تھا تو سر زمین سے ٹکراتا تھا کسی نے پوچھا یہ کس کا سر ہے یہ

کس کا سر ہے کہا یہ ام البنین کے بیٹے کا سر ہے یہ حسینؑ کے بھائی کا سر ہے یہ حیدر کرارؑ کی تمنا اور آرزو کا سر ہے یہ سکینہؑ کے چچا کا سر ہے یہ عباسؑ علمدار کا سر ہے کہا اسے نیزے پر کیوں نہیں رکھا کہا ہم نے اسے نیزے پر رکھا مگر جب لے کے چلے نیزہ ٹوٹ گیا تو ہم مجبور ہو گئے کہ سر کو گھوڑے کی گردن میں لٹکا کے لے کے چلیں۔ میں پوچھوں گا میرے علمدارؑ یہ آپ نے نیزے پر چلنا کیوں نہیں گوارہ کیا کہا مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ میرا امامؑ جس بلندی پر چلے میں ساتھ ساتھ برابر برابر چلوں نہیں میرے مولا کا سر نوک نیزہ پر چل رہا ہے تو میرا سر زمین پر ٹھوکریں کھاتا ہوا چل رہا ہے تاکہ دنیا پہچانے امامؑ کون ہے علمدارؑ کون ہے امامؑ کون ہے غلام کون ہے۔

"سَيَعلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس

(۶)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیهِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہِ الرَّحمٰنُ ٥

انسانوں میں جو سمجھ پائی جاتی ہے وہ دو طرح کی ہے ایک سمجھ وہ ہے جو مولا کے دشمن امیر شام کے پاس تھی اور ایک سمجھ وہ ہے جسے خود امیر المومنین مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنایا ہے اور اختیار کیا ہے تو اس میں سے کون سی سمجھ عقل ہے اور کون سی سمجھ بے عقلی ہے اور وہ چالاکی ہے جو شیطان کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے جو برائی کو پھیلاتی ہے اس بات کو مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فقرے میں بیان فرمایا جس کی میں روزانہ آپ کے سامنے تلاوت کرتا ہوں کہ عقل اس سمجھ کا نام ہے جو انسان کو خدا تک پہنچائے خدا کو پہچنوائے اور خدا کے احکام کے سامنے مطمئن طور پر جھکائے میں نے یہ تذکرہ آپ کے سامنے اس لئے شروع کیا ہے کہ ہم جب کبھی مذہب اور عقل کے عنوان پر غور کریں تو ہمیں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ہر الٹی اور بری سمجھ کو عقل نہ سمجھ بیٹھیں بلکہ عقل اس سمجھ کو سمجھیں جسے مولائے کائناتؑ نے بتایا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے روزانہ یہ بات کہی ہے اور میں ہر وقت اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ روزانہ اس بات کو آپ کے سامنے دوہراتا رہوں اگر ہم

مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھتے ہیں اوران کے دشمنوں سے نفرت رکھتے ہیں اور بیزاری رکھتے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا فریضہ ہے کہ ہمارے سوچنے کا اندازہ وہ نہیں ہونا چاہئے ہماری سمجھ وہ نہیں ہونا چاہئے جو مولا کے دشمنوں کی سمجھ تھی اور جوان کے سوچنے کا انداز تھا بلکہ ہمارے سوچنے کا طریقہ ہمارے سوچنے کا انداز وہ ہونا چاہئے جس کی تعریف مولا نے کی ہے کہ اس کے ذریعہ خدا پہچانا جاتا ہے اس کے ذریعہ خدا مانا جاتا ہے اس کے ذریعہ خدا کے احکام کی تعمیل کی جاتی ہے۔ میں اب ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اپنے کل کے بیان کوآپ کی خدمت میں یاددلاتے ہوئے یہ گزارش کروں کہ میں نے یہ کل آپ کے سامنے کہا تھا کہ جیسے اس دنیا میں مال کے خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے سے اور صحیح جگہ پر خرچ کرنے اور صحیح جگہ پر خرچ نہ کرنے سے چار صفتیں پیدا ہوتی ہیں جن میں دو اچھی صفتیں ہیں اور دو خراب صفتیں ہیں کنجوسی یہ بری صفت ہے فضول خرچی یہ بری صفت ہے۔ سخاوت یہ اچھی صفت ہے اور کفایت شعاری یہ اچھی صفت ہے تو آج میرا فریضہ ہے کہ میں کل کے بیان کومکمل کرتے ہوئے آپ سے گزارش کروں کہ جیسے مال میں کنجوسی ہوتی ہے ویسے عقل کی کنجوسی بھی ہوتی ہے جیسے مال میں فضول خرچی ہوتی ہے ویسے ہی عقل میں فضول خرچی ہوتی ہے جیسے مال میں سخاوت ہوتی ہے ویسے عقل کی سخاوت بھی ہوتی ہے جیسے مال میں کفایت شعاری ہوتی ہے ویسے ہی عقل میں بھی کفایت شعاری ہوتی ہے اگر آپ میری ان چاروں باتوں کوتوجہ کے ساتھ سنیں اسے ذہنوں میں باقی رکھیں تو مذہب اور عقل کے عنوان پر آپ کے سامنے جو بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ خود بخود دور ہوجائیں گے۔ آج میں اپنے بیان کی تفصیل اور ڈیٹیل یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ عقل کی کنجوسی کہاں کہاں ہوتی ہے ظاہر ہے کہ میرے لئے ناممکن ہے کہ میں ان

مجلسوں میں سارے مقامات کا تذکرہ کرسکوں جہاں عقل کی کنجوسی ہوتی ہے لیکن ایک آدھ نمونہ آپ کے سامنے پیش کروں جس کے ذریعہ ایک آدھ مسئلہ حل ہو جائے اور اس نمونے کے ذریعہ بقیہ مقامات کو آپ پہچان سکتے ہیں۔ عقل کی کنجوسی عہد حاضر میں اس دور میں اس زمانے میں جس میں ہم اور آپ زندہ ہیں اور زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا ایک نمونہ یہ ہے توجہ چاہتا ہوں ایک نمونہ یہ ہے کہ آج ہمارے بہت سے پڑھے لکھے بھائی اور نوجوان بہت سی پڑھی لکھی بہنیں اور بیٹیاں یہ سوال کرتی ہیں کہ آج جب دنیا میں بہت سے مذہب پائے جاتے ہیں تو کسی آدمی کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس بزی لائف میں اس مصروف زندگی میں اتنا وقت نکالے کہ دنیا میں جو ہزار و ہزار مذہب پائے جاتے ہیں دنیا میں جو بیشمار فرقے پائے جاتے ہیں ان میں وہ چھان بین کر کے معلوم کرے کہ صحیح مذہب کون ہے مذہب حق کون ہے لیکن میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بات ہمارے سامنے کہی جاتی ہے کہ اتنے مذہبوں کے درمیان سچے مذہب کو ڈھونڈھ نکالنا عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ عام انسان کے لئے ممکن نہیں ہے یہ دراصل عقل کی کنجوسی کی جگہ ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں عقل کو خرچ کرنا چاہئے اور ہم عقل کو خرچ کرنا نہیں چاہتے تو وہ ساری خرابیاں جو کنجوسی سے پیدا ہوتی ہیں مال کی وہی ساری خرابیاں یہاں پیدا ہونگی جب ہم اپنے سمجھ کی اپنے عقل کی اپنے قوت فکر کی کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے۔ میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اصل میں ایسا نہیں ہے کہ ہم بے شمار مذہبوں کے درمیان سچا مذہب ڈھونڈھ نہیں سکتے نہیں ہم نے یہ نیت کر لی ہے کہ ہم نہیں ڈھونڈھ سکتے۔ دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک کام اتنا مشکل ہے کہ ہم سے ہو نہیں سکتا اور ایک کام ایسا ہے جس کے لئے ہم نے طے کرلیا ہے کہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔ تو جو کام

مشکل ہے وہ تو شاید آدمی سے ہو بھی جائے لیکن جس کے لئے ہم نے طے کرلیا ہے کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ہم سے ہو سکے جب تک کہ ہم نیت نہ بدلیں ہمارا ارادہ تبدیل ہو جائے میں یہاں پر آپ کے سامنے بات آگے بڑھانے سے پہلے یہی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں ہماری فیملی میں ہمارے گھروں میں کتنے ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو نہیں پڑھتے۔ سال کا سال کھیلتے ہیں سال کا سال سینما دیکھتے ہیں سال کا سال نماز نہیں پڑھتے ہیں اور جب اکزام میں امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں بعد میں کہتے ہیں ہم سے امتحان پاس کرنا ممکن نہیں ہے اس میں ہے کیا، ہے کیا، ہے یہ کہ ایسی عادتیں ڈال لی ہیں ایسے شوق پیدا کر لئے ہیں کہ اس کے بعد ہم تعلیم میں ایجوکیشن میں محنت نہیں کر سکتے اور جب محنت نہیں کر سکتے تو یہ طے کرتے ہیں کہ ہم سے یہ کام نہیں ہوسکتا ہے ایسے کتنے کام چور ہوتے ہیں جو گھر بیٹھ جاتے ہیں گھر والوں کا فاقہ ہوتا رہتا ہے مگر وہ کہتے ہیں ہم سے سروس نہیں ہوسکتی ہے کتنی ایسی عورتیں ہوتی ہیں جو یہ طے کر لیتی ہیں کہ اب ہماری صحت اچھی نہیں ہے اب ہم سے کام نہیں ہوسکتا ہے گھر میں سامان رکھا رہتا ہے اور فاقہ ہوتا رہتا ہے تو اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا ہے جب آدمی یہ طے کر لے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکتا ہے انہیں طے کرنے سے پہلے یہ طے کرنا پڑے گا کہ ہو سکنے والا کام ہے یا نہیں ہے اگر واقعی ایسا ہے کہ کام نہیں ہوسکتا ہے تو بات ٹھیک ہے اور اگر ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ یہ کام نہیں ہوسکتا ہے تو ہم کو پہلے نیت بدلنا پڑے گی ارادہ بدلنا پڑے گا تب ہم کامیابی حاصل کریں گے میں آپ کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں جب ہم کسی چیز کو ڈھونڈھنے کے لئے نکلتے ہیں تو کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں میں چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کامیابی ہوگی یا نہیں ہوگی وہ بعد میں فیصلہ کروں گا لیکن

پہلے میں ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جب مشکل کام کو حل کرنے کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے ہیں کہ اس کام میں ناکامی ہو جائے گی ہمارے آپ کے سامنے ایسی مثالیں ہیں کہ لڑکا گھر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے وہ تو غائب ہو گیا اب اتنی دنیا میں وہ کہاں کھو گیا ہے ہمیں نہیں معلوم۔ ہم بیٹھ کے سوچیں ہمارے سامنے مسئلہ کیا ہے کہ اتنے مذہبوں میں ہمیں سچا مذہب کیسے معلوم ہو سکتا ہے تو مذہب کتنے ہیں دو چار سو دو چار ہزار ہیں اب خالی یہ سوچئے بمبئی شہر میں کتنے گھر ہیں کتنے فلیٹ ہیں کتنی جھوپڑیاں ہیں کتنے لوگ فٹ پاتھ پر رہتے ہیں میرا بچہ آپ کا بچہ کسی کا بچہ غائب ہو گیا تو اگر ہم سوچنا چاہیں تو سوچ سکتے ہیں ہر گھر میں بچہ ہو سکتا ہے ہر جھوپڑی میں بچہ ہو سکتا ہے اس خیال سے ہم نے سوچا کہ اگر بمبئی میں ہے تو کہاں ہوگا پھر خیال آیا ممکن ہے مہاراشٹر میں پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہو اس کے آگے سوچا پتہ نہیں ہندوستان میں کس جگہ ہو۔ تو اگر وہ سرحد پار کر گیا ہے تو پتہ نہیں کس ملک میں پہنچ گیا ہو لیکن کیا ہم یہ سوچ کے کہ ہمارا بچہ کھو گیا ہے اسے ڈھونڈھ نہیں سکتے ہیں اسے ڈھونڈھنا چھوڑ دیں تلاش کرنا چھوڑ دیں ایسا نہیں ہوتا ہے جن ماں باپ کو لگن ہوتی ہے کہ بچے کو ڈھونڈھ نکالیں گے وہ اتنی محنت کرتے ہیں کہ تصویریں چھاپتے ہیں پمفلٹ چھاپتے ہیں ریڈیو میں دیتے ہیں ٹی وی میں دیتے ہیں اخبار میں دیتے ہیں انعام معین کرتے ہیں خطوط لکھتے ہیں ایک سال دو سال دس سال یہاں تک کہ پتہ لگ جاتا ہے کہ زندہ ہے تو کہاں ہے ملے گا یا نہیں ملے گا بھاگا ہے یا کسی نے پکڑ لیا ہے تو جب ہم ایک کھوئے ہوئے بچے کو اتنی بڑی دنیا میں ڈھونڈھ نکال سکتے ہیں تو دو چار ہزار مذہبوں میں سچا مذہب کیوں نہیں ڈھونڈھ سکتے ہیں اگر ہم یہ طے کرتے ہیں کہ آج کی بزی لائف میں انسان کا سچے مذہب کا ڈھونڈھنا ممکن نہیں ہے تو ہم یہ طے کرتے ہیں کہ ہماری نگاہ میں ایک کھوئے ہوئے بچے کی قیمت ہے مگر کھوئے

ہوئے سچے مذہب کی قیمت نہیں ہے اگر ہم نے سچے مذہب کا حاصل کرنا اپنے لئے لازم جان لیا ہوتا ضروری جان لیا ہوتا جس کے بغیر ہمیں یقین ہوتا کہ اگر ہم سچا مذہب حاصل نہیں کریں گے تو دنیا کی زندگی بھی برباد ہو جائے گی موت بھی مشکل ہو جائے گی موت کے بعد بھی زحمتیں ہوں گی مرنے کے بعد جنت سے محروم رہیں گے دوزخ میں ہمیں جگہ ملے گی اگر یہ ہمیں یقین پیدا ہو جائے تو ہم انتہائی مصروف زندگی کے باوجود انتہائی بزی لائف کے باوجود نیت کریں گے اور مکمل تلاش کریں گے اور ہم سچا مذہب حاصل کرسکیں گے تو میں آپ کی خدمت میں ابھی تک جو کچھ کہہ سکا ہوں یہ کہہ سکا ہوں کہ عقل کی کنجوسی کا سب سے نیا نمونہ یہ پایا جاتا ہے کہ اتنے مذہبوں کے درمیان سچا مذہب کیسے معلوم ہوسکتا ہے یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کنجوس آدمی کے پاس جب کوئی جاتا ہے میں لفظیں ملانے کی کوشش کرتا ہوں شاید مل جائے ایک کنجوس اور بخیل آدمی کے پاس کوئی جاتا ہے ہم بھوکے ہیں کھانا کھلا دو وہ برجستہ کہتا ہے بمبئی شہر میں نہ جانے کتنے بھوکے ہیں کسے کسے ہم کھلائیں بھئی تم سے یہ کوئی تھوڑے ہی کہہ رہا ہے کہ بمبئی شہر میں جتنے بھوکے ہیں سب کو کھلا دو تمہارے سامنے جو ایک بھوکا کھڑا ہے اسے کھلا دو لیکن اصل میں اسے ایک کو بھی کھلانا ہی نہیں ہے لہٰذا وہ سامنے موجود ہے جسے وہ جانتا ہے کہ بھوکا ہے کہہ بھی رہا ہے اس کا چہرہ بھی بتا رہا ہے کہ بھوکا ہے لیکن اس پر کنجوسی غالب ہے وہ کھلانا نہیں چاہتا ہے لہٰذا نہ کھلانے کی کنجوسی کو چھپاتا ہے آپ ہی کو کیسے کھلا دیں اور بھوکے پائے جاتے ہیں ان کو کیسے میں نہ کھلاؤں اور جب سب کو نہیں کھلا سکتے ہیں تو آپ ہی کو کیسے کھلا دیں۔ ایک لابی تیار ہوگئی ایک تھیوری تیار ہوگئی ایک نئی بحث تیار ہوگئی ہم یہ گناہ نہیں کرسکتے ہیں ہم یہ پاپ نہیں کرسکتے ہیں کہ دوسرا بھوکا رہ جائے آپ کو کھلا دیں یعنی تم بھی بھوکے رہو یہ پاپ کرسکتے ہیں لیکن تمہارے کھلانے کے ساتھ

دوسرے کونہیں کھلا سکتے ہیں یہ پاپ نہیں کر سکتے ہیں تو فلسفے ہم ایجاد کرلیا کرتے ہیں ان فلسفوں کو اس لئے ہم ایجاد کرلیا کرتے ہیں کہ ہم اپنے عیب پر اپنی کمی پر اپنی بڑائی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں ویسے ہی سچی بات یہ ہے کہ ہماری عقل میں نگاہ میں سچے مذہب کی اصل میں قیمت ہی نہیں ہے زندگی کی قیمت ہے زندگی کی راحتوں کی قیمت ہے مکان کی قیمت ہے لباس کی قیمت ہے اولاد کی قیمت ہے رشتہ اور ریلیشن کی قیمت ہے دوستوں کی قیمت ہے عزیزوں کی قیمت ہے جب سارے کام ختم ہو جائیں تب مذہب تو چونکہ مذہب کی قیمت ہماری نگاہ کے سامنے نہیں ہے لہٰذا ہم یہ سوچتے ہیں اتنے مذاہب کے درمیان اتنے مذہبوں کے درمیان سچا مذہب کیسے ڈھونڈھا جاسکتا ہے۔ میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے وہ یہی کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ سچا مذہب نہیں ڈھونڈھا جاسکتا ہے وہ اصل میں عقل کا کنجوس ہے وہ کام چور ہے وہ کاہل ہے وہ بہانے باز ہے وہ بہانہ سازی کررہا ہے۔ اس کے بعد میرے ہر سننے والے بھائی اور بہن کو ہر بیٹی اور بچے کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ اچھا یہ بتائیں آپ کہ ہم نے نیت کی سچا مذہب معلوم کرنے کی مگر اتنے مذہبوں کے درمیان ایک عام آدمی ایک معمولی آدمی سچا مذہب کیسے معلوم کرسکتا ہے لیکن اگر آپ میری بات کو توجہ کے ساتھ سن رہے ہیں تو اس بڑے مسئلہ کو جو بہت چھوٹا مسئلہ ہے جسے ہم نے بڑھا دیا ہے ورنہ یہ مسئلہ بڑا نہیں ہے۔ اگر آپ ایک صلوٰت کی سخاوت کریں۔ یہ تو ہمارے کہنے پر پڑھی تھی آپ نے۔

میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب بحث شروع ہوتی ہے تو پہلے ایک مسئلہ طے کرلیجئے اگر اس پہلے مسئلے کو ہم نے نہیں طے کیا تو ہم سچے مذہب کی تلاش میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ پہلا مسئلہ کیا ہے پہلا پوائنٹ اس سلسلے کا کیا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں سو مذہب پائے جاتے ہیں۔ ہزار مذہب پائے جاتے ہیں۔ لاکھ مذہب

پائے جاتے ہوں۔ کروڑ مذہب پائے جاتے ہوں یعنی ان گنت اور بے شمار مذہب پائے جاتے ہوں۔ کتنے ہی مذہب پائے جاتے ہوں سچا مذہب ایک ہوسکتا ہے دو نہیں ہوسکتا جب تک کہ پہلے آپ اس بات کو طے نہیں کرلیں گے تب تک اس راستے میں قدم بڑھانا بیکار ہے۔ آدمی کو چلنے سے پہلے راستہ طے کرنا ہوتا ہے۔ چلنے سے پہلے ضروری سامان ساتھ لینا ہوتا ہے تو اگر ہم سچے مذہب کی تلاش میں نکلنا چاہتے ہیں۔ سچے مذہب کی تلاش کے لئے سفر شروع کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں راستہ بھی طے کرنا پڑے گا اور صحیح سمجھ کا سودا سامان اور عقل ساتھ لے کر چلنا پڑے گا۔ میں پھر چاہوں گا کہ میری بہنیں میری بیٹیاں میرے بچے اور میرے بھائی اس مسئلہ پر متوجہ ہوں کہ ان گنت اور بے شمار مذہبوں کے درمیان میں سچا مذہب ایک ہوسکتا ہے دو نہیں ہوسکتا ہے کیوں اس کیوں کو پہلے حل کرلینا چاہئے اور اس کیوں کو حل کرنے پر ہم عقل خرچ کرر ہے ہیں یہ صحیح خرچ ہے یہ عقل کی سخاوت ہے یہ عقل کی کنجوسی نہیں ہے اب میں آپ کی خدمت میں بڑی آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم ایک بات کے بارے میں لوگوں کی باتیں جمع کرنا شروع کریں مثلاً ہم یہ پوچھیں فلاں واقعہ ہوا کہ نہیں ہوا اور دس بیان آجائیں اور دسوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہ ہوں دسوں الگ ہوں ان میں اختلاف ہو تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سچا بیان ایک ہوگا یا دو ہوگا۔ سچا بیان جو بالکل واقعہ کے مطابق ہوگا صرف ایک ہوسکتا ہے دو نہیں ہوسکتا۔ نہیں میں ایک عجیب وغریب بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں ایک بات کو بیان کرنے والے دس آدمی بیس آدمی پچاس آدمی اگر سب الگ الگ بیان کرر ہے ہیں تو یہ تو ممکن ہے کہ سب کا بیان غلط ہو یہ تو ممکن ہے کہ سب کا بیان جھوٹا ہو مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ کا بیان سچا ہو۔ میں آپ کی پھر توجہ حاصل کرتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ جھوٹ بہت پھیل سکتا ہے جھوٹ بہت

ہوسکتا ہے لیکن سچ میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔ سچ میں گنجائش نہیں ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہوسکے مثال کے طور پر میں اس وقت مجلس پڑھ رہا ہوں یا نہیں پڑھ رہا ہوں واقعہ یہ ہے کہ میں مجلس پڑھ رہا ہوں یہی ایک بات سچی ہے کوئی آدمی کہے نہیں سو رہے ہیں۔کوئی آدمی کہے نہیں باتیں کر رہے ہیں۔کوئی آدمی کہے نہیں قرآن پڑھ رہے ہیں تو میرے لئے سو باتیں بیان ہوسکتی ہیں لیکن سچی بات ایک ہی ہوسکتی ہے سو باتیں سچی نہیں ہوسکتی ہیں یعنی جب ہم سچائی ڈھونڈھیں گے جب ہم حق تلاش کریں گے جب ہم واقعہ ڈھونڈھیں گے تو ہم کو یہ ماننا پڑے گا کہ سچائی ایک ہوا کرتی ہے ایک سے زیادہ سچائی نہیں ہوسکتی ہے تو اگر دنیا میں ہر بیان میں سچا ایک بیان ہوتا ہے واقعات میں سچا ایک واقعہ ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کتنے ہی مذہب کیوں نہ پائے جاتے ہوں سچا مذہب ایک ہوگا ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔نہیں ہوتا نہیں کہئے۔ ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ سچائی میں دو ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے سچ ایک ہی ہوتا ہے دو نہیں ہوسکتا ہے ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

نہیں اس بات کو اس مسئلہ کو پھر سنانا چاہتا ہوں۔بات یہی ہے مگر سمجھانے کے لئے تاکہ اور ذہنوں میں جگہ پیدا ہو جائے۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سچ ایک ہوتا ہے۔ سچ میں صلاحیت نہیں ہے کہ وہ دو ہوسکے لہٰذا اگر جھوٹ بولنے والے جمع ہو جائیں۔تو سب الگ الگ بول سکتے ہیں۔دس بولیں جھوٹ دسوں کا بیان الگ الگ ہوسکتا ہے۔سو آدمی بولیں جھوٹ۔سب کا بیان الگ الگ ہوسکتا ہے لیکن اگر دس آدمی سچ بولیں گے تو سب ایک ہی بات کہیں گے اگر سو آدمی سچ بولیں گے تو ایک ہی بات کہیں گے۔لاکھ آدمی سچ بولیں گے ایک ہی بات کہیں گے۔ یہ لاکھ ہو کے ایک بات کیوں کہہ رہے ہیں اس لئے کہہ رہے ہیں کہ سچ میں گنجائش ہی نہیں ہے دو ہونے کی اور دو جھوٹے دو الگ الگ باتیں کیوں کہہ رہے ہیں اس لئے کہ

جھوٹ میں صلاحیت ہے دو ہو جانے کی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں باتوں سے آپ نے محسوس کرلیا ہوگا کہ سچا مذہب پوری دنیا میں ایک ہوسکتا ہے دو نہیں ہو سکتے ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں مسئلہ کو ہلکا کرنے کے لئے پہلے ایک تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے دین میں جو ہماری شریعت میں جو ہمارے مذہب جو ہمارے اسلام میں پایا جاتا ہے آپ اسے سن لیں اور اس کے بعد میں اس مسئلہ کو آسان کرنے کی کوشش کروں گا۔ جو جانتے ہوں وہ جانتے ہوں جو نہیں جانتے ہیں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زندگی میں اتنے مذہب پائے جاتے ہیں۔ زندہ انسانوں میں اتنے مذہب پائے جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد قبر کی منزل سے فقط دو مذہب باقی رہ جائیں گے۔ عالم برزخ میں دس ہزار مذہب نہیں ہوں گے۔ قبر میں دس ہزار مذہب نہیں ہوں گے محشر میں دس ہزار مذہب نہیں ہوں گے میں ابھی آپ کی خدمت میں تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مرنے والے کو دفن کر کے لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ تو دو ملک آتے ہیں اور وہ یہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے تمہارا پالنے والا کون ہے۔ آپ کہیں گے کوئی بتائے گا ہمارا رب سورج ہے کوئی بتائے گا ہمارا رب چاند ہے کوئی کہے گا ہمارا رب پہاڑ ہے کوئی کہے گا ہمارا رب فرعون ہے میرے تو سب ہی ہیں نہ لیکن یہ ملک فیصلہ کیا کریں گے جتنے کہیں گے ہمارا رب خدا ہے ان کا مذہب صحیح ہے اور جتنوں کا جواب ہوگا کہ خدا کے علاوہ کسی کو رب بتائیں گے ان سب کا مذہب غلط تو مرنے کے بعد قبر سے جو مذہب شروع ہوتا ہے تو فقط دو مذہب رہ جاتے ہیں یا صحیح یا غلط۔ صحیح ایک رہے گا اور غلط میں جتنے غلط ہیں سب شامل ہو جائیں گے تو فیصلہ ہوگیا کہ یہ اللہ کا ماننے والا ہے یا اللہ کے علاوہ کسی اور کا ماننے والا ہے یعنی فیصلہ یوں ہوا کہ یہ اللہ کا ماننے والا ہے یا اللہ کا ماننے والا نہیں ہے اب نہیں ہے میں جتنے بھی آجائیں

گے۔بس جو اللہ کا ماننے والا ہے صحیح ہے اور جو اللہ کا نہیں ماننے والا ہے غلط ہے ایک مسئلہ طے ہوگیا!اب نکیرین دوسرا سوال کریں گے آنے والے فرشتے دوسرا سوال کریں گے یہ بتاؤ یہ بتاؤ تمہارا نبیؐ کون ہے کہنے والا یا تو یہ کہے گا میرا نبیؐ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا کسی اور کا نام بتا دے گا۔بس جتنے اور جوابات ہوں گے وہ غلط شمار ہو جائیں گے بغیر دین والے ہو جائیں گے اور جو نبیؐ کو اپنا نبیؐ بتائے گا اس کا دین صحیح ہو جائے گا۔سوال اور آگے بڑھا تمہارا پہلا امامؑ کون ہے اب جس کا جی چاہے جس کو امامؑ بتائے لیکن ملک کو کیا فیصلہ کرنا ہے کسی نے کہا ہمارا پہلا امامؑ مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں ان کا مذہب صحیح ہے اور بقیہ جتنے جواب آئے۔جواب تو سبھی آجائیں گے۔کتنوں کے جواب پیدل آئیں گے کتنوں کے جواب گھوڑے پر دوڑتے ہوئے ہیں۔یعنی جس کو جس کو امامؑ مانتے ہیں اس کا نام لے لیں لیکن ملک کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی جس نے علیؑ کو پہلا امام مانا صحیح مانا بقیہ جتنے ہیں سب غلط اب یہ سوال آپ کے سامنے آتے جائیں گے دوسرا امامؑ کون ہے تیسرا امامؑ کون ہے چوتھا امامؑ کون ہے چھٹا امامؑ کون ہے ساتواں امامؑ کون اور ملک فیصلہ کرتا جائے گا صحیح اور غلط اب غلط میں کون کس کا نام لے رہا ہے اس کو لکھ کر اپنے رجسٹر کو خراب نہیں کرنا ہے فقط یہ لکھنا ہے صحیح اور غلط۔تمہاری کتاب کون ہے تمہارا قبلہ کون ہے تمہارا دین کیا ہے تمہاری شریعت کیا ہے صحیح ہے یا غلط۔معلوم ہوا مرنے کے بعد قبر سے جو مذہب شروع ہوتا ہے تو فقط دو مذہب رہ جاتے ہیں صحیح یا غلط تو جیسے قبر سے دو ہی مذہب باقی رہ جاتے ہیں صحیح یا غلط ویسے ہی اس دنیا میں اگر کوئی اس بزی لائف میں مصروف زندگی میں صحیح اور سچے مذہب کو معلوم کرنا چاہتا ہے تو اسے یہ طے کرنا پڑے گا کہ ہم جس پوائنٹ پر جس نکتے پر جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں اس میں

ہمیں یہ طے کر لینا ہے کہ ایک صحیح ہوگا بقیہ سب غلط ۔ اب مذہب کا معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیوں آسان ہو جائے گا اس لئے کہ ہزاروں مذاہب کی تفصیل میں ہمیں نہیں جانا پڑے گا ہم کو مین پوائنٹ کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔ ایک صلوات بھیج دیں میں آپ کے سامنے تفصیل عرض کر دوں ۔

ظاہر ہے کہ میں صرف سوچنے کے انداز کے بارے میں آپ کی خدمت میں وہ تذکرے کر رہا ہوں اپنی بیٹیوں کے لئے اپنے بچوں کے لئے صرف رہنمائی کر رہا ہوں ۔ سوچنے کے انداز طے کر رہا ہوں نہ کہ ایک مجلس میں ہر مسئلہ پر حق و ناحق کے سارے دلائل پیش کر دوں گا ۔ سوچنے کا انداز کیا ہوگا جب کوئی بچہ مذہب ڈھونڈھنے کے لئے نکلے تو اب تک میں نے آپ کے سامنے جو کچھ باتیں کہی ہیں وہ دو ہیں کہ سچا مذہب ڈھونڈھنا ممکن ہے اگر ہم ڈھونڈھنے کے لئے طے کریں اور سچا مذہب ڈھونڈھنے کے لئے تبھی طے کریں گے جب ہمیں یہ محسوس ہو جائے کہ سچے مذہب کے نہ ملنے کا نقصان کتنا ہے اور سچے مذہب کے ملنے کا فائدہ کتنا ہے جس وقت ہمیں یہ احساس ہو جائے ساری دنیا میں جتنے نقصان ہو سکتے ہیں وہ سارے نقصان مل کے بھی چھوٹے ہیں ان بڑے نقصانوں کے مقابلے میں جو سچے مذہب کے نہ ملنے کے بعد ہم کو پہنچنے والا ہے اگر ہمیں یہ احساس ہو جائے کہ اس دنیا میں جتنے جتنے نفع ہمیں مل سکتے ہیں اگر وہ سارے نفع جمع بھی کر دیے جائیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس نفع کے مقابلے میں جو سچے مذہب کے بعد ملنے والا ہے تو جب آدمی کو اس عظیم نقصان کا خوف پیدا ہو جائے اور عظیم فائدے کا یقین پیدا ہو جائے توقع پیدا ہو جائے یقین پیدا ہو جائے اور یہ احساس پیدا ہو جائے کہ مذہب چھوڑ دیں گے مگر سچا نہیں پائیں گے تو ایسے عظیم نقصان سے ہم دوچار ہوں گے جس کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے اور سچا مذہب پالیں گے تو ایسا نفع پائیں گے ایسا عظیم نفع پائیں

گے اتنا بڑا نفع پائیں گے کہ کسی نفع کے برابر اسے تولا نہیں جا سکتا ہے جب یہ دو باتیں ہم پہچان لیں گے ہم تن من دھن سے لگ کے سچا مذہب حاصل کر لیں گے۔ جب حاصل کریں گے تو میں نے دوسری گزارش کی ہے کہ ہمیں یہ طے کرنا ہو گا کہ سچا مذہب ایک ہو سکتا ہے دو نہیں ہو سکتے۔ میں یہاں پر اسے رکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہاں پر پھر دوہرانا چاہتا ہوں۔ میں نے جو آپ کا وقت لیا ہے کہ سچا مذہب ایک ہو سکتا ہے دو نہیں ہو سکتے تو اس کا فائدہ اس وقت آپ کو پہنچے گا جب آپ لوگوں سے باتیں کریں گے اور لوگ یہ کہیں گے کہ ہر مذہب میں کچھ اچھی باتیں بتائی جاتی ہیں لہٰذا سبھی مذہب ٹھیک ہیں یہ ایک سیاسی مذہب ایجاد ہوا ہے سیاست اور پالیٹکس کے پلیٹ فارم پر آنے والے نے دیکھا ہمیں ووٹ ہر مذہب والے سے لینا ہے الیکشن فنڈ میں چندہ ہم کو ہر مذہب والے سے لینا ہے تو اگر انہوں نے یہ کہا کہ مذہب ایک سچا ہے تو سب سے کیسے لیں گے لہٰذا انہوں نے ایک نہایت ڈھیلا ڈھالا نیا مذہب ایجاد کر لیا کہ سبھی مذہب میں کچھ اچھائیاں پائی جاتی ہیں لہٰذا سبھی دھرم اچھے ہیں سبھی مذہب اچھے ہیں۔ جناب سبھی کہتے ہیں سچ بولنا چاہئے جناب سبھی کہتے ہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے جناب سبھی کہتے ہیں ظلم نہیں کرنا چاہئے جناب سبھی کہتے ہیں انصاف کرنا چاہئے تو سب مذہبوں میں اچھی اچھی باتیں بیان کی جارہی ہیں لہٰذا سبھی مذہب اچھے ہیں دیکھئے مذہب کی بات ہے نہ دھرم کی بات ہے جب سے یہ نیتا لیڈر ہمارے سامنے آئے ہیں تو یہ سب مذہب والوں کو بیوقوف بنا کے ان کو اسپلائٹ کر کے ان کا استحصال کر کے ان سے ووٹ لینا چاہتے ہیں اور ان سے الیکشن میں فنڈ بھی لینا چاہتے ہیں لیکن میں ان کی خدمت میں ایک چھوٹی سی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس سیٹ سے آپ کھڑے ہوئے ہیں اس سیٹ سے اکیس آدمی اور کھڑے ہوئے ہیں اور سبھی اچھے انسان ہیں آپ ہی کو ووٹ کیوں ملے آپ بیٹھ جایئے

دوسروں کو اپنا ووٹ دے دیجئے تب تو آپ کھڑے ہوجاتے نہیں ووٹ ہمیں کو ملنا چاہئے اصول ہمارا ہی صحیح ہے پارٹی ہماری ہی صحیح ہے کیریکٹر ہمارا ہی صحیح ہے تو ان اکیس آدمیوں میں آپ اکیلے کھڑے ہیں تو کیسے پوری دنیا میں سارے مذہب کھڑے ہوجائیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ جب تک دوسروں کو بیوقوف بنا کے ان سے کام لینا ہے تب تک کہا جاتا ہے جناب سبھی میں کچھ اچھی باتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا سبھی مذہب اچھے ہیں تو اتنے جو لیڈر کھڑے ہوئے ہیں سبھی میں کچھ اچھی باتیں پائی جاتی ہیں آپ ہی میں کیا خاص بات ہے آپ ہی کی پارٹی میں کیا خاص بات ہے۔ نہیں ہمیں ووٹ دو گے تو یہ ہوجائے گا ہماری پارٹی کو ووٹ دو گے تو یہ ہوجائے گا اور ہماری پارٹی گورمنٹ بنائے گی تو یہ ہوجائے گا کیا ہوجائے گا ہمیں سب معلوم ہے قیامت سے پہلے قیامت ہوجائے گی اور کچھ نہیں معلوم ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جہاں سے اپنے الیکشن فنڈ کا مسئلہ پیدا ہوا جہاں سے اپنے ووٹ کا مسئلہ پیدا ہوا وہاں سے ہم نے کہا نہیں نہیں یہ صحیح نہیں ہے صحیح فقط ہم ہیں سب ملک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ہی کی پارٹی صحیح ہے تو جب دھرم کی بات ہوگئی مذہب کی بات ہوگئی تو بڑے اطمینان کے ساتھ نہیں سبھی میں کچھ اچھی باتیں پائی جاتی ہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ سائن بورڈ کچھ اور ہے اور دل کے اندر کچھ اور ہے اور میں آگے بڑھ کے ایک سوال اور کرسکتا ہوں کہ جو ہمارے سامنے یہ تھیوری پیش کررہے ہیں میں کہوں گا آج جس مذہب کو مانتے ہیں اس کو چھوڑ دیجئے۔ دوسرے مذہب کو مان لیجئے فرق ہی کیا ہے سنڈے سنڈے اپنا مذہب مانئے بقیہ چھ دن چھ مذہب اور مانا کیجئے تا کہ سال کے تین سو پینسٹھ کیلنڈر کے دن جب مکمل ہوں تو ہندوستان کے سارے مذہب کو مان چکے ہوں نہیں جناب یہ تو ممکن نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن نہیں ہے تو اس طرح سے روز ایک نیا مذہب مانیں گے تو بیوی گھر سے نکال دے گی میں نے جان بوجھ کے

نہیں کہا کہ ماں باپ گھر سے نکال دیں گے اس لئے کہ وہ زمانے گزر گئے جب ماں باپ گھر سے نکالا کرتے تھے گھر سے ماں باپ کو تو بیوی آتے ہی پہلے ہی نکال دیتی ہے۔شوہر کے ماں باپ گھر میں رہ ہی نہیں سکتے ہیں جب بیوی آ گئی اب تو صرف شوہر کا معاملہ ہے اگر یہ راضی رکھیں گے تو یہ رہ سکتے ہیں ورنہ یہ بھی نہیں تو میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس توڑ کو اس کمزوری کو اس دھوکے کو اس فریب کو محسوس کرلیا ہوگا جو لوگ کہتے ہیں جناب سبھی مذہبوں میں کچھ اچھی باتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا سبھی مذہب اچھے ہیں نہیں یہ بات فقط زبان سے کہی جاتی ہے نہ دل سے کہی جاتی ہے نہ دماغ سے کہی جاتی ہے۔اب میں پھر آپ کے سامنے اس بات کو دوہرانا چاہتا ہوں کہ سچے مذہب کو ہمیں معلوم کرنے کے لئے لگن ہونا چاہیے اور جب لگن ہونا چاہیے تو یہ طے کر کے ہم کو آگے بڑھنا چاہیے کہ سچا مذہب ایک ہوسکتا ہے دو نہیں ہو سکتے۔اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جگہ وہ ہے جس کو آپ زیادہ اطمینان کے ساتھ زیادہ سہولت کے ساتھ زیادہ سکون کے ساتھ سنیں تاکہ میں اپنی باتوں کو اپنے گزارشات کو ہر چھوٹے بڑے کے سامنے اطمینان سے پیش کرسکوں تو سچے مذاہب کا معلوم کرنا بہت آسان ہو جائے میں صرف راستہ سوچنے کا معین کرنا چاہتا ہوں آپ مل جل کے حصول ثواب و برکت کے لئے ایک درود بھیجیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

جب ہم نے یہ طے کرلیا کہ سچائی ایک ہوسکتی ہے دو نہیں ہو سکتے تو اب پہلا مسئلہ پیدا یہ ہوتا ہے۔ مذہب شروع ہورہا ہے نہ۔ میں سوچنے کے مقامات اور طریقے کو آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں یعنی عقل کی کنجوسی کے بجائے کہاں عقل خرچ ہونا چاہیے وہ بتانا چاہتا ہوں۔ پہلا پوائنٹ آتا ہے کہ خدا ہے کہ نہیں ہم کو ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات طے کرنا ہے کسی عقلی دلیل کے ذریعہ کہ خدا ہے کہ

نہیں۔اب اس دنیا میں کتنے آدمی ہیں جو خدا کو مانتے ہیں کتنے آدمی ہیں جو خدا کو نہیں مانتے ہیں ہم کو ان کی فکر نہیں کرنا ہے بلکہ ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ دنیا میں جتنے آدمی پائے جائیں گے یا وہ خدا کے ماننے والے پائے جائیں گے یا خدا کے نہ ماننے والے پائے جائیں گے تو ہم کو فقط ایک پوائنٹ طے کرنا ہے کہ خدا ہے کہ نہیں اور اتنا طے کرنے کے لئے ہم کو ایک دلیل چاہئے ایسی دلیل جو ہم کو صحیح طور پر عقلی طور پر علمی طور پر سمجھ کے ساتھ اس منزل تک پہنچا دے میں آپ کی خدمت میں اس مشہور ترین واقعہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو شاید ہمارے بچے بچے کو یاد ہے مگر اسے اس لئے سنانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کہا ہے کہ ایسا یقین پیدا کرو جیسا اس واقعے کے اندر ہے بہت پڑھے لکھے بہت ایجوکیٹیڈ ناستک دہریے اللہ کے نہ ماننے والے وہ ایک بوڑھی عورت کے پاس کھڑے تھے۔عورت بوڑھی عورت یہ پڑھے لکھے وہ بیچاری پڑھی لکھی نہیں اور وہ بھی محنت مزدوری کر کے زندگی بسر کرنے والی ہماری سوسائٹی میں اس کا نیچا اسٹیٹس تھا اونچا نہیں تھا اس سے بہت پڑھے لکھے آدمی نے پوچھا۔کیوں بڑی بی خدا ہے اس نے کہا ہے۔خدا ہے۔کہا خدا ہے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے اس نے کہا ہاں دلیل بھی ہے کہا دلیل بتاؤ جو چرخہ وہ چلا رہی تھی ہاتھ اٹھا لئے یا چلانا چھوڑ دیئے ایک دو چکر کے بعد چرخہ رک گیا۔کہا دیکھو جب میں چلا رہی تھی تو چل رہا تھا اور جب میں نے اسے چلانا بند کر دیا تو یہ رک گیا پھر چلانا شروع کیا وہ چلنے لگا تو مجھے یہ یقین ہے جس میں کسی قسم کا شک اور شبہ پیدا ہی نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا ہے تو اتنی بڑی دنیا بغیر چلانے والے کے کیسے چل رہی ہے۔اب یہ تو الگ الگ شوق اور کیپیسٹی کی بات ہے کہ ہم ہزاروں لائبریریوں میں جائیں۔سیکڑوں ریڈنگ روم میں جائیں اور بڑے بڑے فلاسفر کی کتابیں

پڑھیں اس کے بعد طے کریں کہ خدا ہے یا نہیں ہے یا اس یقین کو اس آسانی کے ساتھ حاصل کرلیں کہ اس دنیا میں جب کئے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو یہ خدا اگر نہیں ہے تو یہ دنیا پیدا کس نے کی ہے اس دنیا کو چلا کون رہا ہے۔ میں نے اس بڑھیا کا واقعہ کیوں پیش کیا آپ کے سامنے کہ ہمارے ائمہؑ نے ہم سے کہا کہ تمہارے پاس دین کے ہر مسئلہ میں ویسا یقین ہونا چاہئے جیسا یقین اس بوڑھی عورت کو تھا کہ اس کے یقین میں کہیں سے کوئی شک یا شبہ شامل نہیں تھا۔ آج۔ آج ایک نہیں بے شمار آدمی کہتے ہیں کہ جناب سائنس یہ کہتی ہے یہ دنیا آٹومیٹک چل رہی ہے اور آٹومیٹک پیدا ہوگئی ہے لیکن ہوتا کیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی بحث شروع ہوجاتی ہے میں اپنی جگہ سے ہٹ رہا ہوں فقط اس لئے کہ ایک پوائنٹ پر آپ کو دلیل سوچنے کا اندازہ ہوجائے پھر اس کے آگے میں آپ کے لئے جگہیں معین کرتا چلا جاؤں۔ جب ضد پیدا ہوجاتی ہے جب بحث پیدا ہوجاتی ہے تو عقل الٹی بھی ہوجاتی ہے اور جب بحث ختم ہوجاتی ہے عقل سیدھی ہوجاتی ہے آپ کسی آدمی سے کہیں ہاتھ دھوؤ۔ کلائی سے ہاتھ دھوؤ کہنی سے ہاتھ دھوؤ کندھے سے ہاتھ دھوؤ پیر دھوؤ ٹخنے سے پیر دھوؤ گھٹنے سے پیر دھوؤ جس سے بھی آپ کہیں گے ہاتھ دھوؤ پیر دھوؤ یہاں سے دھوؤ تو ہمیشہ ہاتھ دھوئے گا تو پیر دھوئے گا تو ہمیشہ اوپر سے نیچے کی طرف دھوئے گا اگر پیر گھٹنے سے دھونا ہے تو پانی ہم گھٹنے سے ڈالنا شروع کریں گے پیر تک دھولیں گے اگر ہم کو کاندھے سے شانے سے ہاتھ دھونا ہے تو اوپر سے پانی ڈالیں گے اور نیچے تک دھوتے چلے جائیں گے یہ کب تک ہے جب تک کوئی بحث نہیں آئی ہے اور جب وضو کی بحث آگئی تو ہمیشہ ہاتھ الٹا دھوئیں گے۔ سمجھا ہی نہیں سکتے ہیں منوا ہی نہیں سکتے ہیں اس لئے کہ بحث میں آدمی نے سمجھ چھوڑ دی ہے ضد اختیار کرلی ہے یعنی عقل کی کنجوسی پر تیار ہوگیا ہے عقل کی سخاوت پر نہیں تیار ہے تو جب بحث پیدا

ہو جاتی ہے کہ دنیا خود بخود پیدا ہوئی ہے یہ دنیا خود بخود چل رہی ہے تو پھر کوئی نہیں مانتا ہے لیکن جب کسی کو کسی مسئلے میں لا کے پیش کیا جاتا ہے تو جو یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا خود بخود پیدا ہوئی ہے یہ دنیا خود بخود چل رہی ہے وہ خود اس خیال سے ہٹ جاتا ہے ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں جتنے ناستک جتنے دہریئے آج تک پیدا ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نہیں ہے ان کے پاس ایک ہی دلیل ہے جب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ دنیا کیسے پیدا ہوئی انہوں نے کہا کہ خود بخود پیدا ہوئی یہ دنیا کیسے چل رہی ہے کہا خود بخود چل رہی ہے ایک۔ ایک کروڑ جتنے دہریئے جتنے ناستک پیدا ہوئے ہیں ان سب کے پاس ایک ہی جواب ہے خود بخود لیکن یہ کب تک ہے جب تک بحث ہے خدا کے معاملے میں اب عقل الٹی ہوگئی ہے سیدھی نہیں ہوگی عقل کے سارے دروازے بند کر دیے گئے ہیں کنجوسی رہے گی سخاوت نہیں ہوگی لیکن جب اس کو ہٹا دیجئے جگہ سے آپ ہی تیار ہو جائیں گے ہمارے ایک عالم دین گزرے ہیں علامہ حلّیؒ۔ بڑے جلیل القدر عالم ان سے ان کے زمانے کے ایک بڑے مشہور دہریئے سے ناستک سے بحث طے ہوئی کہ خدا ہے کہ نہیں فلاں جگہ فلاں دن فلاں ٹائم پر فلاں ڈیٹ پر فلاں اڈے میں جمع ہوں گے اور طے کریں گے کہ خدا ہے کہ نہیں ہے تو وہ جو خدا کو نہ ماننے والے فلاسفر تھے وہ اپنے فالور کے ساتھ پیرو کے ساتھ ماننے والوں کے ساتھ مریدوں کے ساتھ پورے جمگھٹے کے ساتھ آ گئے ادھر بیچارے تھوڑے سے مسلمان جمع تھے اللہ والے انہیں انتظار تھا کہ علامہ حلّیؒ آ جائیں دونوں میں بحث ہونا ہے یہ تو سننے والوں میں تھے وہ ٹائم پر آ گئے علامہ حلّیؒ دس منٹ ہو گئے نہیں آئے تو اللہ والوں کے چہرے اترنے لگے۔ اور اللہ کے زمانے والوں کے چہروں پر خون چڑھنے لگا۔ آدھ گھنٹہ ہو گیا۔ ایک گھنٹہ ہو گیا تو اب باتیں کیا ہونے لگیں اجی وہ خدا کو ثابت تو کر ہی نہیں سکتے تھے تو آتے کیا ایک نے کہا نہ خدا ہے نہ

حلیؒ آئیں گے وہ خدا کو ڈھونڈھنے گئے ہیں چلو کہا نہیں تھوڑی دیر اور ٹھہرو تاکہ پکّا ہو جائے کہ خدا نہیں ہے پھر کسی میں بحث کی ہمت نہ رہے اب یقین ہو گیا کہ علامہ حلیؒ آنے والے تو ہیں ہی نہیں۔ بحث کی ان میں طاقت ہی نہیں ہے مسلمان بھی بدحال اور پریشان ہو رہے ہیں۔ ایک گھنٹہ ہو گیا دو گھنٹہ ہو گیا۔ تمثیل پیش کر رہا ہوں۔ یہ پیش ہے کہ اب چلنا چاہیئے اب چلنا چاہیئے حلیؒ آنے والے نہیں ہیں کہ ایک مرتبہ دور سے علامہ حلیؒ آتے ہوئے دکھائی دے گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا آ رہے ہیں۔ آ رہے ہیں۔ اچھا آنے دو ان میں اب دم ہی کیا رہ گیا ہے تو اب جیسے جیسے علامہ حلیؒ مجمع کے اندر آئے تو جو مخالف تھے وہ تو خوش تھے ان کی آنکھوں میں چمک تھی یعنی آئے ہیں تو کیا کر لیں گے اور جو اپنے والے تھے وہ بھی کہہ رہے تھے جب ذلیل کر دیا تب آئے ہو جب ناک کٹوا لی تب آئے ہو۔ اس لئے تو ملاّ مولوی کو مانتے نہیں ٹائم پہ آتے نہیں ہو تو اپنے بھی آنکھوں آنکھوں میں کھا جانا چاہتے تھے اور دوسرے تو خونخوار آنکھوں سے دیکھ ہی رہے تھے مگر علامہ حلیؒ نہ گھبرائے نہ انکی پیشانی پر پسینہ آیا نہ سانس پھولی وہ اطمینان سے آئے۔ انہوں نے کہا آپ اتنی دیر کہاں رہ گئے اب وہ مسئلہ تو بعد میں طے ہو گا کہ خدا ہے کہ نہیں ہے پہلے تو حلیؒ کی خبر لینا ہے کہ لیٹ کیوں ہوئے۔ اصل میں کیا بتائیں ہم شرمندہ ہیں کہ لیٹ پہنچے مگر کچھ صورتحال ایسی تھی پوزیشن ہی ایسی تھی سچویشن ہی ایسی تھی کہ نہیں آ سکتے تھے۔ کیا ہوا۔ کہا اجی میں گھر سے چلا اور ٹائم سے چلا۔ راستے میں پڑ گئی ایک ندی دریا۔ کوئی کشتی نہیں مجھے پیرنا آتا نہیں۔ نکلوں تو کیسے نکلوں وعدے کا بھی خیال ٹائم کا بھی خیال سب خیال مگر میں راستے پہ کھڑا تھا آ نہیں سکتا تھا۔ کہا پھر آئے کیسے۔ کہنے لگے عجیب وغریب واقعہ ہوا۔ ایسا واقعہ کبھی زندگی میں آپ نے سنا نہیں ہو گا وہ واقعہ ہو گیا۔ اب سب متوجہ ہو گئے کہ کون سا واقعہ ہو گیا۔ کہنے لگے کہ ہم

کھڑے تھے حیران تھے پریشان تھے کہ آج ذلیل ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی ناک کٹ جائے گی کہ لوگ کہیں گے کہ خدا نہیں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ آسمان سے لکڑی کا ایک تختہ دریا میں گرا ابھی ہم اسے دیکھ رہے تھے کہ ایک گرا کہ دوسرا اور گرا دو ہم گن رہے تھے کہ تیسرا اور گرا چوتھا اور گرا پانچواں اور گرا۔ گرتے گئے اور گرتے گئے تو کیسے گرتے گئے پہلے والے میں دوسرا جڑ گیا دوسرے والے میں تیسرا جڑ گیا تیسرے والے میں چوتھا جڑ گیا اور سب جڑتے گئے تو ایسے حساب سے جڑتے گئے کہ جڑتے جڑتے کشتی بن گئی تو لوگوں کے دانت نکلنے لگے مسکرانے لگے کیسا جھوٹ بول رہے ہیں کہنے لگے پھر کیا ہوا حلّی صاحب کہا ہم نے دیکھا تختے گرتے گئے جڑتے گئے کشتی بن گئی تو خود بخود ہماری طرف چلی آئی اور جب تک ہم نہیں بیٹھے کھڑی رہی اور جیسے ہی بیٹھے وہ چل پڑی اور ادھر آ کے اس نے ہم کو اتار دیا بس جیسے ہی اتار دیا ویسے ہی ہم آپ کے پاس آ گئے کہنے لگے جھوٹ بالکل جھوٹ جھوٹ بالکل جھوٹ ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ آسمان سے تختے خود بخود گر جائیں خود بخود جڑ جائیں خود بخود کشتی بن جائے پھر آپ کے پاس آ جائے پھر آپ کو بٹھا لے پھر آپ کو ادھر اتار دے تو علامہ حلّیؒ نے کہا جب اتنی سی کشتی بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتی ہے تو یہ پوری دنیا بغیر بنانے والے کے کیسے چل رہی ہے۔

اگر یہی بات علامہ حلّیؒ ٹائم پر آنے کے بعد کہتے تو ان میں سے کوئی ماننے پر تیار نہیں ہوتا لیکن جب وہ بات ضد سے ہٹ کے بحث سے ہٹ کے خدا کے ہونے نہ ہونے سے ہٹ کے علامہ حلّیؒ کے آنے نہ آنے کا سبب بن گئی تو پھر ان منکروں نے بھی خدا کو مانا کہ یہ کشتی خود بخود نہیں بن سکتی ہے تو علامہ حلّیؒ ان کے خیال میں لیٹ ہوئے تھے اور وہ لیٹ نہیں ہوئے تھے وہ اپنی ٹرین بالکل ٹھیک ٹائم پہ لائے تھے۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں صرف یہ گزارش کرنا چاہی کہ ہم کو ہر پوائنٹ پر یہ طے کرنا

ہے کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے پھر اس صحیح کے علاوہ ماننے والے دو ہیں کہ دس ہیں کہ بیس ہیں کہ پچیس ہیں تعداد کو ہمیں نہیں گننا ہے مذہب سمٹتے جائیں گے ہاں اور نہیں میں۔ پہلا مسئلہ کیا ہے خدا ہے کہ نہیں ہے اب میں ہر ہر موضوع کے لئے آپ کو دلیل نہیں پیش کرسکوں گا میں تو صرف سوچنے کا انداز بتا رہا ہوں۔لوگ سوچنے کی کنجوسی چھوڑ دیں تو اس مذاہب کی بیشمار ان گنت تعداد میں بھی سچے مذہب کا معلوم کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہے دشواریات تو چھوڑ دیجئے بڑا کام نہیں ہے خدا ہے کہ نہیں ہے جب یہ طے ہوگیا کہ خدا ہے دلیل سے طے ہوگیا اگر نہیں ہے تو مذہب ختم ہوگیا۔ طے ہوا کہ خدا ہے تو اب خدا ہے تو کتنے ہیں خدا ایک ہے یا زیادہ جب دلیل سے طے ہوگیا کہ ایک ہے تو اب جتنے زیادہ ماننے والے ہیں ان کی تفصیل میں ہمیں کیا جاتا ہے کہ وہ دو کہتے ہیں کہ وہ چار کہتے ہیں وہ تین ملا کے ایک کہتے ہیں اس کے ڈٹیل میں جانا نہیں ہے ایک کے علاوہ جتنے ہیں وہ سب غلط ہیں یعنی عقل فیصلہ کرتی جائے کہ ہر پوائنٹ میں ایک ہے ایک نہیں ہے یہ طے کرلو درست کیا ہے۔ درست ہے یا نہیں درست ہے۔بس جو درست طے ہوجائے آگے بڑھو اس میں کتنے پائے جاتے ہیں کوئی ڈٹیل میں جانے کی ضرورت نہیں ایک ہے۔ایک ہے تو کیسا ہے وہ ہمارے جیسا ہے یا ہمارے جیسا نہیں ہے۔ ہمارے جیسا نہیں ہے تو پھر جو اس نے ہمیں پیدا کیا ہے تو بیکار پیدا کیا ہے یا کسی کام کے لئے پیدا کیا ہے تو وہ کام ہم سمجھیں گے یا پیدا کرنے والا ہمیں بتائے گا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ جب ہم یہ طے کریں گے کہ وہ پیدا کر کے ہم کو بیکار نہیں چھوڑ سکتا ہے کوئی وجہ ہے جو اس نے پیدا کیا ہے تو پھر ہمیں پوچھنا پڑے گا کہ پالنے والے اسے بھیج جو ہمیں آ کے بتائے کہ کس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو آنے والا آئے گا وہ بھول چوک والا ہوگا جھوٹ بولنے والا ہوگا۔ غلطی کرنے والا ہوگا یا نہ بھولے گا نہ چوکے گا

نہ غلطی کرے گا نہ گناہ کرے گا معصوم ہوگا۔ جو آنے والا آئے گا وہ کیسا ہوگا او جو آنے والے آئے وہ کون تھے۔ انہوں نے کتاب کون سی دی ہے انہوں نے مذہب کون سا دیا ہے تو بجائے اس کے کہ ہم یہ سوچیں کہ جین مذہب میں کیا کیا ہے اور بودھ مذہب میں کیا کیا ہے اور کرسچن مذہب میں کیا کیا ہے اور یہودیوں میں کتنے فرقے پائے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں کتنے فرقے پائے جاتے ہیں ساری ڈٹیل کو گن کے اور یہ جمع کرنا جناب اس دنیا میں سات ہزار مذہب پائے جاتے ہیں ان سات ہزار مذہبوں میں سچا مذہب معلوم کرنا اس بزی لائف میں کیسے ممکن ہے اس بزدلی کے بجائے اس کام چوری کے بجائے اس بہانے بازی کے بجائے بہت سیدھی سیدھی بات ہے اتنے پوائنٹس ہیں اس پر ہاں اور نہیں طے کرلو اور ہاں اور نہیں طے کرنے کے بعد سیدھا راستہ خود بخود بنتا چلا جائے گا اور غلط راستے میں جتنے ہیں وہ سب شامل ہوتے چلے جائیں گے تو جیسے مرنے کے بعد جتنے مذہبوں کے ماننے والے ہیں سب مریں گے لیکن نکیرین فیصلہ کرتے جائیں گے صحیح مذہب والا یا غلط مذہب والا ویسے ہی قبر کی اصول پر انسان کو زندگی میں طے کرنا ہے کہ اس مسئلہ میں صحیح رائے کیا ہے غلط رائے کیا ہے یعنی میں اب آپ کے سامنے اتنی بات کہنے کا حقدار بن گیا ہوں کہ اگر ہم عقل کی کنجوسی پر تیار نہ ہوں تو آج کی دنیا میں بے شمار مذہبوں کے درمیان بھی سچے مذہب کو ڈھونڈھنا کوئی دشوار کام نہیں بڑا کام بھی نہیں ہے فقط ذرا سی عقل کی ضرورت ہے ذرا سی محنت کی ضرورت ہے ذرا سی سوچنے کی ضرورت ہے ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔

اور ایک مذہب نہیں۔ ایک مذہب نہیں ساری زندگی میں ہمارے طے کرنے کا اصول یہی ہوتا ہے کہ ہم ہاں اور نہیں میں طے کرتے ہیں اس کے بعد ڈٹیل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے جو مذہب کے لئے بات کہی ہے اسے آپ زندگی

میں جہاں چاہیں غور کرلیں۔ بیمار ہوگیا ایک آدمی اس نے ایک ڈاکٹر کا علاج شروع کردیا۔ تھوڑا تھوڑا فائدہ بھی شروع ہوگیا۔ اچھا بعض لوگوں کا کام ہوتا ہے مشورہ دینا۔ ڈاکٹر جو ریٹائرڈ ہوجاتے ہیں تو مشورہ دیتے ہیں۔ قانون داں جب ریٹائرڈ ہوجاتے ہیں تو وہ کورٹ میں نہیں جاتے ہیں مشورہ دیتے ہیں فیس لیتے ہیں اور ہماری سوسائٹی میں کچھ آدمی پیدا ہوتے ہیں مشورہ دینے ہی کے لئے وہ بغیر فیس لئے مشورہ دیتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ان کا مشورہ سن لیجئے سننے کی وہ فیس بھی دے دیں گے جیسے بہت سے شاعر ہوتے ہیں جن کا کلام سننے کے لئے مجمع بے چین ہوتا ہے کچھ شاعر وہ ہوتے ہیں جو سننے والوں کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں تو ویسے ہی اس دنیا میں کچھ آدمی ہوتے ہیں جن کا پیشہ اور جن کی پیدائش ہی اسی لئے ہوئی ہے کہ وہ مشورہ ہی دیں گے۔ آپ مشورہ سننے کی فیس لیجئے وہ آپ کو مفت میں مشورہ دے دیں۔ آدمی بیمار ہوگیا اور یہ مشورہ دینے والے آگئے کہا جناب کس کا آپ علاج کررہے ہیں ہم نے کہا فلاں ڈاکٹر کا کہا ان کا کیا آپ علاج کررہے ہیں ہم آپ کو بتائیں اچھا ہم نے سن لیا انہوں نے دوسرے ڈاکٹر کا نام بتادیا۔ ابھی وہ گئے نہیں تھے ایک اور آگئے کہا ارے یہ فلاں ڈاکٹر کا نام لے رہے ہوں گے یہ تو سب کو بہکاتے رہتے ہیں میں بتاتا ہوں وہ دونوں ہمیں سمجھا ہی رہے تھے تیسرے آگئے چوتھے آگئے تو شام تک ایک سو تین ڈاکٹروں کی لسٹ ہمارے سامنے آگئی۔ اب ہم گھبرا کے بیٹھ گئے کہ زندگی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان ایک سو تین ڈاکٹروں میں چوتھا ایک سو چار والا ہمارا والا ہے۔ اتنے ڈاکٹروں میں کیسے طے کریں کہ کون ڈاکٹر اس قابل ہے کہ اس کا علاج کریں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے نہیں کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ ان کی دوا سے فائدہ ہورہا ہے ان کا علاج ہم کرتے رہے ہیں اپنی فیس اپنے پاس رکھئے ہم اپنا علاج کرتے رہیں گے تو جب زندگی میں کثیر تعداد میں بہت سی چیزیں آجاتی ہیں

اور ہم آسانی کے ساتھ فیصلہ کر لیتے ہیں تو یہ مذہب غریب اتنا بے قیمت کیوں ہو گیا ہے تو اس کے لئے ہم پھولی سانس الٹی سانس میں آوازیں نکالتے ہیں جناب اس مصروف زندگی میں سچا مذہب کہاں ڈھونڈھا جا سکتا ہے یہ فقط کام چوری ہے یہ فقط عقل کی کنجوسی ہے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اس لئے ہے کہ مذہب کو ہم نے پہچانا ہی نہیں ہے اس کی ضرورت کا ہم نے احساس کیا ہی نہیں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ تعلیم کا معاملہ ہو بزنس کا معاملہ ہو مکان لینے کا فلیٹ لینے کا معاملہ ہو سب جگہ ہزار رائیں آتی ہیں مگر ہم فیصلہ کر لیتے ہیں تو مذہب کے بارے میں فیصلہ کیوں نہیں کر سکتے ہیں اگر آپ دیکھیں تو تاریخ میں ہمارے سامنے واقعات ہیں جہاں فیصلہ کرنے والوں کو دیر نہیں لگی اور فیصلہ نہ کرنے والوں نے فیصلہ کیا ہی نہیں جب امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یزید کی بیعت نہیں کی اسلام بچانے کے لئے تو حسینؑ کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی حسینؑ کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کرنے میں عباسؑ کو دیر نہیں لگی حسینؑ کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی اور جب امامؑ نے سکینہؑ کو لے جاتے ہوئے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کبریٰ سے کہا بیٹی تم یہاں رک جاؤ تو سکینہؑ کو جانے کا فیصلہ کرنے میں اور جناب فاطمہ کبریٰ کو رک جانے کا فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی جو امامؑ کہہ رہے ہیں وہ ہمیں کرنا ہے جب امامؑ نے علی اصغرؑ کے کان میں کہا کہ بیٹا تمہیں چلنا ہے تو اس کمسن کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی اور جب امامؑ نے صفین کے بہادر محمدؐ حنفیہ سے کہا کہ بھائی آپ کو مدینے میں رہنا ہے تاکہ جب میرا بچہ قید سے رہا ہو کے واپس آئے تو جو میں امانتیں دیئے جاتا ہوں یہ امانتیں سید سجادؑ کو پہنچا دیں گے تو باوجود قربانی کے جذبہ کے باوجود وفاداری کے جذبہ کے باوجود محبت کے باوجود اپنے حق اور فریضہ کے پہچاننے کے فیصلہ میں محمد حنفیہ کو دیر نہیں لگی کہ میں مدینے میں قیام کروں ذرا دیکھئے وہ کیا کہہ رہے تھے مروان حسینؑ

سے یہ کہہ رہا تھا نہ جایئے بیعت کر لیجئے ورنہ آپ تباہ ہو جائیں گے ابن عباس جیسا چاہنے والا کہہ رہا تھا کیا کہہ رہا تھا کہ آقا اگر جانا ہے تو آپ جایئے عورتوں کو لیکے نہ جایئے ذرا دیکھیئے دنیا میں دوسرے آدمی ہوتے تو فیصلہ کرنے میں دیر لگتی لیکن حسینؑ کو حسینؑ کے ساتھیوں کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ میں آپ کو ایک واقعہ وہ سناؤں۔ ایک واقعہ وہ سناؤں جس میں رائے نہیں کی رہتی ہے اور جب حسینؑ فیصلے کی وجہ بتا دیتے ہیں تو نہیں والا اپنی رائے کو ہاں سے بدل دیتا ہے۔ جب امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کربلا کے لئے روانہ ہونے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ بنی ہاشم میں خبر پھیلی ہے حسینؑ جا رہے ہیں عراق کی طرف جا رہے ہیں۔ بال بچوں کے ساتھ جا رہے ہیں عزیز واقرباء کے ساتھ جا رہے ہیں تو آپ کی نانی ام المومنین ام سلمٰی تشریف لائیں اور کہا بیٹے ابن رسولؐ میں نے سنا ہے کہ آپ جا رہے ہیں۔ کہا نانی آپ نے صحیح سنا ہے میں جا رہا ہوں۔ کہا بیٹا اگر تم جا رہے ہو تو میں ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں تم میرے لال ہو تم میرے شاہزادے ہو تم میرے رسولؐ کے فرزند ہو میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ بیٹا کہیں جاؤ عراق مت جاؤ کہا نانی میں عراق ہی جا رہا ہوں جناب ام سلمٰی نے کہا کہ فرزند رسولؐ میں عراق جانے کے لئے اس لئے منع کر رہی ہوں کہ میں نے آپ کے نانا سے سنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ میرا بیٹا حسینؑ عراق میں قتل کیا جائے گا اس لئے میں آپ سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ آپ عراق نہ جائیں۔ ام سلمٰی تفصیلات سے باخبر تھیں لہٰذا امام قریب تشریف لائے اور کہا کہ نانی آپ نے جو نانا سے سنا ہے کہ حسینؑ عراق میں قتل ہوگا تو میں اب آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اب اللہ کی مشیت کے مطابق یہ فیصلہ عملی طور پر ہونے والا ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کا دین بچاؤں اور اس بچانے کے سلسلہ میں زمین کربلا پر اس طرح پڑا رہوں کہ مجھے کوئی دفن کرنے والا نہ ہو میرے خیمے جلائے

جا چکے ہوں میرے اہل وعیال کو قیدی بنایا جا چکا ہو۔ خدا اب مجھے مقتول اور شہید دیکھنا چاہتا ہے میرے اہل وعیال کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے اپنی راہ میں قربانیاں دیکھنا چاہتا ہے ام سلمٰی نے کہا جب یہ بات ہے تو جاؤ فرزند رسولؐ ضرور جاؤ اب میں آپ کو نہیں روک رہی ہوں یہ فیصلہ کرنے میں کیوں دیر لگ رہی تھی اس لئے دیر لگ رہی تھی کہ انہیں معلوم تھا کہ حسینؑ کو کربلا میں عراق کی سرزمین پر قتل ہونا ہے مگر ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ وقت شہادت آ گیا ہے۔ حسینؑ نے بتایا کہ وقت شہادت آ گیا ہے ام سلمٰی نے کہا فرزند رسولؐ جایئے ضرور جایئے۔ تو بس یہ فیصلہ کرنے کی قوت ہمارے درمیان ہونا چاہیے ہاں اور نہیں میں حق و باطل میں اور یہی عقل خرچ کرنے کی جگہ ہے اگر ہم یہاں عقل نہیں خرچ کریں گے تو یہ عقل کی کنجوسی ہوگی جسے میں نے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہا ہے اور پھر ہمارے سامنے پورا یہ واقعۂ کربلا ہے جہاں سب نے اپنے اپنے لئے فیصلے کئے ہیں کل کی مجلس میں میں نے کہا تھا کہ حسینؑ نے کہا تھا اپنے ساتھیوں سے شب عاشور کو چلے جاؤ تو سارے ساتھیوں نے فیصلہ کیا تھا مر جائیں گے مگر نہیں جائیں گے۔ عاشور کے دن بھی بہت فیصلے ہوتے رہے ہیں ان میں سے ایک فیصلہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں امامؑ عاشور کے دن میدان جہاد میں ہیں بہت سے اصحاب شہید ہو چکے ہیں خیمے بہت ویران ہو چکے ہیں بہت سے خیموں میں اصحاب کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے رہ گئے تھے حسینؑ نے ان خیموں سے نکال کے زینبؑ کے پاس بھیج دیا ہے زینبؑ کی نگرانی میں بھیج دیا ہے ربابؑ کے پاس بھیج دیا ہے تا کہ ان یتیموں کو یتیمی کا احساس نہ ہو ان بیوہ عورتوں کو بے سہارا ہونے کا احساس نہ ہو صبح جب سورج نکلا تھا تب جہاد شروع ہوا تھا تب دشمنوں نے جنگ شروع کی تھی اور اب وقت وہ ہے کہ نکلتا ہوا سورج چڑھتا ہوا سورج بلند ہوتا ہوا سورج سر پر پہنچ کے مغرب کی طرف پچھم کی طرف جھک رہا ہے

بس جیسے ہی جھکا جیسے ہی زوال ہوا جیسے ہی نماز ظہر کا وقت آیا ویسے ہی آپ کے قریب کھڑے ہوئے آپ کے صحابی ابوثمامہؒ صیداوی نے کہا کہ مولا نماز کا وقت آ گیا ہے کاش میرے الفاظ ابوثمامہؒ صیداوی اس بے چین کیفیت سے آپ کو آشنا کرسکیں جس کو میں نے سمجھنے کی کوشش کی ہے کاش میں آپ کو سمجھا سکوں جیسے ہی نماز ظہر کا وقت آیا ویسے ہی ابوثمامہؒ نے کہا مولا نماز کا وقت آ گیا تو میں نے جب کتابوں میں فقرہ پڑھا تو میرا دل یہ مجھ سے کہنے لگا کہ دیر سے ابوثمامہؒ منتظر تھے کاش میری زندگی میں نماز ظہرین کا وقت آ جائے میں اپنے امامؑ کے پیچھے ایک نماز اور پڑھ لوں تو جیسے کسی کو کسی کے آنے کا انتظار ہوتا ہے ویسے ہی ابوثمامہؒ صیداوی کو انتظار تھا کہ نماز کا وقت آ جائے تو زندگی میں ایک نماز پڑھنے کا موقع اور مل جائے بس جیسے ہی جس سکنڈ نماز کا وقت آیا قریب آ کے کہا مولا ظہر کا کا وقت آ گیا مولا نماز کا وقت آ گیا بس حسینؑ نے محسوس کیا کتنا مضطرب تھا کتنا بے چین تھا ابوثمامہؒ کا دل آرزومند تھا نماز کے لیے ابوثمامہؒ کا دل تو حسینؑ نے ان کے دل کو دیکھ کے کہا پالنے والے یہ تیرے نماز کے یاد کرنے والوں میں ہیں انہیں تو نماز گزاروں میں قرار دے اسکے بعد حسینؑ نے شام کے لشکر سے کہا کہ ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں اتنی دیر کے لئے جنگ روک کہ ایک ملعون نے یہ کہا کہ جنگ نہیں رکے گی اور حسینؑ نماز بھی تمہارے کام نہیں آئے گی دشمنوں نے جنگ نہیں روکی بس جب یہ طے ہوا کہ جنگ جاری رہے گی تو حسینؑ نے طے کیا حسینؑ نے فیصلہ کیا اسی جاری جنگ میں فرزند بوترابؑ نماز پڑھے جس کا باپ شب ہجرت کھچی ہوئی تلواروں میں سویا جس کا باپ صفین میں برستے تیروں میں نماز شب پڑھ رہا تھا اس کا بیٹا حسینؑ آج برستے تیروں میں چمکتے خنجروں میں چمکتے نیزوں میں چمکتی تلواروں میں نماز پڑھے گا۔ حسینؑ نماز کے لئے تیار ہوئے اور دشمن نے طے کیا کہ ہم حسینؑ کو اتنے تیر حالت نماز

میں ماریں گے کہ حسینؑ سے پھر لڑنا نہ پڑے حسینؑ شہید ہو جائیں بس جیسے حسینؑ نے نماز کا فیصلہ کیا دشمن نے حسینؑ پر تیر پھینکنے کا فیصلہ کیا ویسے ہی دو حسینؑ کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا ایک سعیدؑ ایک زہیرؑ کہ مولا ہم نماز بعد میں پڑھیں گے اگر زندہ رہے ابھی تو ہم یہ کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھئے ہم آپ کے سامنے کھڑے رہیں گے۔ وہ عبادتیں اور ہیں جہاں پتھروں سے عبادت کی جاتی ہے لوہے سے عبادت کی جاتی ہے یہاں انسانی زندگی سے پہرہ دیا جا رہا ہے سامنے کھڑے ہو گئے سعید و زہیرؑ اور دونوں نے تیر روکنا شروع کئے۔ سعیدؑ دم توڑ کے ختم ہو گئے جب حسینؑ کی نماز تمام ہوئی زہیرؑ زندہ رہے لیکن جب حسینؑ نماز کی تیاری کر رہے تھے تو ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا یہ فیصلہ کرنے والا کون تھا اس فیصلہ کرنے والے کا نام حبیبؑ ابن مظاہر تھا انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے میدان میں جانا چاہئے انہوں نے نماز کے بجائے ہتھیار سجے گھوڑے پر بیٹھے حسینؑ کے سامنے آئے۔ حبیبؑ کا چہرہ بہت بے چین جو کچھ بے چینی ہے ساری بے چینی چہرے پہ آ گئی ہے حسینؑ نے کہا حبیبؑ کیا ارادہ ہے کہا مولاؑ میں جانا چاہتا ہوں مجھے میدان میں جانے دیجئے حسینؑ نے روکنا چاہا تو میں واقعے کی زبان میں یہی کہوں گا کہ حسینؑ نے جب روکنا چاہا تو حبیبؑ نے کہا آپ کے بزرگوں کا واسطہ اب مجھے نہ روکئے اب مجھ میں طاقت رکنے کی نہیں ہے حسینؑ نے کہا حبیبؑ اتنے تم بے چین کیوں ہو رہے ہو کہا مولا آپ نے سنا کہنے والے نے کیا کہا ہے کہنے والے نے مجھے کہا ہے جب میں نے برداشت کر لیا تم بھی برداشت کر لو کہا مولا آپ میرے امامؑ ہیں میں آپ کا غلام ہوں یہ غلام کیسے برداشت کرے کہ میرے ہوتے ہوئے میرے امامؑ کی بے عزتی کی جائے توہین کی جائے میں میدان میں جاتا ہوں یا مر جاؤں گا یا کہنے والے کو مار ڈالوں گا اور دنیا کو بتاؤں گا کہ حبیبؑ کی زندگی میں حبیبؑ کے امامؑ کی توہین نہیں کی جا سکتی ہے بڑھتے

رہے لڑتے رہے مارتے رہے زخم کھاتے رہے اور جب زمین پر گرے تو یہ کہتے ہوئے گرے کہ آقا اب اپنے غلام کی خبر لے لیجئے۔ حسینؑ نماز پڑھ چکے تھے گھوڑے پہ بیٹھے اور یہ کہتے ہوئے چلے حبیبؓ تیرے جیسے دوستوں کے بعد حسینؑ زندہ نہیں رہنا چاہتا ہے ایک فقرہ آخری فقرہ میری بیٹیوں سنو میری بہنوں سنو میرے بچوں سنو میرے بھائیوں سنو مجلس تمام کرنے جارہا ہوں جب حسینؑ گھوڑے پہ بیٹھ کے چلنے لگے یہ کہتے ہوئے چلنے لگے حبیبؓ تیرے جیسے دوستوں کے بعد حسینؑ زندہ نہیں رہنا چاہتا تو وہی زہیرؓ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے جسم پر تیر روک رہے تھے وہ قریب آئے ادب سے کھڑے ہوئے حسینؑ کے گھوڑے کی لگام پکڑی کہا مولا کیا ارادہ ہے کہا بس حبیبؓ کے بعد میں بھی مرجانا چاہتا ہوں۔ زہیرؓ نے مضبوطی کے ساتھ لگام کو پکڑے رکھا اور کہا مولا ہم آپ کو شہید ہونے سے نہیں بچاسکیں گے ہم آپ کو مرنے سے نہیں بچاسکیں گے لیکن مولا جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو مرنے کے لئے نہیں جانے دیں گے پہلے ہمیں مرنے دیجئے پہلے سارے بنی ہاشم کو مرنے دیجئے پہلے اکبرؑ کو مرنے دیجئے اصغرؑ کو مرنے دیجئے پھر آپ جایئے گا ہاں زہیرؓ تم نے سچ کہا تھا جب تک اصغرؑ زندہ رہے تب تک حسینؑ کے بازو پہ تیر بعد میں لگا اصغرؑ کے گلے پر پہلے لگا لیکن جب کوئی نہ تھا کوئی تیر پھینک رہا تھا کوئی تلوار مار رہا تھا کوئی پتھر پھینک رہا تھا اور فرزند رسول گھوڑے پر جھوم رہا تھا اور آواز دے رہا تھا ہے کوئی میری مدد کرنے والا ہے کوئی میری آواز پر آنے والا۔

"سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس
(۷)

قَالَ عَلِیٌ عَلَیهِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰن٥

میں برابر آپ کے سامنے مولائے کائنات امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرہ کو پیش کرتا رہتا ہوں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ فکر، سوچ اور عقل کا صحیح استعمال یہی ہے کہ اس کے ذریعہ خدا کو پہچانا جائے اور علمی یقین اور اطمینان کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ عقل اس چیز کا نام ہے جو اللہ کی عبادت کا ذریعہ ہے۔ جو حضرات کل کی تقریر میں تشریف فرما تھے انہیں یہ بات یاد ہوگی کہ میں نے یہ گزارش کی تھی کہ جیسے مال کا صحیح خرچ ہونا ضروری ہے ویسے ہی عقل کا بھی صحیح خرچ ہونا ضروری ہے۔کل میں نے یہ گزارش کی تھی کہ موقع خرچ کرنے کا ہو اور نہ کیا جائے تو اسے کنجوسی کہتے ہیں اور بے ضرورت بیجا خرچ کردیا جائے تو اسے فضول خرچی کہتے ہیں۔ جہاں خرچ کرنے کا موقع ہو دل کھول کے خرچ کیا جائے تو سخاوت کہتے ہیں اور جہاں مال کو بچانے کی ضرورت ہو اگر مناسب ہو بچالیا جائے تو اس کا نام کفایت شعاری ہے یہ کل کی تقریر کا خلاصہ میں اس لئے بھی عرض کررہا ہوں کہ جو حضرات

کل تشریف نہیں لا سکے ہیں ان کے لئے آج کا بیان اجنبی نہ رہے تو ہم میں سے ایک سمجھدار بچہ بھی یہ بات جانتا ہے کہ کنجوسی اور فضول خرچی یہ دونوں بری عادتیں ہیں اور بری صفتیں ہیں سخاوت اور کفایت شعاری یہ دونوں اچھی عادتیں ہیں اور اچھی صفتیں ہیں تو میں نے اسی بنیاد پر یہ کہا تھا کہ عقل کے استعمال اور خرچ میں بھی یہ فضول خرچی ہے کہ جس چیز کو ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں بغیر اس کے اسباب فراہم کئے اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو چیز ہمیں کسی سے پوچھ کے معلوم کرنا ہے اسے پوچھے بغیر معلوم کرنا یہ عقل کی فکر کی سمجھ کی فضول خرچی ہے اور ویسے ہی ہم جانتے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک آدمی ہے جسے بتانا چاہئے اور نہیں بتاتے ہیں تو یہ عقل وفکر وسمجھ کی کنجوسی ہے۔ ویسے ہی میں نے آپ کی خدمت میں یہ بات بھی کہی تھی کہ جب کبھی ہم کسی چیز کو سمجھیں اور کچھ سمجھ میں آئے اور کچھ سمجھ میں نہ آئے مگر ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے نبیؐ نے کہی ہے امامؑ نے کہی ہے تو ہمیں معلوم ہے کہ بات صحیح ہے کچھ سمجھ میں آرہی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو ہم کو رک جانا چاہئے منتظر رہنا چاہئے اس موقع کے لئے جب ہماری عقل خود ہی اس کو سمجھ جائے یا کوئی سمجھانے والا ہمیں سمجھائے تو ایسے موقع پر اپنی سمجھ کے استعمال کو تھوڑی دیر کے لئے روک لینا عقل وفکر کی کفایت شعاری ہے اور دوسرے سوسائٹی کو نیک بنانے کے لئے اور گناہوں سے بچانے کے لئے نیکی کی ہدایت کرنا اور برائی سے روکنا یہ علم وعقل کی وہ سخاوت ہے جس کو خدا نے ہر مومن پر واجب قرار دیا ہے۔ یہ کل کا خلاصہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیا۔ انہیں باتوں کی بنیاد پر آج کئی باتیں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں کل میں نے آپ کے سامنے یہ کہا تھا کہ دین کے معاملات کو جانے بغیر پڑھے بغیر سمجھے بغیر یا جو اہل علم ہیں ان سے پوچھے بغیر اپنی رائے سے طے کرنا یہ فضول خرچی ہے عقل کی۔ کل کا میرا بیان اصول دین سے متعلق

تھا فضول خرچی کا آج میں اپنے بیان میں عقل اور سمجھ کی اس فضول خرچی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق فروع دین سے ہے اب میں نہیں جانتا ہوں کہ آپ کا صلوات نہ پڑھنا کفایت شعاری ہے یا بخل ہے۔ایک صلوات اور پڑھ دیجئے۔

تو فروع دین میں عملی زندگی میں ہم جتنی فضول خرچیاں کرتے ہیں ان میں سے پہلی جس بات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں میرے سامنے میرے بھائی کے لئے ہر بچے کے لئے ہر بیٹی کے لئے ہر بہن کے لئے انتہائی اہم گزارش ہے جسے میں اس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں وہ کیا ہے کہ یہ ہماری عقل کی فکر کی سوچ کی سمجھ کی فضول خرچی ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہیں اپنے بارے میں نہیں سوچتے۔ ہماری سوسائٹی کی بدترین عادتوں میں سے یہ ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہیں اپنے بارے میں نہیں سوچتے۔ ہماری سوسائٹی کی بدترین عادتوں میں سے یہ ہے کہ ہم کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں ہم صحیح ہیں کہ غلط ہیں ہم بخیل ہیں کہ کنجوس ہیں ہمیشہ دوسرے کا حساب کرتے ہیں یہ تو ایسا ہے وہ تو ایسا ہے۔بھئی یہ جتنی ہماری انرجی ہماری توانائی ہماری قوت دوسرے کے بارے میں سوچنے میں خرچ ہوتی ہے یہ سب کا سب عقل کی سمجھ کی فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کے نتیجے میں تباہی آتی ہے چنانچہ یوں تباہی آتی ہے کہ محبتوں کے خزانے خالی ہوجاتے ہیں تعلقات کے خزانے خالی ہوجاتے ہیں ملنے جلنے کے خزانے خالی ہوجاتے ہیں اس لئے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہیں اپنے بارے میں نہیں سوچتے۔ میرا فریضہ ہے کہ اگر میں کوئی بات کہتا ہوں تو اس سے پہلے خود اس پر عامل ہونا چاہئے اس لئے ہمارا اور آپ کا مل جل کے فریضہ ہے کہ ہم جو دوسروں کے بارے میں سوچا کرتے ہیں اس فضول خرچی کو عقل کی بند کردیں بلکہ اس کا صحیح مصرف یہ ہے کہ دوسروں کے بارے میں سوچنے کے بجائے

انہوں نے کیا کیا ہے ان میں کیا عیب ہے ان میں کیا کیا خرابیاں ہیں ان میں کیا کیا نقائص ہیں اس کے بجائے ہم سوچیں ہم میں کیا کیا خرابیاں ہیں ہم میں کیا کیا نقائص ہیں ہم میں کیا کیا برائیاں ہیں۔ میں بزرگوں کے لئے نہیں بچوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ الحمدللہ مجھے ذاکری کرتے ہوئے پینیتیس سال سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے اور میں نے کسی سے ذاکری سیکھی نہیں ہے اور یہ چیز ایسی ہے بھی نہیں اس میں فقط سیکھ کے حاصل کیا جا سکتا ہے مگر میں نے اسے کیسے سیکھا ہے میں نے خود اپنے لئے کیسے استاد فراہم کیا ہے وہ راستہ عرض کرنا چاہتا ہوں جب میں زندگی کے اس مرحلے میں داخل ہو رہا تھا تو میں ہر چھوٹے بڑے ذاکر کی مجلس میں شریک ہوتا تھا بہت مشہور ذاکر ہوا بڑا ذاکر ہوا اور محلّہ کا بیچارہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذاکر ہو میں اس کی مجلس میں موقع نکال کے شریک ہوتا تھا کیسے میں نے ذاکری سیکھی ہے اپنی زندگی کا تجربہ سناتا ہوں جو شاید زندگی میں ہر جگہ ہمارے لئے مفید ہو تو میں جب مجلس سنتا تھا تو میں اس بات کو نوٹ کرتا جاتا تھا کہ اس ذاکر میں کون سی بات اچھی ہے اور کون سی بات ۔۔ یہ ہاتھ اچھے طریقے سے ہلاتا ہے یا ایسے ہلاتا ہے کہ دیکھنے میں برے معلوم ہوتے ہیں یہ مسکراتا ہے تو مسکرانا اچھا معلوم ہوتا ہے یا برا معلوم ہوتا ہے یا آواز پہ زور لگاتا ہے تو کانوں کو آواز بھلی معلوم ہوتی ہے یا نہیں بھلی معلوم ہوتی ہے یہ استنباط کرتا ہے دلیل پیش کرتا ہے نکتہ پیش کرتا ہے تو اس میں صحیح استدلال ہوتا ہے یا غلطی ہوتی ہے۔ تو میں ہر تقریر میں شریک ہوتا تھا یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے یہاں خوبی کیا ہے اور اس کے یہاں خرابی کیا ہے اور اس کے بعد میں کیا کرتا تھا اس کے بعد میں یہ کرتا تھا کہ جو خرابیاں میں کسی تقریر میں محسوس کرتا تھا میں اپنا حساب کرتا تھا کہ یہ خرابی میرے اندر تو نہیں پائی جاتی اور اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ خرابی میرے اندر پائی جاتی ہے تو پھر میں نے کوشش کی کہ وہ

خرابی میرے اندر سے نکل جائے۔ کیوں کوشش کی مجھے یقین تھا کہ جب اس کی یہ خرابی مجھے بری لگی ہے تو میری یہ خرابی میرے ہر سننے والے مجمع کو بری لگے گی۔ دوسرا حساب بھی میں کرتا تھا کہ اس کی کون سی بات مجھے اچھی لگی کون سے الفاظ اچھے لگے۔ کون سا طریقہ اچھا لگا کون سی طرز ادا اچھی لگی کون سا سلسلۂ بیان اچھا لگا پھر میں اس کا حساب کرتا تھا کہ اس کی یہ خوبی میرے اندر پائی جاتی ہے یا نہیں۔ تو میں بزرگوں سے معذرت کرتے ہوئے اپنے بچوں اور بیٹیوں کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ہم دوسروں کے عیوب تلاش کریں اپنی انرجی اور توانائی کو اس میں برباد کریں اس کے بجائے یہیں یہ دیکھنا ہے کہ اس میں اگر کوئی خرابی پائی جاتی ہے تو وہ ہم میں تو نہیں پائی جاتی اور اس میں کوئی خوبی پائی جاتی ہے تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں اس خوبی سے محروم ہوں۔ میں نے ابھی آپ کے سامنے فضول خرچی کا آدھا ہی حصہ سنایا ہے۔ میں نے کیا بتائی بات کہ ہماری عقل اور سمجھ کی یہ انتہائی فضول خرچی ہے کہ ہم دوسروں کے بارے میں سوچ کر کے ان کے عیب نکالا کرتے ہیں اس کا آدھا حصہ دوسرا ہے میں نہیں جانتا یہاں وہ کیریکٹر پایا جاتا ہے یا نہیں پایا جاتا لیکن میں نے زندگی میں ہر جگہ اس کیریکٹر کو دیکھا ہے کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جنکی پسندیدہ بات یہ ہوتی ہے کہ ان کی نگاہ میں کوئی شخصیت ہوتی ہے جو قابل تعریف ہوتی ہے اور وہ اس کی مسلسل تعریف کرتے رہتے ہیں اکیلے بیٹھیں گے تو اس کے بارے میں سوچیں گے کیسا اچھا آدمی ہے دو آدمی بیٹھ جائیں گے اس کے بارے میں تذکرہ کریں گے کیا اچھا آدمی ہے یہ میں یہاں تک اپنی ذاتی زندگی کی گواہی کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ کچھ لوگوں کو جن کو تعریف کرنے کی عادت ہو جاتی ہے وہ چوروں ڈاکوؤں اور برے برے انسانوں کی تعریف کیا کرتے ہیں۔ ہے تو ڈاکو مگر بہادر بہت ہے تو یہ بھی بالکل عقل کی اور اپنی انرجی کی

فضول خرچی ہے کہ ہم دوسروں کی بے سبب تعریف میں لگے رہیں اور یہ نہیں دیکھیں کہ اگر اِس میں واقعی کوئی خوبی پائی جاتی ہے وہ خوبی ہم میں پیدا ہے یا نہیں پیدا ہے تو میں اپنے بیان کو پھر سے دوہرا کے مکمل کرنا چاہتا ہوں۔فقط دوسروں کے عیب ڈھونڈھنا اور اپنے عیب ڈھونڈھ کے ان عیبوں کو دور کرنے کی کوشش نہ کرنا فقط دوسروں کی تعریف میں لگے رہنا اور اپنے اندر وہ ہزار کمال نہ پیدا کرنا یہ فضول خرچی ہے۔اس سے ہم بچ جائیں تو ہماری زندگی میں نکھار آجائے گا۔سوسائٹی کسی چیز کا نام نہیں ہے۔سوسائٹی انسانوں کے مجموعے کا نام ہے جہاں ہزار دو ہزار پانچ سو کروڑ دو کروڑ آدمی جمع ہو جائیں گے ایک راستے پر چلیں گے وہاں سوسائٹی پیدا ہو جائے گی۔بس جیسے ہم کسی مکان کو بناتے ہیں اگر اس میں میٹیریل خراب لگائیں گے مکان خراب بنے گا میٹیریل اچھا لگائیں گے مکان اچھا بنے گا تو سوسائٹی کو اچھا بنانے کا راستہ یہی ہے کہ اس میں جو افراد ہیں جو ایک ایک اس کے ممبر ہیں ان کے کردار میں نکھار پیدا کیا جائے جب میٹیریل اچھا ہو جائے گا سوسائٹی خود بخود اچھی ہو جائے گی اور اگر میٹیریل خراب رہے گا تو اگر اوپر سے ہم پلاسٹر کریں گے بھی تو اندر نمی موجود رہے گی پلاسٹر بھی بیکار ہو جائے گا محنت بھی برباد ہو جائے گی اس محل اور موقع پر میرا یہ موقع ہے کہ میں اپنے ہر سوچنے اور سمجھنے والے بھائی اور بچے بہن اور بیٹی کے سامنے یہ بات کہوں کہ مذہب کا انداز یہ ہے کہ پہلے ایک ایک آدمی کو درست کرتا ہے اور جب آدمی اچھے ہو جائیں تو سوسائٹی خود بخود اچھی ہو جائے گی لیکن جس کا نام کلچر ہے جس کا نام تہذیب ہے جس کا نام سیاست ہے جس کا نام حکومت ہے جس کا نام قانون ہے یہ اوپر سے سوسائٹی کو اچھا کرنا چاہتے ہیں افراد کو اچھا کرنا نہیں چاہتے ہیں یہ میں نے ابھی آپ کی خدمت میں مثال عرض کی ہے کہ اگر دیوار میں نمی باقی ہے پلاسٹر اور رنگ بیکار ہو جائے گا لیکن اگر دیوار میں ساری

چیزیں اچھی ہیں تو اگر پلاسٹر کچھ دن نہیں بھی ہوگا تو جتنا ان میں نکھار ہے اتنا نکھار تو پیدا رہے گا تو ہمیشہ دنیا میں جو انقلاب لائے جاتے ہیں وہ اوپر سے انقلاب لائے جاتے ہیں مذہب جو انقلاب لاتا ہے وہ پہلے ایک ایک انسان کو نیک بناتا ہے پھر اس کے بعد ان نیک انسانوں سے ایک سوسائٹی بناتا ہے میں نے کل آپ کی خدمت میں یا پرسوں آپ کی خدمت میں مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے ایک مشہور ترین واقعہ کا تذکرہ کیا تھا کہ جب آپ جنگ خندق میں عمرو کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کی نگاہ میں یہ چیز تھی کہ جب اس نے آپ کی طرف آپ کی توہین کرنے کے لئے آپ کی انسلٹ کرنے کے لئے آپ کی طرف تھوکا تو آپ کو غصہ پیدا ہوا۔ آپ اس کے سینے سے اتر آئے۔ جب غصہ ختم ہو گیا تو فقط اللہ کی خوشنودی کے لئے اسے قتل کیا۔ میں نے اس دن کہا تھا۔ آج اس واقعہ کو دوبارہ اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مولاؑ نے اس واقعہ کے ذریعہ ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ سخت ترین ہنگامی حالات میں بھی انسان کو اپنا حساب چھوڑنا نہیں چاہیے۔ قتل کر دیتے مولا۔ مگر مولا اپنا حساب کر رہے تھے۔ اب جو میرا ہاتھ اٹھے گا اب جو میرا خنجر چلے گا۔ اب جو دشمن کی گردن کٹے گی یہ صرف اللہ کے لئے کام ہوگا یا اس میں میرا غصہ بھی شامل ہو جائے گا تو مولاؑ کا غصہ روکنے کے لئے تھوڑی دیر رکا رہنا پھر خوشنودیٔ خدا کے لئے قتل کرنا یہ اپنے حساب کرنے کی ایک مثال ہے جس کے ذریعہ مولاؑ ہمیں پیغام دے رہے ہیں کہ علیؑ والے ہو تو اپنا حساب کرنا کبھی بھولنا نہیں۔ میں ایک دوسرا موقع آپ کو یاد دلاؤں جہاں مولائے کائناتؑ نے بوقت مناجات ایک بڑی عجیب وغریب بات کہی ہے ہر صاحب فکر ہر اچھی فکر رکھنے والے کو مولاؑ کے اس فقرے کی قدر و قیمت کا احساس ہوگا۔ اپنا حساب کہاں تک کرنا چاہیے۔ مولاؑ کہتے ہیں کہ مجھے خدا کی عبادت میں لطف آنے

لگا۔مزہ آنے لگا لُطف آنے لگا۔دیکھئے عجیب وغریب بات فرمارہے ہیں۔دل لگ گیا ہے خدا کی عبادت میں خدا کی عبادت کرنے میں ذوق وشوق کے ساتھ عبادت کی تو مزا آنے لگا مگر کیا کہتے ہیں علیؑ ۔فرماتے ہیں جب عبادت میں مجھے مزا آنے لگا تو مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں میری عبادت ضائع نہ ہو جائے۔بڑی دقیق بات ہے مولا کے لئے عبادت ضائع ہونے کا کوئی امکان نہیں پیدا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی مثال لے کر کے ہم کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔مولاؑ کے اس فقرے کا مطلب کیا ہے کہ اگر عبادت کرتے کرتے عبادت میں مزا آنے لگا اور ہم اپنے مزے کے لئے عبادت کرنے لگے تو پھر عبادت عبادت کہاں رہے گی جب خوشنودیٔ خدا کے لئے نہ ہو۔میں یہیں پہ ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اس میں اکثر ہم دھوکا کھا جاتے ہیں۔غرور مال کا بھی ہوتا ہے۔غرور عقل کا بھی ہوتا ہے۔غرور علم کا بھی ہوتا ہے اور غرور بہر حال عیب ہے ہنر نہیں ہے۔غرور کا مطلب کیا ہے اپنے کو بڑا سمجھنا۔کسی کے سامنے نہ جھکنا۔غرور کی خوبی اور خرابی اور خاکساری کو اپنے کو دوسروں کے آگے جھکنے کی عادت ڈالنا اس کی خوبی اور خرابی کو علمائے اخلاق نے ایک مثال کے ساتھ بیان کیا ہے میں سمجھتا ہوں میرے بچوں کو اور میری بیٹیوں کو مثال یاد رکھنا چاہئے۔علمائے اخلاق نے لکھا کہ کچھ درخت ہوتے ہیں جن میں پھل نہیں آتے۔کچھ درخت ہوتے ہیں جن میں پھل آتے ہیں۔تو جن میں پھل نہیں آتے ہیں اس درخت کی ساری شاخیں اوپر کی طرف چڑھتی چلی جاتی ہیں وہ کبھی جھکتی نہیں ہیں لیکن جن میں پھل آتے ہیں جس زمانے میں پھل آتے ہیں جتنے زیادہ پھل آتے جاتے ہیں اتنی ہی زیادہ وہ شاخ نیچے جھکتی چلی جاتی ہے۔انہوں نے علمائے اخلاق نے اس مثال کے ذریعہ یہ کہا کہ جو دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے وہ مغرور ہوتا ہے متکبر ہوتا ہے اور جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے جس کی زندگی میں پھل آتے ہیں وہ

خاکسار ہوتا ہے وہ اپنے سر کو بلند کر کے غرور کا مظاہرہ نہیں کرتا ہے۔ وہ درخت جس میں پھل نہیں آتے ہیں اس کو لگانے والے خود ہی کاٹ ڈالتے ہیں جلا ڈالتے ہیں اور جس میں پھل آتے ہیں اس کو بچا کے رکھتے ہیں یہ فرق ہے غرور کا اور خاکساری کا۔ تو میں نے اپنی بات نامکمل چھوڑی ہے مال کا بھی غرور ہوتا ہے علم کا بھی غرور ہوتا ہے عقل کا غرور بھی ہوتا ہے زبان کا غرور بھی ہوتا ہے۔ انہیں کیا بولنا آتا ہے ہمیں بولنا آتا ہے یہ کیا سمجھیں گے ہم سمجھتے ہیں یہ کیا پڑھے ہیں ہم پڑھے ہیں یہ سب کیا ہے یہ عقل کا علم کا زبان کا غرور ہے اس میں ایک غرور اور ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے کہ میں اس کی طرف متوجہ ہوں وہ ہوتا ہے غرور عمل وہ ہوتا ہے غرور عبادت وہ ہوتا ہے غرور تقویٰ وہ ہوتا ہے غرور خدمت تو جب غرور عیب ہے غرور بُرائی ہے تو اگر تقویٰ کا غرور پیدا ہوگا تب بھی برائی پیدا ہوگی عمل کا غرور پیدا ہوگا تب بھی برائی پیدا ہوگی خدمت کا غرور پیدا ہوگا تب بھی برائی پیدا ہوگی۔ ذرا پہچانئے مثالوں میں بات واضح ہو جائے گی۔ ہم ذرا نماز پڑھنے لگے تو ٹھیک ہے نماز پڑھنے لگے یعنی ہم کو ایک شرف ملا بہت بڑا شرف ملا لیکن اس شرف کے بعد مزاج میں جھکاؤ ہے خاکساری ہے تو ہماری کوشش ہوگی کہ دوسروں کے ساتھ ایسی محبت کا برتاؤ کریں کہ جو بے نمازی ہے اس کو اپنی محبت کے ذریعہ نمازی بنالیں کہ جو ہمیں ملا ہے اس کو بھی مل جائے۔ یہ ہے خاکساریٔ عبادت اور غرور عبادت کیا ہے ایک آدمی سامنے آیا دوزخی ہے کمبخت جہنمی ہے نماز نہیں پڑھتا۔ ہمارے سامنے تم کیا بولتے ہو تم خدا کو سجدہ تو کرتے نہیں تو اس لب ولہجہ کا نتیجہ کیا ہوتا کہ جسے ہم نے کمبخت کہا ملعون کہا دوزخی کہا تو وہ کہتا ہے اب اگر پڑھنے والے بھی ہوتے تو تمہاری ضد میں نہیں پڑھیں گے آپ بڑے نمازی بن گئے ہیں تو یہ ہے غرور عبادت جو نقص بن جاتا ہے ایسے ہی غرور خدمت بھی ہو جاتا ہے میرے صاحب اتنے

خدمات ہیں تو اگر خدمات پھل لاتے ہیں تو پھر ہمارا فریضہ ہے کہ خدمت کرنے والا دوسرے خدمت کرنے والوں کو پیدا کرے اور اگر ہماری خدمت بغیر پھل والی ہے تو پھر ہم اونچے ہوتے چلے جائیں گے ہم نے خدمت کی ہے تو ہم کو اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا چاہئے کہ پالنے والے مال دے تو غرور مال ہم میں نہ پیدا ہونے پائے عقل دے تو غرور عقل نہ پیدا ہونے پائے علم دے تو غرور علم نہ پیدا ہونے پائے بولنے کی صلاحیت دے تو غرور زبان نہ پیدا ہونے پائے۔ عبادت کا موقع دے تو غرور عبادت نہ پیدا ہونے پائے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی توفیق دے تو غرور تقویٰ نہ ہونے پائے جو بھی دولت دے جو بھی دولت دے چاہے وہ مال ہو چاہے وہ علم ہو چاہے وہ خدمت ہو ہم کو اس کے ساتھ ساتھ خاکساری عنایت فرمادے یہ ہماری اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے دل توڑ دینا بہت آسان ہے دل جوڑنا بہت مشکل ہے دل جوڑنے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے دل جوڑنے کے لئے کرنا پڑتا ہے کہ کوڑا پھینکا جاتا ہے اور جس پر کوڑا پھینکا جاتا ہے وہ روز اسی راستے سے گزرتا ہے آپ پہچان گئے ہوں گے میں حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا تذکرہ کر رہا ہوں کہ ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے وہ بوڑھی عورت نبیؐ پر کوڑا پھینکتی رہی نبیؐ گزرتے رہے ایک دن اس نے کوڑا نہیں پھینکا نبیؐ نے پوچھا آج اس نے کوڑا کیوں نہیں پھینکا معلوم ہوا بیمار ہے کہا اس سے اجازت لو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں اجازت تو اس نے دے دی لیکن وہ پھر یہ سمجھی کہ میں بیمار ہو گئی ہوں کمزور ہو گئی ہوں تو یہ مجھ سے بدلہ لینے آرہے ہیں کہا اب بدلہ لینے کیا آئے ہو اب میں کمزور ہو گئی ہوں بیمار ہوں۔ کہا تم نے غلط پہچانا بدلہ لینے نہیں آیا ہوں میں تو تیری بیماری کی خبر سن کے تمہیں دیکھنے آیا ہوں تو وہ جو روز کوڑا پھینکا کرتی تھی اس نے کہا عبداللہ کے فرزند آمنہؑ کے بیٹے آج میں گھر

سے باہر نہیں جانے دوں گی جب تک کہ تم مجھے اپنے دین کا کلمہ نہ پڑھاؤ۔ چنانچہ مذہب نے بڑی شدت کے ساتھ بڑی سختی کے ساتھ ایسے سارے کاموں کو سخت ترین بدترین گناہ اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے جو مومنین کے درمیان جو سوسائٹی میں تکبر پیدا کردے نفرت پیدا کردے دلوں کو توڑ دے رشتوں کو توڑ دے۔ میں آپ کی خدمت میں چند مسائل کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ دو مومن۔ مومن کی تعریف کر چکا ہوں۔ اثنا عشری شیعہ لیکن اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ میں نے مسلسل دس دن یہ بات سنائی ہے کہ خدا مومن سے کہتا ہے اپنے کو آگ سے بچاؤ تو کبھی کسی کو یہ خیال نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ ہم مومن ہیں تو جنت ہمارے نام بک ہوگئی۔ وہ ہو جائے گی بک بشرطیکہ ہم اپنے کو دوزخ کی آگ سے بچالیں اچھا بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم سید ہیں تو جنت تو ہماری ملکیت ہے۔ لیکن اتنا یاد رکھنا چاہئے۔ میں نے کل بتایا تھا کہ شریعت کی نگاہ میں سید بنی ہاشم کو کہتے ہیں صرف جناب فاطمہؑ کی اولاد کو نہیں کہا جاتا ہے زکوٰۃ اور فطرہ کے مسائل میں خمس میں حق سادات کے مسائل میں جہاں ذکر آتا ہے کہ یہ سادات کا حق ہے اس سے مراد بنی ہاشم ہوتے ہیں۔ بنی ہاشم کی ایک شاخ ہے بنی فاطمہؑ یہ ٹھیک ہے بنی ہاشم میں بنی فاطمہؑ کا زیادہ شرف ہو جائے گا لیکن میں بہرحال یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن سیدانیوں کو اور جن سیدوں کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے ہم دوسروں سے بہتر ہیں ان کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے تو کوئی شیخ ہوتا تو بیچارہ شاید کہتے ہوئے ڈرتا میں خود ہی اتفاق سے سید ہوں۔ تو میں کہتے ہوئے اس لئے نہیں ڈرتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی میرے سامنے آئے گا بھی تو جب میں سید پر تنقید کر رہا ہوں سید ہو کے تو آپ طبقاتی وجہ تو نہیں پیدا کرسکیں گے۔ قرآن مجید میں آپ پڑھیں اس میں خداوند عالم نے جہاں پیغمبرؐ کی بیویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ خداوند عالم پیغمبرؐ کی بیویوں سے کہتا ہے کہ اگر تم نیکی کرو گی تو ہم تم کو ثواب

دونا دیں گے نبی لی بیویاں خوش ہو جانا چاہتی تھیں کہ ساری امت نیکی کرے گی ایک ثواب پائے گی ہم نیکی کریں گے دو ثواب پائیں گے تو پھر یہ جلدی سے طے کر لیتے کہ وہ تو بیوی ہیں اولاد نیکی کرے گی تو بیس گنا ثواب پائے گی لیکن قرآن مجید نے دوسرا فقرہ بھی کہا کہ تم نیکی کرو گی تو ہم ثواب تمہیں دونا دیں گے اور اگر تم گناہ کرو گی تو عذاب بھی دوسروں کے مقابلے تم کو دونا دیں گے۔ تو اگر نبیؐ کی بیوی ہونے کی بناء پر گناہگار نبیؐ کی بیوی کو عذاب دونا ملے گا تو نبیؐ کی اولاد اگر گناہگار بنے گی سادات اگر گناہگار بنیں گے سیدانیاں اگر گناہگار بنیں گی تو ان کو یہ بات نہیں بھولنا چاہئے کہ سزا بھی دونی ہوگی بات نکل آئی ہے تو مجھے کہہ لینے دیجئے کہ آج ہمارے جیسے سادات بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں جب ایک غیر سید دین کو مانتا ہے دین کی پابندی کرتا ہے خدا سے ڈرتا ہے اور وہیں پہ اس کو سامنے دوسرا سید نظر آتا ہے جو نہ حلال کو حلال مانتا ہے نہ حرام کو حرام مانتا ہے نہ واجب کو واجب مانتا ہے نہ حق کو حق مانتا ہے نہ باطل کو باطل مانتا ہے تو یہ آدمی جو سید نہیں ہے وہ سوچتا ہے یہ کیسی اولادِ پیغمبرؐ ہے اور اگر آپ یاد رکھ سکیں جنرل بات نکل آئی ہے اگر آپ یاد رکھ سکیں تو ہمارے ایک عالم دین گزرے ہیں ملا محسن فیض کاشانی علیہ الرحمہ ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

ملا محسن فیضؒ کاشانی کے سلسلہ میں بات سن لیں آپ بڑے فلسفی آدمی تھے۔ انہوں نے ساری مذہبی کتابیں فلسفی اصول پر تھیوریوں پر لکھی ہیں ان کو سکتہ ہوگیا سکتہ اُسے کہتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ دل میں حرکت بند ہوگئی۔ حرکت قلب بند ہوگیا۔ لیکن وہ بند نہیں ہوتی ہے اس کی وہ حرکت اتنی کم رہتی ہے کہ اس وقت آدمی زندہ ہے یا مردہ ہے۔ طبی طور پر میڈیکل سائنس میں پرانے زمانے میں اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اس کے سامنے شیشہ، آئینہ رکھ دیتے تھے اور دیکھتے تھے کہ اس پر بھاپ پیدا ہوتی ہے یا نہیں پیدا ہوتی اس کے سینے پر پیالے میں پانی

بھر کر رکھ دیجئے اور دیکھئے کہ وہ پانی ہلتا ہے کہ نہیں ہلتا ہے تو ملا محسن فیضؒ کا شانی کو سکتہ ہو گیا۔ لوگ سمجھے کہ انتقال ہو گیا۔ ان کو دفن کر دیا۔ جب قبر بند ہو گئی تو ان کو ہوش آ گیا۔ زندہ تو ہو گئے مگر مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ نکلیں کیسے تو انہوں نے نذر کی نذر۔ دیکھئے حواس اسے کہتے ہیں۔ انہوں نے نذر کی کہ پالنے والے اگر آج تو نے میرے لئے اس قبر سے نکلنے کا ذریعہ پیدا کر دیا تو میں جو کتابیں لکھ چکا ہوں ان کے بجائے ایک ایسی تفسیر لکھوں گا جس میں کہیں سے فلسفیانہ بحث کے بجائے ساری چیزیں اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے مطابق لکھوں گا اور صرف ان کی حدیثیں جمع کروں گا۔ کیسے کیسے حالات ہوتے ہیں کس بگاڑ میں کون سا سدھار ہوتا ہے کس سدھار میں کون سا بگاڑ ہوتا ہے اس کو بھی سمجھنے کا ایک موقع مل جائے گا ساتھ میں جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے یہ نذر کی کہ پالنے والے اگر مجھے قبر سے نکلنے کا موقع مل گیا تو میں ایسی تفسیر لکھوں گا جس میں اقوال اہلبیتؑ جمع ہوں گے۔ ادھر ایک آدمی تھا جس کا پیشہ تھا کفن چرانا۔ نہیں یہ بھی پیشہ ہے اور اس سے اگر آپ پوچھتے کہ کیا کام کرتے ہو جو حرام ہے۔ کہتا حرام کیا ہے اتنی محنت نہیں کرتے قبر کھودنے میں۔ ایک آدمی نے ایک آدمی سے کہا کیوں بھیک مانگتے ہو۔ میری بات ہے بھیک مانگنا۔ کہا آپ ہمیں میری بات کیا سمجھا رہے ہیں ہم نے تو خود ہی طے کیا ہے کہ بھیک مانگنا چھوڑ دیں۔ وجہ کیا ہے۔ کہا اب اس میں آمدنی بہت کم ہو گئی ہے یعنی بھیک مانگنا بُرا نہیں ہے انکم کم ہو گئی ہے لہٰذا چھوڑ رہے ہیں تو وہ آدمی کفن چرانے کے لئے اس نے قبر کھودی۔ اس نے قبر کھودی کہ کفن کھینچ کے لے جائے۔ اور وہاں ملا محسن فیضؒ کا شانی کھڑے ہوئے۔ سلام علیکم تو چور کی تو حالت خراب ہو گئی وہ جان چھوڑ کے بھاگا۔ یہ اپنے گھر پہنچے۔ اب جو یہ کفن پہنے ہوئے اپنے گھر پہنچے تو جو ملتا ہے وہ پریشان ہے کہ ان کو زندہ مانیں یا یہ سوچیں کہ کوئی اور

مخلوق ہے تو میں ایک جملہ یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس چور کی کفن چوری کی عادت نے ملا محسن فیضؒ کاشانی کے لئے قبر سے نکلنے کے لئے راہ پیدا کردی۔ اس دنیا میں اس طرح سے معاملات و واقعات کا کراس ہوتا رہتا ہے کہ یہ طے کرنا دشوار ہے کہ کس سے کس کو نفع پہنچتا ہے کس سے کس کو نقصان پہنچتا ہے۔

ملا محسن فیضؒ کاشانی نے اپنی کتاب میں ایک فقرہ لکھا ہے جس کو میں نقل کرنا چاہتا تھا انہوں نے لکھا کہ نبیؐ کی اولادیں، یہ ذکر معصوم اماموںؑ کا ذکر نہیں ہے غیر معصوم سادات جو نسل میں ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے معصوم کا ذکر نہیں ہے۔ انہوں نے لکھا کہ میرے خیال میں نبیؐ کی اولادوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو ان کی نسل میں پیدا ہوئے ان کی صُلب میں پیدا ہوئے اور ایک وہ ہیں کہ پیدا ہوئے ہیں کسی اور خاندان میں مگر انہوں نے علم میں عمل میں دین میں شریعت میں اپنے کو سو فیصدی پابند بنایا ہے اور وہ عالم دین نبیؐ بن کر کے نبیؐ کے مشن کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں نبیؐ کی دو اولادیں ہیں ایک علمی اولاد ہے ایک نسلی اولاد۔ نسلی اولاد یہ سادات ہیں اور علمی اولاد یہ علماء ہیں چاہے وہ سادات میں سے ہوں یا غیر سادات اور آپ نے فرمایا ظاہر ہے کہ لفظ کی وہ قیمت نہیں ہوتی ہے جو معنی کی قیمت ہوتی ہے تو نسل کی وہ قیمت نہیں ہوگی جو معنوی اولاد کی قیمت ہوگی۔ اس سید کا مرتبہ ضرور بڑھ جائے گا جو نسل سید بھی ہوگا اور علمی سید بھی ہو جائے گا یعنی عالم دین بھی بنے گا مبلغ بھی بنے گا نسل وصُلب میں بھی ہوگا تو بات کہیں کی کہیں نکل جائے گی اور میں جو آپ کے سامنے بات کہنا چاہتا تھا وہ نامکمل نہ رہ جائے۔ شریعت نے کہ دل نہ ٹوٹنے پائیں اس کے لئے بہت سختی کے ساتھ کچھ احکام ہم کو دیئے ہیں۔ تو بات کہیں سے نکل آئی تھی آپ کو شاید یاد نہ ہو مگر یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ دو مومن اور مومن معنی شیعہ اثنا عشری تو مجھے پھر خطرہ ہوا کہ کہیں

ایسا نہ ہو کہ ہم شیعہ اثنا عشری کو مومن بتائیں اور آدمی بغیر عمل کے جنتی سمجھ بیٹھے تو یہ راستہ میں نے بند کیا اب بات سنئے۔ دو آدمی جو مومن ہیں چاہے دو ہی ہوں فقط زیادہ ہیں تو اہمیت اور پیدا ہو جائے گی ان دونوں پر یہ واجب ہے کہ یہ اس سے محبت رکھیں اسی بنیاد پر کہ یہ جس کو مانتا ہے اس کو ہم مانتے ہیں یہ جس سے محبت کرتا ہے اس سے ہم محبت کرتے ہیں۔ فرائض مومن میں سے ہے مومن سے مومن کی بناء پر محبت کرنا اور بھی فریضے ہیں۔ بیمار ہو جائے تو دیکھنے جانا۔ مرجائے تو جنازے میں شرکت کرنا۔ کوئی دین کی بات نہ جانتا ہو تو اسے بتانا۔ یہ حقوق مومن ہیں جو ہر مومن پر واجب ہوگی۔ میں جس چند خصوص مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں مسائل ہمارے سامنے ہیں ہم جانتے ہیں مگر ان کی یاد دلا کے ان کی یاد کو تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہماری زندگی میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ہماری سوسائٹی میں جو بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں ان کا علاج ہو سکے۔ ہم اپنے بگاڑ کو سدھار سے تبدیل کرسکیں توجہ فرمائیں تو حرام قرار دیا ہے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ مومن مومن سے دشمنی رکھے۔ خداوند عالم کو پسند نہیں ہے کہ مومن مومن سے دشمنی رکھے مومن سے بغض رکھنا عداوت رکھنا کینہ رکھنا دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ آپ کو یاد ہوں گی ہماری تقریریں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کی سزا ہی آگ ہوتی ہے دوزخ کی آگ۔ اچھا جب دل میں دشمنی آگئی تو آدمی مجبور ہے اس کے دل میں جو ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کی زبان سے عمل سے ظاہر ہوتا ہے پتیلی میں پانی کھولے گا تو پتیلی گرم بھی ہو جائے گی اور کہیں نہ کہیں سے بھاپ نکلے گی ضرور تو اگر ہمارے اندر مومن کی دشمنی کی ہانڈی پکنے لگی تو ہمیں جو بار بار غصہ آئے گا یہ پتیلی گرم ہوگئی اور جو کبھی کبھی زبان سے نکل جائے گا یہ بھاپ ہوگی جو باہر آئے گی جب زبان سے کسی مومن کے خلاف کچھ کہنے لگیں گے تو دو شکلیں ہیں یا ہم وہ بات کہہ رہے ہیں

جو اس میں پائی جاتی ہے یا وہ بات کہہ رہے ہیں جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے جب ہم اس کے لئے کچھ بات کہہ رہے ہیں تو یا تو وہ ہمارے پاس موجود ہے یا ہمارے پاس موجود نہیں ہے چار شکلیں ہیں اس کے علاوہ پانچویں کوئی شکل نہیں اس میں سے جس راستے پر بھی ہم جائیں گے شیطان کا راستہ ہے گناہ کبیرہ کا راستہ ہے۔ اگر آدمی موجود نہیں ہے اور ہم نے اس کے بارے میں وہ عیب بیان کیا جو عیب اس میں پایا ہی نہیں جاتا تو یہ افتراء ہے یہ بہتان ہے یہ گناہ کبیرہ ہے اور سوال و جواب میں ایک دن میں نے تذکرہ کیا تھا وہ پھر آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ شریعت بڑی سخت ہے کہ کسی آدمی پر بدکاری کا شبہ کیا جائے شریعت بہت سخت ہے اور یہ کیسی ہے کہ اگر بدکاری کے لیے چار گواہ فراہم ہوسکیں جو عین گواہی دیں چشم دید واقعے کی گواہی دیں تب تو ان کو بدکاری کا الزام لگانے کا حق ہے لیکن اگر چار گواہ نہیں ہوں تو کسی کو بر بنائے شبعہ کسی کو بدکار کہنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ جو اس کی سزا ہوئے گی وہ تو ہوئے گی لیکن جو کسی آدمی کو گالی کے طور پر بھی حرام زادہ کہہ دے اس کو ستّر کوڑے حکومت اسلامی میں مارے جائیں گے شریعت اجازت نہیں دیتی ہے کہ کسی آدمی پر کسی قسم کا الزام لگانے والا الزام لگا کے نکل جائے اسے کوڑے کھانا پڑیں گے اسے سوسائٹی میں ذلیل ہونا پڑے گا اس کو اپنی افتراء اور بہتان کی سزا پانا پڑے گی اتنا مذہب سخت ہے ادھر بھی مذہب سخت ہے کہ اگر بدکاری ثابت ہو جائے شوہر یا شوہر رکھنے والی بیوی نے بدکاری کی ہے تو انہیں سنگسار کیا جائے گا میں نے سنایا ہے آپ کو زمین میں گاڑ کے آدھے جسم تک گاڑ کے اتنے پتھر مارے جائیں گے کہ مر جائے تو مجرم کے لئے سزا بھی سخت ہے اور الزام لگانے والے کے لئے الزام لگانے کی بھی سزا سخت ہے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے کسی مومن کی عدم موجودگی میں کسی مومنہ کی عدم موجودگی میں تو لڑکا لڑکی بالغ ہے تو بالغ

ہو کے حدود ایمان میں داخل ہو چکے ہیں اگر ہم نے ان کے بارے میں کوئی جھوٹ بیان کی تو یہ افتراء ہے یہ بہتان ہے بدترین وسخت ترین گناہ کبیرہ۔ اب دوسرا راستہ کیا ہے دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں پایا جاتا ہے تو ایک لفظ یاد رکھیں گے آپ لوگ۔ اگر وہ عیب ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس عیب کے بیان کرنے سے اگر وہ سنے تو اس کو تکلیف پہنچے اگر وہ نہیں بھی سنے تو جو سن رہا ہے اس کی نگاہ میں اس کی عزت کم ہو جائے تو اگر ہم نے اس طرح کسی مومن کا بھی عیب بیان کیا ہے وہ غیبت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ غیبت کے لئے قرآن مجید نے جو مثال دی ہے اس کا سن لینا اور محسوس کر لینا کافی ہے۔ خدا نے کہا تم کسی کی غیبت نہیں کرتے ہو یہ اتنا گھنونا اور گندا کام ہے کہ اسے یوں سمجھو جیسے کوئی بھائی بھائی کے جنازے سے میت سے لاش سے نوچ کے گوشت کھائے بس جتنا وہ مکروہ کام ہو سکتا ہے اتنا یہ مکروہ کام ہے کہ آدمی کسی کی غیبت کرے۔ میں آپ کی خدمت میں یہاں یہ ایک لفظ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی مومن میں ایک عیب پایا جاتا ہے میں نے ابھی جملہ کہا ہے اسے ابھی یاد رکھئے گا کہ اگر میں عیب کو اس طرح بیان کرتا ہوں کہ وہ سنے تو اسے تکلیف ہو اور اگر وہ نہیں سن رہا ہے اس کی نگاہ میں اس کی عزت گھٹ رہی ہے اس کی توہین ہو رہی ہے یہ غیبت ہے۔ غیبت سے بچنے کا راستہ بھی ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو عیب پایا جاتا ہے بیان کرنا ہوتا ہے لیکن بیان کرنے کا ایسا راستہ اختیار کیا جاتا ہے سنے تو تکلیف نہ ہو اور جو سن رہا ہے اس کی نگاہ میں اس کی عزت کم نہ ہو اور اگر اس طرح ہم نے اس کا عیب بیان کیا اور بیان کرنے کی ضرورت تھی تو یہ غیبت نہیں رہے گی میں مثال بھی دیئے دیتا ہوں۔ ایک آدمی اکسیڈنٹ میں لنگڑا ہو گیا۔ ایک پیر چھوٹا ہو گیا لنگڑا کے چلتا ہے اور اس نام کے اس گلی میں اسٹریٹ میں دو آدمی رہتے ہیں۔ ایک آدمی پوچھتا ہوا آیا کہ فلاں صاحب

کا مکان کون سا ہے۔ اب اس نام کے دو آدمی ہیں دونوں میرے پڑوس میں رہتے ہیں میں نے کہا آپ کو معلوم ہے کہاں کام کرتے ہیں کہا نہیں معلوم۔ سب ہم نے سوالات کئے وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ کہا آپ نے دیکھا ہے کہا ہاں دیکھا ہے کہا وہ جو لنگڑا ہے اسے پوچھ رہے ہیں بس یہ غیبت ہوگئی۔ فلاں لنگڑے کو آپ پوچھ رہے ہیں یعنی ہم نے اس کا یہ عیب بیان کیا ہے بطور تحقیر کے بطور توہین کے۔ اس کو ہم بدل کے کہہ سکتے ہیں وہ بیچارے جن کا پیر چھوٹا ہے لنگڑا کے چلتے ہیں ان کے بارے میں آپ پوچھ رہے ہیں نہ اس کو ن کے تکلیف ہوگی نہ اس کی کسی کے سامنے توہین کر رہا ہوں۔ کالا ہے ایک آدمی۔ اب یہاں تو کالے پر بہت زیادہ تبصرہ ہوسکتا ہے نہیں کالے بھی زور میں ہیں کمزور نہیں ہیں تو ہمارے یہاں تو کالا ہمیشہ زور میں رہا ہے۔ لکھنؤ والے تو کالے سے بہت ڈرتے ہیں اس کا نام نہیں لیتے ہیں سانپ والا کہتے ہیں۔ خیر۔ ایک آدمی کالا ہے۔ وہی مثال لے لیجئے کہ محلّہ میں دو آدمی رہتے ہیں ایک آدمی پوچھنے کے لئے آیا ہے ایک آدمی کالا ہے ایک آدمی کالا نہیں ہے اس نے پوچھا فلاں صاحب یہاں کہاں رہتے ہیں ہم نے کہا اس کالئے کو پوچھ رہے ہو وہیں غیبت ہوگئی۔ یہاں تک کہ اگر پوچھتے وقت ہم نے پیر ویسے رکھ دیا جیسے لنگڑا آدمی رکھتا ہے تو وہ بھی غیبت ہوجائے گی اگر میں نے نقل کر دی لیکن ہم نے کہا بھئی ہمارے محلّہ میں دو آدمی رہتے ہیں ایک گورے رنگ کے ہیں اور ایک ایسے ہیں کہ ان کا رنگ گورا نہیں ہے کالے ہیں آپ کن کو پوچھ رہے ہیں بس نہ انسلٹ ہے نہ دکھ ہے نہ غیبت ہے اور پانچ جگہیں ایسی ہیں جہاں غیبت بیان ہوسکتی ہے مثلاً شادی کے لئے رشتے کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا ہے تو صحیح معلومات بتا دینا اگرچہ اس میں عیب پایا جائے گا غیبت نہیں ہے اگر کسی آدمی نے دین کی کوئی بات غلط بیان کی ہے اس بات کو بتانا کہ اس نے یہ بات غلط کہی ہے غیبت نہیں ہے اگر کسی نے اپنا

شجرہ بدل دیا ہے وہ سید ہے اپنے کو غیر سید بتا تا ہے یا غیر سید ہے اپنے کو سید بتا تا ہے کہ یہ بتا نا کہ جو بتا تا کہ ایسا نہیں ہے اس کا شجرہ یہ ہے اس میں غیبت نہیں ہے۔ کسی آدمی نے مجھے ستایا ہے مجھ پر ظلم کیا ہے تو مظلوم کو ظالم کے اس عیب کو بیان کرنے کا حق حاصل ہے جس کا تعلق اس کے ظلم سے ہے اس کے آگے عیب بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس نے ہم کو مارا ہے بڑا ظالم آدمی ہے۔ اس نے ہمارا مال چھین لیا ہم کہہ سکتے ہیں اس نے ہمیں گالی دی ہم کہہ سکتے ہیں لیکن وہ اپنے گھر میں اپنے باپ سے لڑتا ہے یہ بیان کرنا ہمارے لئے غیبت ہے اور اگر ہم اس عیب کا اس لئے تذکرہ کرتے ہیں کہ اس عیب کے بیان کرنے سے اس میں اس عیب کے دور ہونے کا راستہ پیدا ہو جائے گا اصلاح ہم کرنا چاہتے ہیں تو بھی عیب بیان کرنا مشکل نہیں ہے۔ ایک آدمی نے ایک آدمی کو دیکھا جوا کھیل رہا ہے اس نے کہا ہم ٹوکیں گے لڑ پڑے گا میرے پاس آیا۔ مولوی صاحب یہ آپ کے پاس آتے رہتے ہیں آج میں نے انہیں جوا کھیلتے ہوئے دیکھا کبھی آپ کو مل جائیں تو اطمینان سے انہیں سمجھایئے گا شاید خدا ہدایت دے دے تو وہ اگر چہ عیب بیان کر رہا ہے مگر نہ دُکھ پہنچانے کے لئے نہ توہین کرنے کے لئے۔ میں بات کو پھر وہیں پہ لانا چاہتا ہوں کہ مذہب کسی قیمت پر نہیں چاہتا ہے کہ سوسائٹی میں کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے دل ٹوٹ جائے رشتے ٹوٹ جائیں تعلقات خراب ہو جائیں تو میں نے یہاں تک بات آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ اگر ہم نے وہ شخص جو مومن ہے ہم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں نہیں پایا جاتا ہے یہ افتراء ہے بہتان ہے جھوٹ ہے یہ گناہ کبیرہ ہے لہٰذا ہم نے وہ عیب بیان کیا جو پایا جاتا ہے مگر بیان کا مقصد ہے اس کو دکھ پہنچانا اگر وہ سن لے بیان کا مقصد ہے سننے والے کی نگاہ میں اس کی حیثیت گرا دینا تو یہ غیبت ہے گناہ کبیرہ۔ اس میں ایک راستہ اور بھی ہے

شیطان تو بڑا ماہر ہے نہ ہماری سوسائٹی میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہتے ہیں جناب ہم ڈرتے نہیں ہم منھ پہ کہتے ہیں۔ بڑے بہادر ہو گئے ہو مگر اسی کے منھ پر کہیں گے جس سے ڈرتے نہیں ہیں۔ کانسٹبل کے منھ پر نہیں کہیں گے پولیس کے منھ پر حاکم کے منھ پر یا جو باس ہے جو نکال سکتا ہے یا جس سے قرض مانگنے گئے ہیں اگر وہ نہیں دے یعنی جہاں کام اٹک گیا اس کے منھ پہ نہیں کہہ سکتے بقیہ بہت سے۔ اتنا یاد رکھئے گا جو میدان میں شیر رہے وہ شیر ہے اور جو اپنے دروازے پر شیر بن جائے وہ شیر نہیں ہے وہ لفظ میں استعمال نہیں کرنا چاہتا ہوں آپ اردو کا محاورہ جانتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم ڈرتے نہیں ہیں منھ پہ کہنے والے ہیں تو منھ پہ آپ کیا کہنے والے ہیں وہی بات کہ منھ پہ یا تو آپ وہ بات کہیں گے جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے یا وہ بات کہیں گے جو اس میں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ بات کہیں گے جو نہیں پائی جاتی ہے تو دوہرا گناہ ہے کہ اس کا دل بھی دکھائیں گے اور اس پر جھوٹ بھی بولیں گے اور اگر وہ عیب پایا جاتا ہے جو اس میں ہے ہم نے وہ بیان کیا تو اس کا مطلب کیا ہوا کہ ہم اس کے دل کو ایذا پہنچا رہے ہیں۔ مومن کے دل کو دکھانا بہت بڑا جرم ہے اگر وہ فقط مومن ہے تب بھی دل نہیں دکھانا ہے اور اگر وہ بھائی ہے تو دونوں جرم ہو جائیں گے۔ مومن کا بھی دل دکھایا اور بھائی کا بھی دل دکھایا اگر ماں باپ کا دل دکھایا تو مومن کا بھی دل دکھایا اور ماں اور باپ کا بھی دل دکھایا۔ اگر عالم ہے اس کا ہم نے دل دکھایا تو مومن کا بھی دل دکھایا عالم کا بھی دل دکھایا یعنی جیسے رتبے بڑھتے جائیں گے جرم بڑھتا جائے گا مذہب کہتا ہے مومن کے لئے گناہ کبیرہ ہے کہ مومن کا دل دکھائے اشارے سے زبان سے کیسے ہی کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے مومن کے دل کو ٹھیس پہنچے یہ مذہب میں بڑا شدید جرم ہے بڑا شدید گناہ ہے گناہ کبیرہ جس کی سزا آگ ہے میں اس سلسلہ میں ایک اور آخری

بات آپ کی خدمت میں کہنا چاہتا ہوں صرف اس لئے کہنا چاہتا ہوں کہ ہم غیبت کرنا بند کردیں۔ اگر ہم مومن کا دل دکھانا بند کردیں اگر ہم افتراء اور بہتان کرنا بند کردیں تو ہماری سوسائٹی کے ہزاروں مسائل جو گھر سے لے کر قومی سطح تک آتے ہیں یہ سارے مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ یہ مسائل نہیں یہ مسائل جب سورج نہیں نکلتا ہے برف گرتی ہے راستے بند ہو جاتے ہیں دروازے بند ہو جاتے ہیں لیکن سورج نکل پڑے سب برف بہہ جایا کرتی ہے تو ویسے ہی جب سوسائٹی میں دین کی پابندی کا سورج غروب ہو جایا کرتا ہے پھر ہماری بے عملی کی برف گرنے لگتی ہے کبھی بے عملی کی برف گرتی ہے کہیں افتراء بہتان اور جھوٹ ایذا قتل مومن کی برف گرتی ہے اور راستے بند ہو جاتے ہیں دین کی پابندی کے ذریعہ حکم خدا کے سورج کو طالع ہونے دیجئے زندگی میں نکھار آجائے گا راستے جو بند ہو گئے ہیں کھل جائیں گے۔ ایک بات اور آخری بات کہہ کے آج کی زحمت تمام کرنا چاہتا ہوں سلسلۂ کلام یاد رکھئے گا مال کی فضول خرچی بھی عیب ہے اور زبان کی عقل کی فضول خرچی بھی عیب ہے اس فضول خرچی میں سے ایک فضول خرچی ہے دوسرے کے بارے میں سوچنا دوسرے کا عیب بیان کرنا دوسرے کو ذلیل کرنا اس کے بجائے بہترین کام کیا ہے اپنا عیب دور کریں اپنے اندر ہنر پیدا کرنے کی کوشش کریں دوسرے کا حساب کرنے کے بجائے اپنا حساب کریں۔ مومن کے دل کا دکھانا کیسا ہے مومن کے دل کا دکھانا ایسا ہے۔ میں یہ نہ آیت پڑھ رہا ہوں نہ حدیث پڑھ رہا ہوں ایک تخئیل ہے خیال ہے جو آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں ایک حدیث سے مدد لوں گا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری کوئی بیٹی ہمارا کوئی بچہ کوئی نوجوان کوئی بھائی کوئی بہن اس تصور پر تیار ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے خانۂ کعبہ کو گرادے۔ کہا یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے ہیں کہ ہم خانۂ کعبہ کو گرا

دیں۔اچھا ہم نے کہا کہ چلئے وہ اصلی اللہ کا گھر ہے اسکی نقلیں بنی ہیں مسجد اسے ہم گرا سکتے ہیں کہا نہیں اللہ کے گھر کو گرائیں۔تو اللہ کے گھر کو گرائیں گےتو دوزخ میں گھر بنائیں گے یہ کام نہیں کر سکتے تو معلوم یہ ہوا کہ کسی مومن کا تصور یہ نہیں ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کو مسجد کو گرا سکے اس لئے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اب حدیث سنئے۔حدیث میں خدا نے کہا کہ مومن۔مومن اگر اپنے دل سے میرے علاوہ غیر خدا کے تصور کو نکال دے تو میں ایسے مومن کے دل کو خدا کہتا ہے کہ میں ایسے مومن کے دل کو اپنا گھر بنانے پر تیار رہوں۔معلوم ہوا مومن کا دل اللہ کا گھر بھی ہےتو اگر ہم نے کسی مومن کو دکھ پہنچایا تو یہ اللہ کا گھر ڈھایا ہے کہ نہیں ڈھایا ہے اگر ہم نے کسی مومن کا دل توڑا تو اللہ کا گھر ہم نے گرایا ہے کہ نہیں گرایا اور اگر آپ یادرکھ سکیں تو ایک فقرہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے تسلیم ہے خانۂ کعبہ کی عظمت مجھے تسلیم ہے مسجد کا احترام۔ پھر اس کے بعد مجھے کہنے دیجئے کہ خانۂ کعبہ اللہ کا گھر ہے مگر بنایا ہے جناب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے یا ان کے بعد بندوں نے بنایا ہے۔مسجد اللہ کا گھر لیکن اسے بندوں نے بنایا ہے مومن کا دل اللہ کا وہ گھر ہے جس کو بندوں نے نہیں بنایا ہے خود خدا نے بنایا ہے۔میں کل آپ کے سامنے آخری گزارشیں کرسکوں گا لیکن ممکن ہے کہ آپ میں سے بہت سے آدمی کل نہ آسکیں تو میں جاتے جاتے آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دوسال میں جو یہاں کے حالات کا اندازہ لگایا ہے اس بناء پر آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں جو میں نے بار بار کہا ہے اسے میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے ہم پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ ہم اپنے کو بھی دیندار رکھیں اور جتنی ہم میں طاقت ہے اس کے حساب سے اپنی قوم کی ایک ایک فرد کو دیندار بنانے کی کوشش کریں۔میرا ذاتی تجربہ یہ بتاتا ہے کہ یہاں اس سوسائٹی اور ماحول میں پڑھ کے آدمی بہت بگڑ گئے ہیں مگر ایسے ماحول میں بھی ایسی فیملیاں

ایسے خاندان برقرار ہیں جو بہت بگڑنے کے ساتھ ساتھ اب بھی بہت سنورے ہوئے ہیں۔ یعنی زمین خشک نہیں ہوگئی ہے زمین میں نمی باقی ہے اس میں کھیتی ہوسکتی ہے اس میں درخت اُگ سکتے ہیں۔ وسائل کی بھی کمی نہیں ہے اس دنیا میں سب سے زیادہ وسائل میں جو چیز گنی جاتی ہے تو وہ پیسے کی شکل میں گنی جاتی ہے اللہ کا فضل ہے کہ یہاں کوئی پیسے کے حساب سے پریشان نہیں ہے اگر یہاں عالم دین نہیں ہے تو لائے جاسکتے ہیں اگر پابند دین اور مبلغ نہیں ہے تو وہ ڈھونڈھے جاسکتے ہیں سب ممکن ہے کمی فقط ایک ہے بس وہ کمی دور ہو جائے تو آپ یقین مانئے کہ یہ یورپ جو آج پریشانی کا سبب بنا ہوا ہے کہ ہماری نسلیں کہیں بگڑ نہ جائیں اگر وہ سب دین کو اپنے اندر لے آئیں تو ہماری فیملیاں مبلّغ بن جائیں گی اور دوسرے لوگوں کو غیروں کو اپنی طرف مائل کرسکیں گی۔ ہم سے کبھی کبھی بچے کہتے ہیں نوجوان کہتے ہیں کہ کتاب میں ہم نے اسلام دیکھا تھا پڑھا تھا لیکن ہم نے زندگی میں یہاں اسلام دیکھا ہے لوگ کہتے ہیں ہمارے بچے کہتے ہیں اسلام تو یہاں دکھائی دیتا ہے ہم اسلام کو کیوں مانیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس کے جواب میں ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں یعنی آپ یہی تو کہنا چاہتے ہیں کہ اسلام پر یہ عمل کررہے ہیں ہم عمل نہیں کررہے ہیں تو اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ یہ عمل کررہے ہیں ہم عمل نہیں کررہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کتاب میں بھی اسلام ہے اگر ہم عمل بھی کرنے لگیں تو اسلام کتاب کے اندر بھی آجائے گا زندگی کے اندر بھی آجائے گا۔ یہ کون سی خوبی ہے کہ ان میں اسلام ہے ہم میں اسلام نہیں ہے غیروں کی تعریف کرنا اپنے کو حقیر سمجھنا یہ وہی کنجوسی ہے عقل اور فکر کی جس کو میں نے آپ کے سامنے بارہا پیش کیا ہے ہم میں ہمت ہونا چاہئے ہم میں جذبہ ہونا چاہئے ہم میں ولولہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کو پابند دین بنائیں اور ایسا بنائیں کہ جو کتاب میں ہے وہ ہماری زندگی

میں ہو جائے تا کہ ہم خود کھنچنے کے بجائے دوسروں کو کھینچنے کا راستہ بن جائیں۔ کچھ مشکل نہیں ہے تو آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ کس چیز کی کمی ہے تو سنئے نہ آدمیوں کی کمی ہے نہ عقل کی کمی ہے نہ علم کی کمی ہے نہ پیسے کی کمی ہے کمی فقط احساس اور جذبے کی ہے۔ ہم اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ اپنے کو حالات کے حوالے کر دیں یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہم میں یہ ہمت ہونا چاہیے کہ ہم اپنی جگہ پر قائم اور مستحکم رہیں گے اور حالات سے متاثر ہونے کے بجائے حالات کو متاثر کریں گے۔ ٹھیک ہے کام جب شروع ہوتا ہے تو زیرو سے شروع ہوتا ہے ہم جب دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں ہم نے بہت کیا ہے مگر ابھی تو نناوے کام باقی ہے۔ یہ کیوں سوچتے ہیں نناوے ابھی باقی ہے یہ کیوں نہیں سوچتے ہیں کہ زیرو سے یہاں تک آ گئے ہیں۔ آج ہمارے پاس اماباڑے موجود ہیں آج آپ کے پاس سواریاں موجود ہیں آج آپ کے پاس مسجدیں موجود ہیں آج آپ کے پاس نمازیں موجود ہیں آج آپ کے پاس ادارے موجود ہیں آج آپ کے پاس اللہ کی دی ہوئی خوشحالی موجود ہے آج آپ کے پاس وہ ذرائع علم موجود ہیں جو دوسروں کے پاس موجود نہیں ہیں ان سب سے فائدہ اٹھائیے اور دین خدا کو مستحکم کیجئے اور نبیؐ اور ائمہؑ کے ماننے والی اولادوں اور فیملیوں کو پیدا کرنے کی کوشش کیجئے اگر ہم ایک فرد کو بیدار کر دیں ایک ساتھ مل کے کام کریں تو ادھر سے بے شمار ہماری مدد ہوگی اور توفیقات میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر ہم نے یہ نہیں کیا تو وہی فقرہ جو میں نے آپ کے سامنے کہا تھا وہی فقرہ پھر دوہرانا چاہتا ہوں کہ نبیؐ کی بیویوں سے خدا نے کہا کہ تم نیکی کرو گی تو دوہرا ثواب دیں گے اور اگر گناہ کرو گی تو عذاب بھی دونا ہوگا جو جنگلوں میں رہ رہے ہیں جو دیہاتوں میں رہ رہے ہیں جو جاہلوں میں رہ رہے ہیں جن کے پاس کھانے پینے کے لئے نہیں ہے ان سے اتنا سخت حساب نہیں ہوگا جتنا سخت حساب ہم سے ہوگا۔ علم بھی تھا

تمہارے پاس عقل بھی تمہارے ساتھ تھی سوسائٹی بھی تمہارے ساتھ تھی روزی بھی تمہارے پاس تھی راستے بھی تمہارے پاس تھے لیکن اس کے بعد تم ہمارا نام لیتے تھے ہمارا کام نہیں کرتے تھے۔ جو جتنا ذمہ دار ہے اس کو اتنا ہی جواب دہ ہونا پڑے گا اسی لئے میں نے ان دنوں میں اپنے ان دوستوں سے جن کے ہاتھ میں یہاں کا نظام ہے ان سے یہ کہا ہے کہ آپ کو عملی زندگی میں نمونہ بن کر کے آگے آنا پڑے گا تاکہ جو پیچھے رہنے والے ہیں ان کو احساس ہو کہ یہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ آپ کا ساتھ دیں گے اور بڑی خوش نصیبی ہے کہ کسی کو کام کرنے کا موقع مل جائے۔ بڑی خوش نصیبی کہ اگر کسی انسان کو اپنی دینداری کی خدمت کرنے کا موقع مل جائے اور دوسروں کو دیندار بنانے کا موقع مل جائے۔ میں آپ کی خدمت میں ان گزارشوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور یہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر چہ میں چلا بھی جاؤں لیکن میرے احساسات آپ کے لئے بے چین رہیں گے میں یہی چاہوں گا کہ جو بے چینی مجھ میں ہے وہ بے چینی آپ میں پیدا ہو جائے میں دور رہ کے دعا کرسکوں گا آپ قریب رہ کے دعا بھی کرسکیں گے عمل بھی کرسکیں گے۔ بس انہیں الفاظ کے ساتھ آپ کی زحمت کو میں مکمل کرنا چاہتا ہوں میرے پاس اب کوئی بات کہنے کے لئے نہیں ہے جو باتیں میں نے آپ کے سامنے بار بار کہی ہیں میں ان کو پھر دوبارہ کہہ سکتا ہوں اور یہ مجھے یقین ہے کہ ان کے اثر میں کبھی کوئی فرق پیدا نہیں ہوگا ہم کو فیصلہ کرنا ہے کیا سوچ کے فیصلہ کرنا ہے ہم کو یہ سوچ کے فیصلہ کرنا ہے کہ جس نے کانٹوں پر چل کے پتھر کھا کے پیٹ سے پتھر باندھ کے دین کو ہمارے اور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ رسولؐ آج ہماری طرف کن نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ ہمیں سوچنا ہے کہ جس نے چکی اتنی پیسی تھی کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے جس نے مشک پانی کی اتنی اٹھائی تھی کہ مشک اٹھانے کا پیٹھ پر نشان بن گیا تھا جس کا دروازہ جلا تھا۔ جلتا

ہوا دروازہ اس پر گرا تھا اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا محسن محسنؑ شہید ہو گیا تھا وہ فاطمہؑ آج ہماری طرف کس نگاہ سے دیکھ رہی ہیں کہ تم ہمارے رہو گے یا نہیں رہو گے ہمارا کام کرو گے یا نہیں کرو گے پھر شب جمعہ جمع ہو گے یا ہمیشہ جمع ہوتے رہو گے ایک شب جمعہ جمع ہو گے یا ہر شب جمعہ جمع ہوتے رہو گے۔ کہیں رہو امامباڑے میں رہو مسجد میں رہو اپنے گھر میں رہو دفتر میں رہو فاطمہؑ آواز دے رہی ہیں یہ سوچتے رہو کہ تم ہمارے ہو یا بیگانے ہو گئے ہو۔ غیروں کے ہو گئے ہو یا ہمارے ہو۔ وہ علیؑ جس نے خون جگر پی پی کے زندگی بسر کی ہے آج ہماری طرف دیکھ رہا ہے کہ ہمارے سر کے اس زخم پر تمہاری نگاہ ہے کہ نہیں ہے جہاں میرے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے سر کے دو ٹکڑے ہونا اسی لیے گوارہ کر لیا ہے کہ تم دین کے پابند رہو تم میں دو ٹکڑے نہ ہونے پائیں۔ حسنؑ نے جو خون کی قے کی زہر پلائے جانے کے بعد جو خون کی قے کی ہے تو جگر کے ٹکڑے تھے جو اس میں تیر رہے تھے۔ میں ایک لفظ کہوں گا۔ رک گیا ہوں۔ میں ایک لفظ کہوں گا اپنی ہر بہن سے کہوں گا اپنی ہر بیٹی سے کہوں گا اپنے ہر بچے سے کہوں گا ہر نوجوان سے کہوں گا ہر بھائی سے کہوں گا اور دوبارہ پھر کہتا ہوں میری بہنو! میرے بھائیو! سنو حسنؑ نے خون کی قے کے بعد جب طشت میں خون میں اپنے جگر کے ٹکڑے دیکھے ہیں تو شاید اس دن سے لے کے آج تک یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنے جگر کے ٹکڑے طشت میں اس لئے دیکھ لیے کہ میں دین بچانا چاہتا ہوں۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کے لیے کیا طے کیا ہے یہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں جائیں گے۔ ہماری اولادیں ہماری جگر کے ٹکڑے ہیں ہمارے لئے حسنؑ آواز دے رہے ہیں کہ یہ بتاؤ میں نے جو زحمت جھیلی ہے یہ ضائع ہو جائے گی یا تم اپنے جگر کے ٹکڑوں کو مذہب کا پابند بنا کے دوزخ سے بچا کے جنت

کے راستے پر پہنچا دو گے اور کون آواز نہیں دے رہا ہے۔ حسینؑ آواز دے رہے ہیں گلے میں طوق پہنے ہوئے سید سجادؑ آواز دے رہے ہیں گھر میں نظر بند رہ کے محمد باقرؑ آواز دے رہے ہیں قید خانے میں رہنے والے موسی ابن جعفرؑ آواز دے رہے ہیں عالم غربت میں جان دینے والے امامؑ غریب آواز دے رہے ہیں اور سب سے زیادہ پردۂ غیبت میں صدیاں گزارنے والا آواز دے رہا ہے تم کو میرے پردیسی ہونے کا احساس ہے یا نہیں ہے تم کو میری بے چینی کا احساس ہے یا نہیں ہے تم جہاں پکارو گے ہم کو میں وہاں ملوں گا۔ جہاں تم پکارو گے میں تم کو وہاں ملوں گا ۔تمہارا جہاں جی چاہے آواز دو یا صاحب الزمانؑ ادرکنی میں تم کو وہیں ملوں گا لیکن تم یہ بتاؤ جب میں تمہیں پکارتا ہوں تم بھی مجھے ملو گے یا نہیں ملو گے۔ میں نے آپ کے سامنے بارہا کہا ہے کہ اور اب کچھ کہنے کو نہیں ہے کہ سوائے اس کے کہ میں یہ کہوں کہ میں ایک درد دل لے کے آیا ہوں ؛ سے لے جانا چاہتا ہوں مگر اسے آپ کے دلوں میں منتقل کر کے لے جانا چاہتا ہوں بس اس کے بعد مجھے اتنا ہی یاد دلانا ہے کہ یہ جو دن گزر رہے ہیں جو یہ تاریخیں گزر رہی ہیں ہم کو ان کو فراموش نہیں کرنا چاہیے یہ دن ایسے گزر رہے ہیں کہ زینبؑ بھائی کا کٹا ہوا سر لے کے کربلا سے چل چکی ہیں کوفے سے جا رہی ہیں دمشق کی طرف جا رہی ہیں۔ میں ایک چھوٹا سا موقع آپ کو یاد دلا دوں اور مجلس تمام کر دوں۔ کربلا سے جب قافلہ چلا ہے تو دو عورتیں جو اصحاب حسینؑ کی بیوائیں تھیں ان کے بچے سب زینبؑ کے ساتھ تھے اور سکینہؑ کے ساتھ تھے لیکن جب شاہزادی اپنے قافلہ کو لے کے دمشق روانہ کی گئی ہیں تو پھر قبیلوں کے لوگ آئے اور انہوں نے آ کے ابن زیاد سے کہا کہ ابن زیاد ہمارے قبیلے کے مردوں نے ہمارا کہنا نہیں مانا تھا تم نے ان کو قتل کیا ہم کچھ نہیں کہتے تم نے ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے تم سے کچھ نہیں کہتے لیکن ہم سے یہ نہیں دیکھا جاتا

ہے کہ ہماری زندگی میں ہمارے قبیلے کی عورتوں کو بغیر چادر کے قیدی بنا کے لے جایا جائے لہٰذا ہماری یہ درخواست ہے کہ ہمارے حق کی بناء پر ہمارے قبیلے کی عورتوں کو آزاد کر دیا جائے ابن زیاد نے کہا ہاں قبیلے والوں اپنے اپنے قبیلے کی عورتوں کو واپس لے جاؤ البتہ زینبؑ کا بچانے والا کوئی نہیں ہے اہل حرم اور سیدانیوں کا چھڑانے والا کوئی نہیں ہے ان کی کنیزوں کے لئے سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔منظر بڑا دل دوز تھا منظر بڑا غمناک تھا جب درمیان میں فوج کے سپاہی آرہے تھے ان کے ہاتھوں میں تازیانے اور کوڑے تھے ان کے ہاتھ میں تلواریں تھیں ان کے ہاتھ میں نوک نیزہ تھا۔جس کی نوک چھبوئی جارہی تھی اور یہ اس لئے درمیان میں آئے تھے کہ اصحاب کی بیواؤں کو الگ کر دینا چاہتے تھے اور سیدانیوں کو الگ کر دینا چاہتے ہیں۔ زینبؑ کہہ رہی تھیں تمہارے شوہروں نے حق ادا کیا ہے تم جاؤ ہم تم سے شرمندہ ہیں کہ نہ تمہاری خاطر کر سکے نہ تمہارے شوہروں کی خاطر کر سکے۔بچوں جاؤ تمہارے باپ شہید ہو گئے تم یتیم ہو گئے ہو زینبؑ تمہاری خاطر نہیں کر سکی اور یہ بچے بلبلا کے رو رہے تھے۔ یہ بی بیاں بے چین ہو کے تڑپ رہی تھیں اور آواز دے رہی تھیں شاہزادی تازیانے کھانے میں ہم کو کوئی تکلیف نہیں ہے نوک نیزہ چھبوئے جانے سے ہم کو کوئی زحمت نہیں ہے ہمارا دل بے چین ہے کہ ان ظالموں نے اپنے دستے کو حائل کر دیا ہے اے بی بی آپ جارہی ہیں ہم نہیں جارہے ہیں یہ ہماری بے چینی ہے۔ زینبؑ کا اونٹ روانہ ہو گیا اور شاید زینبؑ نے آواز دی ہو۔اصحاب کی بیویوں خدا حافظ و ناصر۔اور یہ بی بیاں آواز دے رہی تھیں۔بی بی ہماری مجبوریوں کو معاف کر دینا۔

"سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس

(۸)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیہِ السَّلَام اَلعَقلُ مَا عُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰنo

مولائے کائنات امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہ بات بتائی کہ عقل صرف اس سمجھ کا نام ہے کہ جو انسان کو خدا کی عبادت کراتی ہے اس کے احکام کے ماننے پر تیار کرے اور آمادہ کرے۔ میں اس سلسلہ کی بہت سی باتیں آپ کے سامنے کہہ چکا ہوں اور اپنی کہی ہوئی باتوں میں سے آج ایک دو بات پھر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ انسان کے کام اور عمل سے زیادہ اہم بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے سوچنے کا انداز کیسا ہے اس لیے کہ آدمی جیسا سوچتا ہے ویسا کام کرتا ہے آدمی کے سوچنے سے آدمی کی فکر سے کام اور عمل پیدا ہوتا ہے لہٰذا عمل اور کام سے زیادہ اہم ہے کہ سوچنے کا انداز کیا ہے اگر سوچنے کا انداز اسلامی ہے تو آدمی وہ کام کرے گا جن کا حکم اسلام نے دیا ہے اگر سوچنے کا انداز غیر اسلامی ہے تو وہ اسلام کا ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے احکام پر عمل نہیں کرے گا۔ اسی لئے ہم آپ سبھی یہ بات جانتے ہیں کہ مذہب میں بھی عمل سے زیادہ عقیدہ پر زور دیا گیا ہے اس لئے کہ عقیدہ عمل کو پیدا کرتا ہے صحیح عقیدہ صحیح عمل کو پیدا کرتا ہے

اور اگر عقیدہ غلط ہو جائے تو یقیناً عمل بھی غلط ہو جائے گا آپ یہ نہ سوچیں کہ سوچنے سے اور یقین سے اور عقیدہ کو صرف دین میں اہمیت دی جاتی ہے نہیں آج کی دنیا میں ہر آدمی یہ بات جانتا ہے کہ جو بھی کسی مشن کو چلاتا ہے اسکی پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے دماغ کو اس طرح سے تربیت دے ان کو اس طرح سے دھوئے اور واش کرے کہ صرف اسی کے خیالات اس کے دماغ میں باقی رہ جائیں تو اگر آج قومیں آج حکومتیں انسانوں کے دماغ کو اپنے راستے پر ڈھالنے کی کوشش کرتی ہیں تو اسی لئے کرتی ہیں کہ ان کے سب کے سامنے یہ حقیقت ہے کہ جیسا آدمی کا سوچنے کا انداز بن جائے گا ویسا ہی آدمی کا عمل اور کردار اور کیریکٹر بن جائے گا اس لئے میں آج کی تقریر میں آپ کے سامنے جس خاص مسئلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ ہم کو ہمیشہ اپنا حساب کرتے رہنا چاہیے کہ ہماری فکر اسلامی ہے یا نہیں ہے ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہے یا غیر اسلامی ہے میں آپ کی خدمت میں قرآن مجید کا ایک تذکرہ پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ بنی اسرائیل یعنی جناب موسیٰ کی قوم جناب موسیٰؑ کے ماننے والے انہوں نے دین قبول کیا اللہ کا دین قبول کیا اسلام قبول کیا آپ کہیں یہ نہ سوچیں کہ اسلام فقط یہی دین ہے جو پیغمبرؐ سے شروع ہوا ہے نہیں پیغمبرؐ نے جس دین کو پیش کیا ہے یہ جناب آدمؑ سے شروع ہوا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں نے اسے پیش کیا اگر آج اس کا نام اسلام ہے تو کل جناب آدمؑ نے جو پیش کیا تھا وہ بھی اسلام ہی تھا تو وہ لوگ جو جناب موسیٰؑ کے ہاتھ پر دین قبول کر رہے تھے جب وہ مسلمان ہوئے تھے جو جناب ابراہیمؑ کے ہاتھ پر دین قبول کر رہے تھے وہ مسلمان ہوئے تھے جو جناب عیسیٰؑ کے ہاتھ پر دین قبول کر رہے تھے وہ مسلمان ہوئے تھے بعد میں جو یہودی پیدا ہوئے عیسائی پیدا ہوئے وہ دین سے ہٹ گئے جو موسیٰؑ کا دین تھا عیسیٰؑ کا دین تھا تو یہ تو ایک ضمنی بات تھی میں

آپ کے سامنے یہ کہنا چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل یعنی جناب موسیٰ کے ماننے والے اللہ کو ماننے والے جناب موسیٰؑ کے ذریعہ اسلام تک پہنچنے والے خدا کو ماننے والے ایک خدا کو ماننے والے وہ پیغمبرؑ جناب موسیٰ کے ساتھ پیغمبرؑ کے ساتھ ایک راستے سے جا رہے تھے آپ بھرپور توجہ کے ساتھ اس بات کو سنیں قرآن مجید نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ بنی اسرائیل جناب موسیٰ کے ساتھ جا رہے ہیں کوئی جگہ ان کو بت نظر آئے یہ بت کس کے تھے یہ بت ان لوگوں کے تھے جو خدا کو نہیں مانتے تھے بلکہ بتوں کو اپنا خدا مانتے تھے تو جناب موسیٰ کے ساتھ جو بنی اسرائیل ہیں وہ خدا کے ماننے والے ہیں اور ان بتوں کو ماننے والے وہ ہیں جو خدا کو ماننے والے نہیں ہیں بلکہ ان بتوں کو ماننے والے ہیں قرآن مجید آج بھی ان تذکروں کو ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان بتوں کو دیکھ کے جناب موسیٰ سے یہ کہا کہ اللہ کے نبیؑ جیسے ان کے پاس کچھ بت ہیں ایسے ہی کچھ ہمارے لئے بھی بت بنا دیجئے۔ آپ کو حیرت ہو رہی ہوگی آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ خدا کا ماننے والا نبیؑ کا ماننے والا سچے دین اسلام کا ماننے والا جو جناب موسیٰؑ سے یہ کہے کہ خدا کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے بھی کچھ بت چاہئے جیسے اس قوم کے پاس بت ہے لیکن ہماری حیرت ہمارے تعجب کی کوئی جگہ نہیں ہے اس لئے کہ آج بھی قرآن کے دامن میں تذکرہ محفوظ ہے یہ ذکر موجود ہے یہ بات قرآن میں لکھی ہوئی ہے کہ بنی اسرائیلؑ نے مسلمان ہونے کے باوجود اللہ کا دین ماننے کے باوجود اللہ ہی کے نبی جناب موسیٰ سے کہا کہ جیسے ان کے پاس بت ہیں ویسے ہی ہمارے لیے کچھ بت بنا دیجئے۔ یعنی خود بت بنالیں وہ ایک الگ بات ہے نہیں نبیؑ ہی سے کہہ رہے ہیں جناب موسیٰؑ سے ہی کہہ رہے ہیں کہ ایسے ہی بت جیسے اس قوم کے پاس ہیں جو بت پرست ہیں خدا پرست نہیں ہے جو موحد نہیں ہے جو اللہ کو ماننے والی نہیں ہے اس

قوم کی طرح ہم کو بھی بت چاہئے آپ بنا دیجئے۔ یہ بات کیوں پیدا ہوئی یہ بات اس لئے پیدا ہوئی کہ بنی اسرائیل جناب موسیٰؑ کو نبیؑ ضرور مان رہے تھے اللہ کو اللہ ضرور مان رہے تھے لیکن ان کے سوچنے کا انداز بالکل اسلامی نہیں ہوا تھا اگر بنی اسرائیل کے سوچنے کا انداز اسلامی ہو گیا ہوتا تو ان کی فکر اسلامی ہوتی۔ وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ خدا کے ماننے والے کو بت بھی چاہئے۔ نہیں خدا کے ساتھ بت کے سوچنے کا انداز یہ بتاتا ہے کہ ان کا دماغ مسلمان نہیں ہوا تھا ان کے سوچنے کا انداز مسلمان نہیں تھا ان کی فکر اسلامی نہیں تھی۔ ایک تو اللہ کو ماننے کے بعد بت کے لئے دماغ میں جگہ پائی جائے یہ خود غیر اسلامی سوچنے کا انداز ہے دوسرے یہ کہ وہ بت چاہئے اور ایسے ہی چاہیے کہ جو اللہ کا نبیؑ ہے جناب موسیٰؑ وہ بت بنا دے یعنی یہ حد سے بڑی گزری ہوئی بات تھی اور میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اور بہت سے واقعات ہم کو ملیں گے جو یہ بتاتے ہیں کہ لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں مگر ان کے سوچنے کا انداز مسلمان نہیں ہوتا ہے ان کا دماغ مسلمان نہیں ہوتا ہے ان کی فکر اسلامی نہیں ہوتی ہے تو پھر وہ پلٹ جاتے ہیں دین چھوڑ کر وہ گناہ کرتے ہیں وہ سرکشی کرتے ہیں وہ نافرمانی کرتے ہیں وہ عذاب سے نہیں ڈرتے ہیں وہ دنیا کے دھارے میں بہہ جاتے ہیں۔ میں رکا ہوں اور اس لئے رکا ہوں کہ میں اپنے سننے والوں کی رائے معلوم کروں بنی اسرائیل کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا میری ہر بیٹی کا میری ہر بہن کا میرے ہر بھائی کا میرے ہر بچے کا کیا خیال ہے ان بنی اسرائیل کے بارے میں جو اللہ کو ماننے کے ساتھ ساتھ بت بھی مانگتے ہیں اور جناب موسیٰؑ سے کہتے ہیں بت ہمیں بنا دیجئے اور اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سامنے جو قوم رہتی ہے اس کے پاس بت ہیں تو ہمارے پاس بھی ہونا چاہئے۔ ہم میں سے ہر آدمی کہے گا کہ یہ تو ہمیں مسلمان نہیں دکھائی دیتے یہ تو ہم کو

اللہ کو ماننے والے نہیں معلوم ہوتے ہیں یہ تو خالی بغیر سمجھے ہوئے شاید کلمہ پڑھ گئے ہیں ان کا دل ودماغ تو مسلمان نہیں ہے آپ کی یہ رائے ہوگی اور یہ رائے صحیح ہوگی میں اس کے ساتھ ساتھ آپ کی خدمت میں ایک دوسرا واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو اس بات کو اور زیادہ واضح اور صاف کردے گا کہ جو خدا کے ساتھ بت کو مانے وہ بت کے ساتھ خدا کو مانے وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکے کے بت پرست آئے وہ جو خدا کو نہیں مانتے جو نبیؐ کو نہیں مانتے وہ جو اپنے باپ دادا کے دین پر ہیں یہ جانتے ہوئے کہ دین غلط ہے مگر باپ دادا کے دین پر ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ نبیؐ کا دین سچا ہے نبیؐ کے دین کو نہیں مانتے۔ توجہ چاہتا ہوں۔ نبیؐ کا دین نہیں مانتے وہ اپنے باپ دادا کے دین پر ضد کے ساتھ اڑے ہوئے ہیں تو ان کے اور نبیؐ کے درمیان اختلافات پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ نبیؐ کہتے ہیں یہ بت خدا نہیں ہے خدا وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے یہ بت تو ہمارے پیدا کئے ہوئے ہیں ان کو تم نے بنایا ہے جس کو تم نے بنایا ہے تم اس کے خالق ہو جس نے تمہیں بنایا ہے وہ تمہارا خالق ہے جو تمہارا خالق ہے وہ تمہارا خدا ہے جس کے تم خالق ہو وہ تمہارا خدا نہیں ہے۔ تو جو اختلافات کے بعد ایک وفد پیغمبرؐ کی خدمت میں کافروں کا آتا ہے بت پرستوں کا آتا ہے اسلام کے مخالفوں کا آتا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے نبیؐ ہم نے ایک ایسا فارمولا طے کیا ہے کہ آپ اگر اس پر راضی ہو جائیں تو ہمارے آپ کے درمیان جھگڑا ختم ہو جائے گا تو یہ تو ہر آدمی کہے گا جھگڑا ختم ہو جانا چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ جھگڑا یوں ختم ہو سکتا ہے کہ جو لڑ رہے ہیں نہ لڑیں جن کے درمیان عداوت ودشمنی پیدا ہو گئی ہو وہ ایک دوسرے سے ملنے لگیں ملاقات کرنے لگیں لیکن یہ جھگڑا تو نہیں طے ہو سکتا ہے کہ میں سفید کو کالا کہہ رہا ہوں آپ بھی سفید کو کالا کہنے لگیں جھگڑا یوں تو نہیں طے

ہوسکتا ہے کہ آپ حق کہتے ہیں میں باطل کہتا ہوں تو یہ کہوں کہ جھگڑا یوں طے ہو جائے گا کہ آپ بھی باطل کو حق کہنے لگیں کسی جھوٹے کے ساتھ جھگڑا یوں تو نہیں طے ہوسکتا ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ جھوٹ بولنے لگیں نہیں جھوٹ جھوٹ رہے گا سچ سچ رہے گا یہ جھگڑا تو نہیں ختم ہوسکتا ہے اگر یہ جھگڑا ہے جھگڑا یہی ہے کہ تعلقات خراب نہیں ہونا چاہئے۔ ملنے جلنے میں ایسے حالات نہ پیدا ہوں کہ فتنہ پیدا ہو، فساد پیدا ہو ٹینشن پیدا ہو یہ باتیں نہیں ہونا چاہیے اور یہ باتیں نہ اسلام ان کو پسند کرتا ہے نہ اسلام ان کی اجازت دیتا ہے تو بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی۔ ان بت پرستوں نے ان کافروں نے ان خدا کے نہ ماننے والوں نے آکر کے جناب حضور سرور کائناتؐ سے یہ کہا کہ ہم نے فارمولہ یہ ایجاد کیا ہے کہ ہم اپنے بتوں کو بھی سجدہ کریں گے اور بتوں کو سجدہ کر کے آپ کے خدا کو بھی سجدہ کر دیں گے آپ اتنی سی بات پر راضی ہو جائیں کہ آپ خدا کو سجدے کیجئے جتنے چاہتے ہیں سجدے کیجئے مگر ایک سجدہ ہمارے بتوں کو بھی کر دیا کیجئے بس آپ ہمارے دین کو مان لیجئے ہم آپ کے دین کو مان لیں۔ ذرا سوچیں۔ دیکھئے یہ وہی بات تھی جو بنی اسرائیل نے کہی تھی کہ جناب موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی بت بنا دیجئے۔ توجہ فرما رہے ہیں تو خداوند عالم نے پیغمبرؐ پر ایک سورہ نازل کیا اس سورہ میں جواب فراہم کیا یہ سورہ کیا بسم اللہ الرحمین الرحیم قل یا ایھا الکافرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد ارشاد ہوتا ہے میرے پیغمبرؐ آپ ان کافروں سے جو وفد لے کر آئے ہیں جنھوں نے یہ کہا ہے کہ ہم اپنے بتوں کو مانیں گے اور آپ کے خدا کو بھی سجدہ کریں گے آپ اپنے خدا کو بھی سجدہ کیجیے ہمارے بتوں کو بھی سجدہ کیجیے ان سے آپ یہ کہہ دیں کیا کہہ دیں کہ تم جن بتوں کو مانتے ہو ان کو میں نے کبھی نہیں مانا اور نہ میں آئندہ کبھی تمہارے بتوں کو مان سکتا ہوں نہ مانتا تھا تمہارے بتوں کو اور نہ مانوں گا تمہارے بتوں کو اور

تم بھی اب تک میرے خدا کو نہیں مانتے جو سننے کی بات ہے وہ کیا ہے تم بھی اب تک میرے خدا کو نہیں مانتے تھے اور یہ جو تمہارا خیال ہے کہ تم بتوں کو مان کے میرے خدا کو بھی مان لو گے تو اس طرح سے اگر تمہارا ماننے کا خیال ہے تو اس طرح سے ماننے والا کبھی میرے خدا کا ماننے والا نہیں بن سکتا اب اتنا ہو سکتا ہے اور اتنا ہو رہا ہے کہ تم اپنے دین پر رہ سکتے ہو میں اپنے دین پر رہ سکتا ہوں میں نے تمہارے خلاف کوئی ٹینشن نہیں پیدا کیا ہے تم نے میرے خلاف ٹینشن پیدا کیا ہے تم ٹینشن ختم کر دو جھگڑا نہیں باقی رہے گا لیکن جو اصول ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تو اب آپ پہچانئے کہ جیسی بات بنی اسرائیل نے کہی تھی کہ اللہ کے ہوتے ہوئے جناب موسیٰ اس قوم کے پاس بت ہیں ہمارے لئے بھی بنا دیجئے ویسے ہی بات یہ مکہ کے بت پرست حضور سرور کائناتؐ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ رہے ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنے بتوں کو بھی مانیں گے آپ کے خدا کو بھی مانیں گے آپ بھی اپنے خدا کو بھی مانئے اور ہمارے بتوں کو بھی مانئے قرآن مجید میں سورۂ قل یاایھا الکافرون نے اتر کر بتایا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا کا ماننے والا بتوں کو مانے اور بتوں کا ماننے والا خدا کو مانے۔ میں نے یہ دونوں باتیں آپ کے سامنے اس لئے نقل کی ہیں کہ ہمارے سامنے یہ حقیقت آجائے کہ فکر اگر اسلامی ہے اگر ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہے اگر ہم اسلام کے مطابق سوچتے ہیں تو غیر اسلامی چیزیں ہمارے سماج میں ہماری سوسائٹی میں ہماری زندگی میں ہماری آرزوؤں میں ہماری خواہشوں میں داخل نہیں ہونا چاہئے اور اگر غیر اسلامی چیزوں کو بھی ہم شامل کر لیتے ہیں تو اگر ہم غیر اسلامی چیزوں کو زندگی میں شامل کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی اسی راستے پر جا رہے ہیں خدانخواستہ جس راستے پر بنی اسرائیل گئے تھے ہم خدا کو تو مانتے ہیں ہم کو بھی بت چاہیے اگر ہم غیر اسلامی باتوں کو شامل کر لیتے ہیں

تو اس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں کہ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں ہے ہمارا دماغ ہمارا ذہن ہمارا دل مسلمان نہیں ہے لہٰذا ہم بھی غیر اسلامی باتوں کو شامل کر لینا چاہتے ہیں اپنی زندگی میں جیسے ان کافروں نے آ کے پیغمبرؐ سے کہا تھا آج اس مجلس کا بیان کرنے میں میرا ذہن اس بات کے بیان کرنے کی طرف کیوں گیا ہے اس کی وجہ آپ کے سامنے اگر واضح نہیں ہے تو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ آج ہمارے اس شہر میں کھاتے لکھے گئے ہیں کھاتے نئے چوپڑے لکھے گئے ہیں نئے چوپڑے۔ دیوالی جس کا تہوار ہے اس کا تہوار ہے ہم کو دوسرے کے پاس میں کچھ سوچنے کا کچھ کہنے کا حق نہیں ہے جو جیسا سوچتا ہے جیسا کرتا ہے وہ اس کی ذمہ داری ہے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہے یا نہیں ہے تو اگر ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہے تو پھر ہمارے سوچنے کے انداز کے اسلامی ہونے کے بعد ہماری زندگی میں کوئی غیر اسلامی چیز شامل داخل نہیں ہوسکتی۔ تو اگر یہ کاروبار کی مجبوری ہے نئے چوپڑے دیوالی سے شروع ہوں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ پوری ہندوستان کی ہر بستی میں ہر شہر میں مالی سال سرکاری طور پر ۳۱/مارچ کو ختم ہوتا ہے تو پہلی اپریل سے کھاتا نیا شروع ہو تو اگر ہم اپنے کھاتے کو اپنے حساب سے بینک سے ملا کے رکھنا چاہتے ہیں بعض آسانیوں کے لئے اور ہم سال پہلی اپریل سے شروع کرتے ہیں ۳۱/مارچ کو ختم کرتے ہیں یہ کوئی غیر اسلامی بات نہیں ہے اگر ہمارا کاروباران بیوپاریوں سے ہے جو اپنا کھاتہ دیوالی سے شروع کرتے ہیں تو ہم کو اپنی آسانی کے لیے اگر دیوالی ہی سے کھاتہ شروع کرنا پڑتا ہے تو یہ کوئی غیر اسلامی بات نہیں ہے اس لئے کہ کھاتہ کس دن شروع کیا جائے نیا کھاتہ کس دن شروع کیا جائے یہ کوئی اسلامی بات نہیں ہے مسلمان کے لئے ہر دن اللہ کا دن ہے ہم جس دن بھی کام شروع کریں تو اللہ کا نام لے کر شروع کریں نبیؐ

کے وسیلے سے دعا مانگ کے شروع کریں اہلبیتؑ کا دامن ہاتھ میں لے کے ان کے وسیلے سے دعا مانگ کے شروع کریں۔ ہر دن ہمارے لئے وہی دن ہے کہ جس دن ہم کام شروع کریں اور خدا برکت دینے والا ہے کیوں اس لئے کہ دن میں کوئی طاقت نہیں ہے نہ دن کوئی نحوست پیدا کرسکتا ہے نہ دن کوئی برکت پیدا کرسکتا ہے جو برکت دے گا وہ خدا دے گا جو نحوست پیدا ہوگی وہ ہمارے اعمال سے پیدا ہوگی جو برکت ملے گی وہ بطفیل محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ملے گی۔ اور دین ودنیا میں جو نحوست پیدا ہوگی وہ ہمارے غیر اسلامی سوچنے کے انداز سے پیدا ہوگی یا ہمارے غیر اسلامی اعمال وافعال اور حرکتوں سے پیدا ہوگی تو کاروبار کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے ہم کو گورنمنٹ سے بینکوں سے کھاتہ ملانا ہے ہم پہلی اپریل سے شروع کردیں یا بیوپاریوں سے ہمیں کھاتہ ملانا ہے ہم دیوالی سے شروع کردیں یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر بس یہیں سے غیر اسلامی بات شروع ہوتی ہے لیکن اگر ہمارا خیال یہ ہے کہ آج کے دن چوپڑا نیا نہیں لکھا گیا تو برکت نہیں ہوگی یہ آج کے دن کی جو بات پیدا ہوئی ہے یہ فکر غیر اسلامی ہے یہ سوچنے کا انداز غیر اسلامی ہے میں تو آپ کی خدمت میں ابھی آگے بڑھ کے جو کچھ کہنے والا ہوں وہ تو کہنے ہی والا ہوں لیکن جتنی میرے پاس اطلاعات ہیں وہ یہ کہ آج کا دن بھی کافی نہیں ہے جو وقت نکالا گیا ہے فرض کیجئے نو بجے سے گیارہ بجے کے اندر جو مہورت کو مانتا ہے وہ مانتا ہے میں نے آپ کے سامنے گزارش کی کہ ہم کو دوسروں کے بارے میں سوچنے کی اور بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم کو جو کچھ سوچنا ہے اپنے بارے میں سوچنا ہے جو کچھ کرنا ہے خود کرنا ہے اپنے بارے میں کرنا ہے جو کچھ اچھا برا سمجھنا ہے اپنے بارے میں سمجھنا ہے تو اگر یہ خیال پیدا ہوا۔ آج نو اور گیارہ کے درمیان میں جو ٹائم ہے یہ ہے برکت کا ٹائم تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسلام کے انداز پر نہیں سوچ

رہے ہیں ہمارے سوچنے کا انداز غیر اسلامی ہے یعنی اللہ بھی چاہیے اور بنی اسرائیل کی طرح ۔ ماننا جب دوسروں کا ہوتا ہے نہ تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں ۔ ہر آدمی لنگڑا ہے بہت اچھی بات ہے لنگڑا اور ا کسیڈنٹ میں ہم آ گئے اب جو کسی نے ہم کو لنگڑا کہا تو برا لگنے لگا ۔ بھائی برا لگنے کی بات ہے تو کہا کیوں تھا پھر دوسروں کو نہ اس طرح سے بولنے کا انداز رائج ہو نہ کسی کے لنگڑے ہونے پر اس کی بے عزتی کی جائے تو میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بنی اسرائیل کا یہ سوچنا کہ جناب موسیٰ ہمارے لیے خدا کے ساتھ ساتھ بت بھی بنا دیجئے ۔ تو اس سے وہ غیر اسلامی فکر کا انداز ملتا ہے ۔ غیر اسلامی سوچنے کے انداز کی بو آتی ہے وہی انداز ہمارے یہاں بھی آ جاتا ہے اس غیر اسلامی سوچنے کے انداز میں یہ چیز بھی آ جاتی ہے کہ مُہُورَت بھی کوئی چیز ہے ۔ تو میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہمارے سماج میں ایسے کسی چیز کی گنجائش ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں ہے اور مولائے کائناتؑ ہم سے کیا کہہ گئے ہیں کہ عقل وہ نہیں ہے جو غیر خدا تک پہنچا دے عقل وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا پہچانا جائے خدا مانا جائے اس کے سامنے جھکا جائے ایک صلوٰت بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر ۔ ایک درود اور بھیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر ۔ اگر کسی اور کے پاس باقی رہ گئی ہو تو وہ بھی پڑھ دے ۔

ہماری سوسائٹی میں جہاں بہت سی غیر اسلامی باتیں غیر اسلامی سوچنے کے اندازے غیر اسلامی فکر کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ہر کام کو پیسے کے ذریعہ کر لینا چاہتے ہیں ۔ یعنی ہمارے سوچنے میں یہ گنجائش پیدا ہو گئی ہے کہ ایک آدمی ساری زندگی حلال و حرام کا پرہیز نہ کر کے متقی و پرہیزگار رہے گا ایک آدمی ساری زندگی نجس و پاک کی پابندی کر کے متقی و پرہیزگار رہے گا ۔ ایک آدمی جو ساری زندگی نماز کی پابندی کر کے متقی و پرہیزگار رہے گا ایک آدمی کی

ساری زندگی سردی گرمی برسات تکلیف میں روزے رکھ کے متقی اور پرہیزگار بنے گا ہم ویسا ہی تقویٰ ویسی ہی پرہیزگاری ویسے ہی خدا کی خوشنودی ویسے ہی نبیؐ اور امامؑ کی خوشنودی بغیر نماز پڑھے بغیر روزہ رکھے بغیر کوئی کام کیے دولت کے ذریعہ حاصل کر لیتے ہیں یہ خرابی اگر پوری قوم میں پوری سوسائٹی میں پیدا ہوگئی اگر آج دو میں پیدا ہوگئی تو کل چار میں پیدا ہوگی تو میں آپ کی خدمت میں اپنے اس دعوے کے سلسلے میں کہنا چاہتا ہوں۔ ہم قرآن مجید نہیں پڑھتے ہیں اور ہمیں قرآن مجید پڑھنا آتا بھی نہیں ہے۔ ہماری لائبریری میں پانچ ہزار کتابیں ہیں مگر اس میں قرآن مجید نہیں ہے۔ کسی نے کہا بھی تم مسلمان ہو تمہیں قرآن پڑھنا چاہیئے کہا اس عمر میں کیا پڑھیں گے اور اس بزی لائف میں جگہ کہاں ہے کہ ہم قرآن پڑھ سکیں کسی نے کہا کہ قرآن مجید پڑھنے سے برکت پیدا ہوتی ہے کہا وہ تو ہم کو بھی معلوم ہے تو ہم نے اس کا انتظام کر لیا ہے انتظام کیا کیا ہے وہ سن لیجئے انتظام یہ کیا ہے کہ ایک ملا کو پندرہ روپئے پر ہم نے رکھا ہے کہ ہم جب سوتے رہیں تو ہماری کھولی میں آکر کے قرآن پڑھ کے چلا جائے۔ گھر والے نماز قضا کر کے سو رہے ہیں اور وہ پندرہ روپئے والا پچیس روپئے والا پچاس روپئے والا ملا یہ آکے ایک پارہ پڑھ کے جارہا ہے کیوں ہم نے نماز نہ پڑھ کے جتنی نحوست پیدا کی ہے ہمارے اس پچاس روپئے کے ذریعہ ایک پارہ قرآن مجید پڑھا جائے گا تو برکت کیسے نہیں آئے گی۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اس طرح ہمارے سوچنے کا انداز غیر اسلامی ہے ممکن نہیں ہے کہ پچاس روپئے سے اوپر کرائے پر ہم کسی سے قرآن مجید پڑھوائیں تو برکت پیدا ہو جائے جب ہمارے گھر کے ہر آدمی نے نماز قضا کی ہے۔ ان ڈھیروں کی بے نمازی زندگی سے جو ہمارے یہاں نحوست پیدا ہوئی ہے وہ کیسے دور ہو جائے گی پچاس روپئے کے ذریعے سے یہ غیر اسلامی سوچنے کا انداز ہے۔ روزہ نہیں رکھیں

گے دولت مند ہیں ترقی پسند ہیں ایجوکیٹیڈ ہیں بڑی فیملی والے ہیں یہ روزہ کیسے رکھیں گے روزہ تو غریب مومنین رکھا کرتے ہیں کم پڑھے لکھے رکھا کرتے ہیں اور نئی زبان میں بیوقوف رکھا کرتے ہیں یہ تو بڑے سمجھدار ہیں یہ کیا کریں گے یہ روزہ نہیں رکھیں گے مگر روزہ رکھنے والوں سے آگے جائیں گے جنت میں پیچھے نہیں رہیں گے۔ان کی جیب میں پیسے ہیں اس سے یہ ہر مسجد میں پانچ دن افطاری بھیجیں گے تو جب روزے داروں کے روزے کھلوائیں گے ایک ایک مسجد میں پانچ پانچ سو آدمیوں کے روزے کھلوائیں گے تو اس کے بعد ان کے لئے جنتی ہونے میں کیا کمی رہ جائے گی۔ کیا ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے یہ پیسے جو ایک روزہ دار کے روزہ کھلوانے میں کام آرہے ہیں ان سے یہ وہ برکت پیدا ہو جائے گی جو روزہ نہ رکھنے کی بنا پر ہم نے اپنے لئے سزا اور عذاب کا سامان ڈھونڈھ لیا ہے تو ہٹ جاؤ۔تو دولت کے ذریعہ سارے کام نہیں ہو سکتے ہیں دولت کے ذریعہ اگر دنیا میں سارے کام ہو بھی سکتے ہوں تو اس اللہ کی بارگاہ میں دولت کے ذریعہ کوئی کام نہیں ہو سکتا ہے جو دولت کا پیدا کرنے والا ہے۔ دولت سے کام وہاں چلتے ہیں جہاں کوئی دولت کا محتاج ہوتا ہے۔اور جو غنی و تونگر ہے اس کے یہاں کہاں دولت کا اثر پیدا ہونے والا ہے وہ تو یہ دیکھنے والا ہے کہ تم جو میری راہ میں خرچ کر رہے ہو یہ نیک نیتی میں کر رہے ہو یا اس میں غیر اسلامی سوچنے کا چکر ہے جو چل رہا ہے میں آپ کی خدمت میں یہ نہیں اسی قسم کی ساری باتیں کہنا چاہتا ہوں ورنہ یہ نہیں چاہتا ہوں کہ کسی ایک بچے کو بھی کسی ایک بیٹی کو بھی کسی ایک بھائی کو بھی کسی ایک بہن کو یہ سوچنے کا خیال پیدا ہو جائے کہ میں کسی کے لئے کچھ کہہ رہا ہوں یا کسی ملک کے لئے کچھ کہہ رہا ہوں نہیں میں تو ایک عام بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں اگر ہم پابند دین نہیں ہیں۔ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں ہے ہم پابند دین نہیں ہیں ہم نجس و

پاک اور حلال وحرام کے پابند نہیں ہیں ہم اپنے کو غیبت سے نہیں بچاتے ہیں اپنے کو بدکاری سے نہیں بچاتے ہیں اپنے کو شراب سے نہیں بچاتے ہیں ہم پابند نماز نہیں ہیں ہم روزہ نہیں رکھتے ہیں تو پھر ہم جنت نہیں جاسکتے ہیں یہ اس کو ملنے والی ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے چاہے ایسا آدمی دولت والا ہو چاہے ایسا آدمی میرا جیسا ذاکر ہی کیوں نہ ہو کسی سماج کو کسی حصہ پر سوسائٹی کے کسی گروپ پر یہ نہ رہ جائے کہ میں نے ان کے لئے یہ بات کہی ہے۔ میں اپنے لئے بات کہتا ہوں کیوں اس لئے بات کہتا ہوں کہ جو اصول ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوتی ہے دولت والا آجائے چاہے علم والا آجائے چاہے زبان والا آجائے چاہے گونگا۔ فرض کیجئے میں نے سوچا میں نے سوچا ۳۷ سال ہوگئے ہیں مجھے مجلسیں پڑھتے ہوئے میری تقریر سے اللہ جانے کتنے نمازی پیدا ہوگئے ہیں جیسے مجلس پڑھ کے نکلے ایک آدمی نے کہا مولوی صاحب آج آپ کے بیان سے میرا گناہ چھوٹ گیا تو ہم نے سوچا کہ ہم مجلسیں پڑھتے جارہے ہیں اور لوگ گناہ چھوڑتے جارہے ہیں ایک نے کہا خمس نہیں نکالتے تھے نکالنے لگے ہم نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے بہت اچھی بات ہے اب ہم بھی ذرا سیٹھ کی منزل پر آرہے ہیں۔ پیسے والا سیٹھ نہیں منبر والا سیٹھ ہم نے نماز چھوڑ دی خدانخواستہ ہم نے روزہ چھوڑ دیا خدانخواستہ غیبت ہم نے کرنا شروع کی اللہ کے گناہ ہم نے کرنا شروع کردئے اور کسی نے پوچھا مولوی صاحب آپ کیسے جنت میں جائیں گے ہم نے کہا یہ ہماری تقریر کے ذریعہ سے ہزاروں آدمی جنت میں جا رہے ہیں جب ان کو ہم نے جنت میں بھیجا ہے تو ہم کو جنت میں جانے سے کون روک سکتا ہے ادھر سے آواز آئے گی میرے یہاں خود آدمی کا عمل کام کرتا ہے یہ کمیشن کے ذریعہ کرائے کے ذریعہ اپنے اثر کے ذریعہ کام چلنے والا نہیں ہے نہ یہاں پیسے والے کا پیسہ چلنے والا ہے نہ زبان والے کی زبان چلنے والی ہے سب چلے

گا پہلے یہ دیکھنا پڑے گا ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہے یا نہیں ہے تم خود پابند دین ہو یا نہیں ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کسی کو اب شکایت باقی نہیں رہے گی کہ یہ میں کسی سن کے لئے کہہ رہا ہوں نہ کسی دوست کے لئے کہہ رہا ہوں نہ زندگی کے کسی مخصوص طبقے کے لئے کہہ رہا ہوں یہ تو ہر مسلمان کے لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارا انداز فکر اسلامی ہونا چاہئے مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے یہی کہا ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جو انسان کو خدا تک پہنچائے میں ترجمہ میں ذرا آگے بڑھنا چاہتا ہوں کہ مولا یہ کیسے ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جو خدا تک پہنچائے تو عقلمند کون ہے عقلمند وہ ہے جو خدا تک پہنچے تو بیوقوف کون ہے جو خدا تک نہ پہنچے جو خدا تک نہ پہنچے چاہے اس کے ذریعہ لوگ خدا تک پہنچ جائیں وہ بیوقوف ہے میں نے یہیں کی کسی مجلس میں آپ کے سامنے مولائے کائنات امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ نہیں اگر ناراض نہیں ہوئے ہیں تو سب مل کے صلوات پڑھ دیں۔

میں نے مولاؑ کا ارشاد ابھی آپ کے سامنے نقل کیا تھا کہ مولاؑ نے یہ کہا تھا ایک آدمی جو اس دنیا میں جائز اور ناجائز طریقے سے مال جمع کرے جو نہ حقداروں کو دے گا نہ غریبوں کو دے گا نہ یتیموں کو دے گا نہ زکوٰۃ دے گا نہ خمس نکالے گا نہ فطرہ نکالے گا۔ مر جائے گا تو جمع کیا ناجائز مال واجب ادا نہیں کیا اس کا یہ مال اسے دوزخ میں لے جائے گا اور اسکے مرنے کے بعد اس کا مال جسے ملا اس کے وارث کو جس نے نیکیاں کیں زکوٰۃ نکالے خمس نکالا سب نکال دیا وہ جنت میں جائے گا تو آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے مولاؑ کا ایک فقرہ نقل کیا تھا تو یہ آدمی اسی مال کی وجہ سے دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھے گا اور اپنے اسی مال سے اپنے وارث کو جنت میں جاتے دیکھے گا تو اس کو انتہائی افسوس ہوگا تو جب کبھی یہ مولاؑ کی حدیث پڑھتا

ہوں آپ کے لئے نہیں سب سے پہلے میں اپنے لئے سوچتا ہوں کہ اگر میری تقریر سے نیک لوگ بن گئے واجب ادا کرنے لگے گناہ سے بچ گئے امامؑ تک پہنچ گئے میں نے آپ لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے کافی سمجھ لیا اسی کو کافی سمجھ لیا کہ لوگ مجھے ایک اچھا بڑا ذاکر سمجھ گئے اس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہوں گے کہ میدان محشر میں معاذ اللہ میں اس وقت کے لئے زندہ نہیں رہنا چاہتا ہوں پالنے والے اس منزل سے پہلے دنیا سے اٹھا لینا یہ تو میں بطور مثال کے کہنا چاہتا ہوں اگر خدانخواستہ خدا نخواستہ ایسا ہو کہ ہماری تقریر سے لوگ جنت میں جائیں اور ہم اپنی بے عملی کی بناء پر دوزخ میں جائیں تو ہم بھی اسی حسرت زدہ انسان کی جگہ پر کھڑے ہوں گے یا نہیں کھڑے ہوں گے۔ ایسا ہوگا ایسا ہوگا کتنے ایسے ہیں جو سوچتے ہیں ہم نے بڑی اچھی بات کہہ دی ہے لوگ متاثر ہو گئے ہیں۔ کہنے والا خود متاثر ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے اگر لوگ متاثر ہو گئے ہیں اور کہنے والا متاثر نہیں ہوا ہے تو اس کی زبان سے بات اسلامی نکلی ہے مگر اس کے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں ہے تو میں آج آپ کے سامنے اس تقریر میں فقط ایک ہی بات کہنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمارے سوچنے کا انداز مسلمان ہونا چاہئے تو اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی میں کوئی غیر اسلامی چیز شامل نہیں ہونے پائے۔ پالنے والے تجھے کیا ضرورت تھی جب بنی اسرائیل نے جناب موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہم کو بھی بت چاہئے اس لئے کہ ہماری پڑوسی قوم کے پاس بت ہیں اس کی کیا ضرورت تھی کہ ہمارے قرآن میں نقل کرے۔ کہا تو ہم نے قرآن میں اسی لئے نقل کیا ہے کہ تم بھی اپنا حساب لگاتے رہنا کہ کبھی پڑوسی کی وجہ سے تم بھی کسی غیر اسلامی چیز کی مانگ تو نہیں کرنے لگے ہو۔ ہم بیان کرتے ہیں مثلاً کوئی بیان کرتا ہے مثلاً کوئی کوئی کتاب پڑھتا ہے تو اس میں لکھا ہے کس کا بیوپار حرام ہے کس کا بیوپار حلال ہے آ جاتے ہیں

تو جو حلال ہے وہ حلال رہے گا جو حرام ہے وہ حرام رہے گا مثال کے طور پر نقد اور ادھار کے اعتبار سے تین طرح کے بیوپار ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مال بھی نقد اور قیمت بھی نقد آپ کے پاس پیسے ہیں میرے پاس مال ہے میں نے بیچا آپ نے مال لیا ہم نے قیمت لی یہ جائز ہے دوسری صورت یہ ہے کہ مال یا قیمت میں سے ایک چیز پائی جاتی ہے ایک چیز ادھار ہے میں آپ سے ادھار ایک چیز خریدتا ہوں مال موجود ہے پیسے میرے پاس نہیں ہیں میں پیمنٹ ایڈوانس کیئے دے رہا ہوں ابھی مال موجود نہیں ہے مال ملنے والا ہے یہ معاملہ جائز ہے لیکن وہ معاملات جس میں مال بھی نہیں ہے اور قیمت بھی نہیں ہے یہ حرام ہے شریعت نے ایسے کاروبار کو جائز نہیں قرار دیا ہے ہمارے پاس لوگ آتے ہیں کہتے ہیں صاحب ایسا ہے کہ اگر اس حلال حرام کے چکر میں پڑ گئے اب آپ نے منبر سے ایسے مسائل بیان کرنا شروع کر دیئے کہ ہمارے نوجوان اس چکر میں آگئے تو آپ کی تو قوم پیچھے رہ جائے گی سنا آپ نے ۔ اس دنیا میں اپنی قوم پیچھے رہ جائے گی یہ فکر ہے اور یہ فکر نہیں ہے کہ میدان محشر میں کون پیچھے رہ جائے گا بھائی ہم کو بھی فکر ہے کہ ہماری قوم پیچھے نہ رہ جائے مگر ہماری فکر یہ ہے کہ نہ وہاں پیچھے رہ جائے نہ یہاں پیچھے رہ جائے آپ کے سامنے میں جس دن سے آیا ہوں میں برابر محسوس کرتا ہوں کہ جب آقائے موسوی ایک منٹ کے لئے بھی منبر پر آتے ہیں تو وہ اگر کچھ نہیں ایک لفظ کہتے ہیں کہ حجاب چاہئے پردہ چاہئے ۔ لوگ کہتے ہیں جناب اب دوسری قوموں میں پردہ نہیں رہا ہم پردہ کریں گے تو پیچھے رہ جائیں گے تو اس کے معنی کیا ہیں اس کو دیکھئے میں دونوں باتوں میں فرق عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ میں نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا مال بھی موجود نہیں ہے قیمت بھی موجود نہیں ہے تو یہ تجارت ناجائز ۔ ایک آدمی یہ تجارت ناجائز جانتا ہے اور کرتا ہے یہ ایک گناہ ۔ ناجائز جانتا ہے اور ایسا کاروبار

کرتا ہے یہ ایک گناہ سود کو نا جائز جانتا ہے اور کرتا ہے یہ ایک گناہ شراب کو نا جائز جانتا ہے اور کرتا ہے یہ ایک گناہ چاہے وہ میرا کوئی بچہ ہو بات سب کے لئے ہے اسلام میں سب سے بڑی بنیادی بات یہی ہے کہ یہاں کسی کی شخصیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہاں جو کچھ ہے وہ عمل ہے وہ کردار ہے کوئی مولوی صاحب ہونے کی بناء پر معاف نہیں ہو جائیں گے نہ کوئی سیٹھ صاحب سیٹھ ہونے کی بناء پر معاف ہو جائیں گے جو حرام ہے اسلام میں وہ حرام ہے جو حلال ہے وہ حلال ہے جو واجب ہے وہ واجب ہے اگر ہم نہیں بھی کر سکتے ہیں یہ میری آج کی تقریر کا خاص نشانہ اور ہدف ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی واجب کو ادا نہیں بھی کر سکتے ہیں اگر ہم کسی گناہ سے خود کو نہیں بھی بچا سکتے ہیں تو ہم کو افسوس ہونا چاہئے ہم کو رنجیدہ ہونا چاہئے ہم کو فکر مند ہونا چاہیے تو اپنے لئے ایسے حالات بدلیں کہ گناہ سے بچ جائیں اور واجب کو ادا کر دیں لیکن اگر ہم اس طرح سے سوچنے لگے۔نہیں اب تو حالات بدل گئے ہیں اس بدلے ہوئے زمانے میں اس بیسویں صدی میں اسلام کے چودہ سو سال کے بعد میں حالات کی بناء پر کچھ ذرا احکام میں ترمیم ہونا چاہئے تو جو حرام تھے وہ حلال ہو جانا چاہئے۔ جو واجب تھے وہ کم ہو جانا چاہئے تو اس کے معنی کیا ہیں کہ ہم خالی گناہگار نہیں ہیں ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں ہے میں آپ کی خدمت میں اپنے آج کے بیان کو مکمل کرتے ہوئے جو آخری بات کہنا چاہتا ہوں اور جو میں سمجھتا ہوں کہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاہنے والے کے لئے ماننے والے کے لیے کافی ہوگی جو یہ بات ہے کہ ہم کو نہیں بھولنا چاہئے تاریخ اور ہسٹری کے اس تذکرہ کو کہ مولاؑ کی خدمت میں دس آدمی آئے ہیں دس آدمی کوفے میں آئے ہیں اور دس کے دسوں آدمی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے آئے ہیں ایک گروپ ہے ڈیلیگیشن ہے ایک وفد ہے وہ آیا ہے

دس کے دس آدمی آئے ہیں۔ایک ایک کر کے ایک ایک آدمی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے آپ اس سے اقرار لیتے ہیں جو بیعت کر کے بیٹھ جاتا ہے دسواں آدمی جو ہے اس کا نام ہے عبدالرحمٰن ابن ملجم ۔ دسویں آدمی کا نام ہے عبدالرحمٰن ابن ملجم جو مولاؑ کا قاتل ہے وہ ان دسوں آدمیوں کے ساتھ آیا ہے آپ نے اس کو بھی موقع دیا بیعت کرنے کا اس نے بیعت کی دس کے دسوں آدمی بیعت کر چکے مولا کو مان لیا۔ حاکم مان لیا امامؑ مان لیا سب نے مان لیا جب مولا نے رخصت کیا۔ سب جانے لگے تو سب کو جانے دیا ابن ملجم کو آواز دی پلٹ کے آ۔ جب پلٹ کے آیا تو مولا نے یہ اس سے کہا کہ تجھے خیال ہے کہ تو نے میری بیعت کی ہے تو اس نے کہا ہاں مولا خیال کیوں ہے میں بیعت کرنے آیا تھا اور بیعت کی ہے کہا اچھا دیکھو اگر میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے مجھے اپنا امامؑ اور حاکم تسلیم کیا ہے تو یاد رکھنا میں نے تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا ہے تم نے اقرار کیا ہے اپنے اقرار پر باقی رہو گے کہا مولاؑ بالکل بے شک باقی رہوں گا چلا گیا ابھی دروازے سے نکلا نہیں تھا گھر کے اندر ہی تھا کہ مولاؑ نے پھر آواز دی ادھر آ ابن ملجم پھر آیا کہا تم نے بیعت کی اپنی مرضی سے بیعت کی۔ باقی رہو گے۔ یاد رہے گی بات۔ کہا ہاں بالکل یاد رہے گی۔ جب مولاؑ نے اسے کئی بار بلایا اور اس کی بیعت اور اقرار کو دوہرایا۔ ذرا سنئے گا۔ یہ ہے سمجھ جانے کی جگہ۔ یہ ہے وہ خطرہ جس سے بچنے کے لئے مولاؑ کے ہر غلام کو پوری کوشش کرنا چاہیئے جب مولا نے کئی مرتبہ اسے واپس بلایا اور اس نے اقرار کیا اور مولا نے اس کو بار بار کہا بھولنا نہیں اپنے وعدے پر باقی رہنا اقرار پر باقی رہنا تو وہ بیٹھ گیا امامؑ کے سامنے مولاؑ کے سامنے بیٹھ گیا تلوار نیام سے نکالی اور تلوار کی نوک اپنے پیٹ پر رکھ لی۔ نوک پیٹ پر رکھی۔ نوک پیٹ پر اور تلوار کا قبضہ ہاتھ میں کہا مولا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے آپ سمجھتے ہیں میں اس

وعدے کو پورا کرنے والا نہیں ہوں۔ تبھی ان دس آدمیوں میں نو آدمیوں سے ایک ہی مرتبہ پوچھا ہے مجھ سے آپ تین مرتبہ پوچھ چکے ہیں تو اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے تو آپ ابھی حکم دیجئے کہ میں اپنی ہاتھ کی تلوار اپنے پیٹ میں اتار لوں تو آپ دیکھئے کہ میں آپ کے حکم پر عمل کرتا ہوں یا نہیں یعنی اس نے اپنے قلب و دماغ کو جہاں تک پہچانا محسوس کیا کہ میں علیؑ کے خلاف نہیں ہوں میں علیؑ کے موافق ہوں میں علیؑ کی بیعت کر رہا ہوں پھر مولا مجھ سے بار بار کیوں پوچھ رہے ہیں مجھ پر شک کیوں کر رہے ہیں کہا اچھا جاؤ مگر میں نے جو تم سے بار بار اقرار لیا ہے اور تو نے بیعت کی اسے یاد رکھنا چنانچہ جو ایک وقت اپنے کو مولاؑ کا ایسا اطاعت کرنے والا محسوس کر رہا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک اپنے پیٹ پر رکھ کر کہا تھا کہ آپ حکم دیں تو دیکھیں کہ میں تلوار اپنے پیٹ میں اتار لیتا ہوں کہ نہیں اتار لیتا ہوں وہ کچھ ہی دنوں کے بعد مولا کا دشمن بن کے آیا تلوار لے کے آیا زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کے آیا اور آ کر کے اس نے مولاؑ کے سر پر وار کیا اور وہ وار کیا کہ اس سے مولاؑ کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے زہر پورے جسم میں پھیل گیا اور مولاؑ نے تین دن کے بعد شہادت پائی یہ کون تھا۔ ایک وقت میں بالکل سچائی کے ساتھ مولاؑ کا اقرار کرنے والا اور دوسرے وقت میں بالکل مولاؑ کا دشمن۔ بس جو بات میں کہنا چاہتا ہوں کاش میں کہہ سکوں کاش آپ سن سکیں اور ہم آپ مل کر کے اس بات کو سوچ سکیں اور زندگی بھر کے لئے اپنی گرہ میں باندھ لیں ہمیں سوچنا ہی پڑے گا ہمیں سوچنا ہی پڑے گا کہ ظاہری اسباب کی بناء پر وہ کون چیز تھی جس نے ابن ملجم کو دشمن بنایا۔ جس دن ابن ملجم بیعت کر رہا تھا جیسے علیؑ اس دن تھے ویسے اچھے علیؑ باکمال علیؑ جیسے صاحب علم علیؑ جیسے صاحب شجاعت علیؑ جیسے سخی علیؑ جیسے عابد علیؑ جیسے وصی علیؑ جیسے ولی علیؑ جیسے علیؑ آج تھے ویسے علیؑ اس دن بھی تھے جس دن اس ملعون نے مولا پر

حملہ کیا تھا۔ مولاؑ تو نہیں بدلے تھے یہ کیوں بدل گیا۔ اگر معاذ اللہ اتنی سوچنے کی گنجائش ہوتی کہ مولاؑ میں کوئی تبدیلی آ گئی تھی تو آدھی سوچ بھی سکتا تھا مولاؑ بدل گئے لہٰذا وہ معاذ اللہ دوسرا آدمی بدل گیا تو مولاؑ تو نہیں بدلے جو آج علیؑ کا بدترین دشمن ہے وہ بھی یہ نہیں کہتا ہے کہ علیؑ بدل گئے وہ ہی کہتا ہے زمانہ بدلا تو بدلا مگر علیؑ نہیں بدلے تو جب علیؑ نہیں بدلے تو یہ جو بیعت کرر ہا تھا جو اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ میں تلوار اتارنے پر مولاؑ کے حکم پر تیار تھا یہ مولاؑ کا دشمن کیوں بن گیا۔ کیا سوچنے کے قابل یہ چیز نہیں ہے میرے خیال میں یہ تبصرہ کے قابل چیز ہے اور یہ سوچنے کی چیز ہے کہ جس نے جس نے یہ چیز بنایا ہے اگر ہم نے اس چیز کو نہیں پہچانا تو خدانخواستہ ہماری سوسائٹی میں کوئی آدمی بہک سکتا ہے اور علیؑ کی محبت جیسی نعمت سے اپنے ہاتھوں سے خالی ہوسکتا ہے پالنے والے ہمیں اس وقت کے لئے زندہ نہ رکھنا اس سے بہت پہلے اٹھالینا جب ہمارے دلوں میں ولائے آل محمدؐ خدانخواستہ کم ہونے لگے۔ لیکن ہمیں سوچنا ہی پڑے گا۔ ہمیں سوچنا ہی پڑے گا کہ یہ دشمن بن کیسے گیا۔ مولاؑ تو نہیں بدلے تھے یہ دشمن کیوں ہوگیا۔ وجہ بہت واضح ہے اس کے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں تھا اگر آپ کو میری یہیں کی مجلسیں یاد ہیں تو میں نے ایک دن کہا تھا کہ جناب قیس ابن سعد جو مصر کے بہترین انتظام کرنے والے گورنر تھے ان کو جب حالات کی مجبوری کی بناء پر مولا نے مصر کی گورنری سے معذول کیا اور الگ کیا تو چونکہ ان کی فکر اسلامی تھی لہٰذا وہ مولا سے رنجیدہ ہونے کے بجائے ہٹ جانے کے بجائے گھر بیٹھ جانے کے بجائے سیدھے میدان جہاد میں آئے اور مولاؑ کی مدد کے لئے حاضر ہو گئے۔ فکر اسلامی ہے مولاؑ کو مولاؑ ماننا ہے وہ جو کہیں وہ کرنا ہے وہ کہیں گورنری کرو گورنری کریں گے وہ کہیں گے آ کے یہاں ٹھہرو یہاں ٹھہریں گے۔ تو قیس ابن سعد کے پاس اسلامی فکر تھی علوی فکر تھی محمدی فکر تھی لیکن ملعون ابن ملجم کے

پاس اسلامی فکر نہیں تھی وہ حالات کے رو میں جہاں سب علیؑ کو مان رہے تھے وہ بھی علیؑ کو مان رہا تھا لیکن جب ظالموں نے دیکھا جب ظالموں نے دیکھا کہ علیؑ اپنی موت قبول کر سکتے ہیں مگر ظالم کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ جب علیؑ کے عدل کو دیکھ کر کے ظلم و ظالم مایوس ہو گئے تو ہر ظالم نے یہ سوچا اگر علیؑ زندہ رہیں گے نہ ظلم زندہ رہے گا نہ ظالم زندہ رہے گا۔ دنیا میں بے شمار آدمی قتل کئے گئے ہیں مگر ان کو قتل کرایا ہے ان کے ظلم نے اور علیؑ اس لئے قتل کئے گئے ہیں کہ ظالم ان کے عدل کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر ظالم دنیا میں قوت ہوتی۔ علیؑ کے عدل کو برداشت کرنے کی تو علیؑ شہید نہ کئے گئے ہوتے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جہاں انسان علم سے ناراض ہو جاتا ہے انصاف سے ناراض ہو جاتا ہے صحیح بات کے کہنے سے ناراض ہو جاتا ہے اور یہ بات کب پیدا ہوتی ہے جب اسلامی فکر نہیں ہوتی ہے تو جن کو علیؑ کے فیصلے غلط معلوم ہو رہے تھے انہوں نے علیؑ کے بارے میں دشمنی کا فیصلہ کیا اور اسی لئے فیصلہ کیا کہ ان کی فکر اسلامی نہیں تھی۔ جب تک وہ غیر اسلامی فکر کے ذریعہ علیؑ کو مانتے رہے مانتے رہے اور جہاں سے انکی غیر اسلامی فکر نے راستہ دے دیا وہاں علیؑ کو نہیں ماننے لگے علیؑ کے دشمن بن گئے اور یہاں تک کہ علیؑ کے قاتل بن گئے یہ بات جو میں نے آپ کے سامنے کہی ہے اس کو مزید سمجھانے کے لئے دو منٹ اور چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ حسینؑ کربلا میں کیوں شہید ہوئے۔ سرسری تاریخ پڑھنے والا بھی یہ کہے گا۔ حسینؑ اس لئے کربلا میں شہید ہوئے کہ یزید حسینؑ سے کہہ رہا تھا بیعت کر لو تو میں ایسی آسان باتیں کہنا چاہتا ہوں جو میرا فرض ہے کہ سمجھدار بچہ بھی سمجھ جائے معمولی سمجھ رکھنے والی ہر بیٹی بھی سمجھ جائے تو اگر یزید پیدا ہی نہ ہوتا تو کیا حسینؑ شہید ہوتے۔ یزید کے پیدا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یزید کا جسم نہ پیدا ہوتا یعنی یزید کا کیریکٹر نہ پیدا ہوتا تو کیا حسینؑ شہید

ہوتے اگر یزید کا کیریکٹر نہ پیدا ہوتا تو کربلا میں حسینؑ کو شہید نہ ہونا پڑتا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسینؑ کیوں شہید ہوئے یزید کی بیعت نہ کرنے کی بناء پر تو اگر یزید کا کیریکٹر نہ پیدا ہوتا تو حسینؑ شہید نہ ہوتے۔ اب مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید کا کردار کیسے پیدا ہوا ہم نے مانا کہ پیغمبرؐ کی وفات کے پچاس سال کے بعد یزید کا کردار پیدا ہوا لیکن کردار ایسا ہوا کیوں ہوا کیوں جو یزید کافروں میں نہ پیدا ہوسکا وہ یزید مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوگیا تاریخ کو ہسٹری کو اس سوال کا جواب دینا پڑے گا اور جواب موجود ہے میں آپ کو ایک منٹ میں سمجھاتا ہوں اور اگر میرا کوئی بھائی مجھے بتائے کہ میں نے سوچنے میں غلطی کی ہے تو منبر سے میں اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا اقرار کروں گا اور دوہراؤں گا کہ یہ میں نے غلطی کی اور اگر غلطی نہیں ہے تو سنئے اور گرہ میں باندھ کے سنئے اور زندگی بھر ہم کو سوچتے رہنا چاہئے اور سوچ کے لرزتے رہنا چاہئے اور اپنے بچاؤ کا بھرپور انتظام کرتے رہنا چاہئے۔ عزیزو یزید کو کس چیز نے پیدا کیا ہے یزید کو اس چیز نے پیدا کیا ہے پوری توجہ کے ساتھ سنئیں یزید کو اس چیز نے پیدا کیا ہے کہ جب مسلمانوں میں سے کسی مسلمان نے سب سے پہلے پھر سنئے یزید کو کس چیز نے پیدا کیا ہے جب مسلمانوں میں سے کسی مسلمان نے سب سے پہلے خدا اور نبیؐ کے خلاف کوئی کام کیا تھا اگر اس وقت کی سوسائٹی نے اس خلاف کام کرنے والے کو اپنے درمیان سے نکال دیا ہوتا ذلیل ورسوا کر دیا ہوتا تو مسلمان سوسائٹی میں کسی میں ہمت نہیں ہوتی کہ خدا کو مانے اور اس کا حکم نہ مانے نبیؐ کو مانے اور اس کا حکم نہ مانے لیکن جس مسلمان نے سب سے پہلے خدا اور نبیؐ کا حکم نہیں مانا اور مسلمان سوسائٹی نے اس کو بٹھایا نہیں اسے نکالا نہیں اسے ذلیل نہیں کیا اس کو سہارا دیا کہ ایک آدمی کو دیکھ کے دو آدمی اور پیدا ہوں تین آدمی کو دیکھ کے دس آدمی اور پیدا ہوں دس آدمی کو دیکھ کے ہزار آدمی اور پیدا ہوں نتیجہ کیا ہوا

غلطی بڑھتی چلی گئی یہاں تک بڑھتی چلی گئی کہ نبیؐ کی زندگی میں نبیؐ کو کہا گیا کہ نبیؐ کا دماغ بیکار ہو گیا ہے مگر بیکار کرنے والے کو سوسائٹی نے بٹھایا نہیں۔ بیکار کرنے والے کو سوسائٹی نے نکالا نہیں بس جب یہ سوسائٹی ایسی بن گئی کہ گناہ کرو تب بھی مسلمان رہو گے نبیؐ کو جو چاہو کہہ دو مسلمان رہو گے خدا کے کسی حکم کو نہ مانو گے تب بھی مسلمان رہو گے چھوٹے مسلمان نہیں رہو گے بڑے مسلمان رہو گے تم کو ہم پیشوا مان لیں گے تم کو ہم بڑا مان لیں گے تو جب سے یہ ذہن پیدا ہوا اسی ذہن نے یزید کو پیدا کیا۔ اگر پہلے دن پہلے موڑ پر موڑنے والے کو سوسائٹی نے کچل دیا ہوتا تو پھر کسی مسلمان اور سوسائٹی میں گناہ کرنے کی ہمت نہ پیدا ہوتی پھر پوری اسلامی سوسائٹی اسلامی فکر کے ساتھ زندگی بسر کرتی نہ یزید پیدا ہوتا نہ حسینؑ شہید ہوتے نہ ابن ملجم پیدا ہوتا نہ علیؑ شہید ہوتے نہ جعدہ پیدا ہوتی نہ حسنؑ شہید ہوتے نہ ظالم پیدا ہوتے نہ فاطمہؑ شہید ہوتیں نہ ظلم آگے بڑھتا نہ محسنؑ شہید ہوتے نہ ظلم کی حوصلہ افزائی ہوتی نہ نبیؐ کو پتھر کھانا پڑتے نہ نبیؐ پر الزام آتا نہ نبیؐ پر اعتراض ہوتا نہ نبیؐ کو یہ کہا جاتا کہ ان کے ذہن کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں ہیں یہ جتنا تاریخ اسلام میں نفاق پایا جاتا ہے فسق پایا جاتا ہے فجور پایا جاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ مسلمان نے مسلمان ہو کے غیر اسلامی کام کیا کیوں۔ فکر غیر اسلامی تھی اور سوسائٹی کے پاس بھی فکر غیر اسلامی تھی انہوں نے غلطی کی انہوں نے غلطی برداشت کر لی بس اسی سے ساری تباہی آئی ہے اگر ہم سچے محمدی ہیں اگر ہم سچے علوی ہیں اگر ہم سچے فاطمی ہیں اگر ہم سچے حسنی ہیں اگر ہم سچے حسینی ہیں تو پھر ہمارے پاس وہ دماغ ہونا چاہیے وہ سوچنے کا انداز ہونا چاہیے جس میں ہم جتنا سوچیں فقط ایک روشنی میں سوچیں کہ ہم خدا کے ماننے والے ہیں ہمیں وہی ماننا ہے جسکو وہ کہتا ہے ہمیں وہی کرنا ہے جس کے لئے اس نے حکم دیا ہے ہم مسلمان ہیں تو نہ کسی غیر اسلامی چیز کو سوچ سکتے ہیں نہ کسی غیر اسلامی کام کو

کر سکتے ہیں تو جب اس منزل تک ہم پہنچ جائیں تو ہم مرتے مرتے بھی مر جائیں گے مگر دامن آل محمدؑ انشاء اللہ ہمارے ہاتھ میں رہے گا جب ہم مرتے مرتے مر جائیں گے اپنے گناہ نہ معاف کرا سکیں گے تو ہم کو شفاعت انشاء اللہ آل محمدؑ سے حاصل ہو جائے گی اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا تب معاف کر دے گا جب ہماری پوری کوشش ہوگی پالنے والے ہم تیرے گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں ہم گناہ کر کے لرز جائیں گے ہم گناہ سوچ کے کانپ جائیں گے ہم گناہ سوچ کے ڈر جائیں گے ہم گناہ کرنے کے بعد تڑپیں گے بلکیں گے روئیں گے بے چین ہوں گے پالنے والے خطا ہوگئی ہے معاف کر دے خطا ہوگئی ہے معاف کر دے تو جب یہ پوزیشن ہوگی تو وہ رحمٰن ہے وہ غفار ہے وہ توّاب ہے وہ خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے میں نے ہمیشہ کہا ہے اور آج بھی آپ سن لیں کہ اللہ نے نظام یہ رکھا ہے کہ جب تک موت کا دروازہ نہیں کھولتا ہے تب تک اس انسان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور جب ملک الموت آ کے موت کا دروازہ کھولتے ہیں تو اس سے پہلے ایک فرشتہ توبہ کے دروازے کو بند کر دیتا ہے۔نہیں معلوم ہے مجھے نہیں معلوم ہے کسی کو نہیں معلوم ہے آپ کو کہ ہم میں سے کس کے لئے موت کا دروزہ کب کھلنے والا ہے لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ اسی سکنڈ اسی سکنڈ اپنی پچھلی ساری غلطیوں کے لئے اس غفار کی بارگاہ میں توبہ کریں اور توبہ کو قبول کرانے کے لئے نبیؐ سے فریاد کریں آل نبیؐ سے فریاد کریں آقا ہماری سفارش کر دو ہماری شفاعت کر دو ہم تمہیں وسیلہ بناتے ہیں اس لئے کہ تم رحمت بن کے آئے ہو رحمان کی بارگاہ میں ہماری درخواست ہے ہمارے گناہوں کو معاف کرادو آئندہ ہم اپنی فکر کو اسلامی رکھیں گے اور اپنی زندگی کو اسلامی بنانے کی کوشش کریں گے یہ اگر تھوڑا سا ارادہ تھوڑی سی ہمت تھوڑا سا حوصلہ ہمارے پاس ہوگا تو بہترین توفیقات خدا کی طرف سے ملے گی بہترین

تائیدات نبیؐ اور آل محمدؐ کے ساتھ ملیں گی ویسے ہی جب تک ایران کے اندر فکر غیر اسلامی رہی اور ایران کے رہنے والے اثنا عشری شیعہ غیر اسلامی زندگی بسر کرتے رہے تب تک ایران دنیا میں ذلیل تھا تب تک ایران دنیا میں بدترین جگہ تھا جہاں ایر پورٹ پر اترنے کے بعد آدمی کو ایرانی آدمی سے کھانا لیتے ہوئے یہ شبہ ہوتا تھا کہیں اس میں خدانخواستہ سور کا گوشت نہ ہو لیکن آج جب وہی چند سال کے اندر فکر اسلامی ہوگئی سوسائٹی اسلامی ہوگئی زندگی اسلامی ہوگئی تو آج پوری دنیا کی بڑی طاقتیں ہیں سارے سُپر پاور ہیں جو ایران کے مخالف ہیں اور ایران اپنی جگہ پر کھڑا ہوا ہے کیوں کھڑا ہوا ہے یہ ایران کی طاقت نہیں ہے یہ اسلامی فکر کی طاقت ہے یہ اسلامی زندگی کی طاقت ہے یہ اسلامی سوسائٹی کی طاقت ہے یہ خدا پر یقین کی طاقت ہے یہ ایرانیوں کے پاس جو طاقت ہے یہ طاقت وہ ہے یہ طاقت وہ ہے یہ طاقت وہ ہے جو کربلا میں حبیبؑ کے پاس تھی یہ طاقت وہ ہے جو کربلا میں حرؑ کو حسینؑ تک لائی تھی یہ طاقت وہ ہے جس میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں نے ہمت پیدا کردی تھی طمانچے مارنے والے بچ سکتے ہیں لیکن ہمارے یہ گال زخمی گال سے خون رسنے لگے مگر اس کے بعد بھی ہمارے ارادے میں کوئی فرق نہیں آئے گا میرا بیان تمام ہوگیا لیکن میں بیان تمام کرتے کرتے اپنے لئے یہ لازم سمجھتا ہوں یہ ہوسکتا ہے کہ میرے بیان کے کسی لفظ سے میری کسی بیٹی کا دل دکھ گیا ہو میرے کسی بھائی کا دل دکھ گیا ہو مجھے اپنے ہر نا سمجھے لفظ کے لئے معافی مانگنا ہے معذرت کرنا ہے کیوں اس لئے کہ میں تبدیلی لانا چاہتا ہوں برائی نہیں پیدا کرنا چاہتا ہوں میں محبت کرنا چاہتا ہوں نفرت نہیں کرنا چاہتا ہوں میں خود بھی جنت جانا چاہتا ہوں اور آپ کے ساتھ جنت جانا چاہتا ہوں اس کے علاوہ کوئی کوشش نہیں ہے میں نے آپ کی خدمت کی ہے آپ میرے لیے دعا کریں بس اتنا ہی محبتانہ

برتاؤ ہے لہٰذا کہیں بھی کوئی لفظ سے شبہ ہوگیا ہوتو وہ لفظ کا شبہ ہوسکتا ہے نیت کا شبہہ نہیں ہوسکتا ہے ختم کی بات لیکن کیسے ختم ہوجائے اگر کل کربلا میں حسینؑ اپنا قافلہ لے کے نہ آئے ہوتے تو نہ یہ مجمع ہوتا نہ یہ مجلس ہوتی نہ یہ بیان ہوتا نہ یہ تذکرہ ہوتا آج جو بھی نور پھیل رہا ہے آج جو بھی نور پھیل رہا ہے یہ صدقہ ہے اس پیاسے حسینؑ کی عظیم قربانی کا جس کی شہادت پر آفتاب کو گہن لگ گیا تھا جس کی شہادت پر زمین کربلا تھرّانے لگی تھی زلزلوں کے جھٹکوں سے جس شہادت پر آسمان سرخ ہوگیا تھا جس شہادت پر آسمان سے خون برسا ہے اور اتنا خون برسا ہے کہ جس کے کپڑوں پر پڑ گیا ہے وہ کپڑا پھٹ گیا ہے مگر وہ خون کا نشان مٹا نہیں ہے وہ حسینؑ جس کی قربانیوں کے اجالے میں ہم آپ جمع ہیں تذکرے ہورہے ہیں اس حسینؑ کی کس نے ماتمداری نہیں کی ہے انسانوں نے نہ کی ہوگی لیکن اس حسینؑ کی ماتمداری اس بیت المقدس نے کی ہے اس بیت المقدس نے کی ہے جو خدا کا گھر ہے ایسا گھر ہے کہ جب پتھر اٹھایا جاتا تھا تو زمین کے نیچے سے تازہ جوش مارتا ہوا خون نظر آرہا تھا بعض روایتوں میں خانۂ کعبہ کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ جب وہاں سے پتھر اٹھایا جاتا تھا تو زمین خون اگل دیتی تھی یعنی زمین یہ بتارہی ہے کہ کوئی روئے یا نہ روئے یہ مٹی سے بنا ہوا انسان حسینؑ کو تم نہ روؤ لیکن ابوتراب کے بیٹے کو یہ تراب روئے گی یہ مٹی روئے گی ملک عام کی مٹی روئے نہ روئے لیکن یہ جو خدا کے گھر کی مٹی ہے یہ روئے گی کیوں روئے گی اس لئے کہ جو حسینؑ نہ ہوتے تو اللہ کے گھر کی حرمت بچانے والا کوئی نہ تھا اگر حسینؑ نہ ہوتے دین کو باقی رکھنے والا کوئی نہ تھا اللہ کیسا سناٹا ہے کیسا ویرانہ ہے کیسا ہو کا عالم ہے خیمے جل چکے ہیں ابھی دو دن پہلے عالم یہ تھا کہ پیاس تھی مگر خیمے تھے پیاس تھی مگر خیمے تھے عباسؑ تھے اکبرؑ تھے چراغاں تھا روشنی تھی اندھیرا نہیں تھا سناٹا نہیں تھا پیاسے بچے تھے پیاسے بچے تھے تو ان کو عباسؑ و اکبرؑ کلیجے سے

اٹھا کر کے لگا رہے تھے یہ کب کی بات تھی یہ نو محرم کی بات تھی یہ شبِ عاشور کی بات تھی ۔ عاشور کا دن گزر گیا ۱۱ محرم کی رات گزر گئی اور ۱۱ محرم کو ظہر کے بعد لشکر چلا اور لشکر کے ساتھ ساتھ قیدی بنا کے زینبؑ بھی لے جائی گئیں سکینہؑ بھی لے جائی گئیں ربابؑ بھی لے جائی گئیں امّ کلثومؑ بھی لے جائی گئیں سید سجادؑ بھی لے جائے گئے اب کون ہے کربلا میں کوئی نہیں ہے جلے ہوئے خیموں کا نشان بھی نہیں مل رہا ہے جو زمین جلتی ہوئی زمین پیاسوں کے آنسوؤں سے ذرا بھیگ گئی تھی وہ زمین بھی خشک ہو چکی ہے آج اس کربلا میں جس میں دو دن پہلے چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے کی آواز آرہی تھی العطش العطش العطش ہائے پیاس ہائے پیاس مارے ڈالتی ہے آج اس کربلا میں کسی بچے کے رونے کی آواز نہیں آرہی ہے سکینہؑ جا چکی ہیں اصغرؑ شہید ہو چکے ہیں محمد باقرؑ جا چکے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے جو گھوڑوں کی ٹاپوں میں آ گئے ہیں شہید ہو چکے ہیں سناٹا ہے سناٹا ہے سناٹا ہے ویرانہ ہے اداسی ہے لیکن ایک آبادی بھی ہے کون سی آبادی ہے کچھ لاشے ہیں جو کربلا کی زمین پر بکھرے ہوئے ہیں فرات کے کنارے کوئی شیر لیٹا ہوا ہے تین میل کے فاصلے پر کوئی حرؑ جیسا بہادر لیٹا ہوا ہے کہیں اکبرؑ کا جنازہ ہے کہیں قاسمؑ کی لاش ہے ہاں قریب آتے ہیں قریب آتے ہیں وہ لوگ جو ارد گرد کی بستیوں میں رہتے ہیں تو ان کے کانوں میں آواز آتی ہے ان کے کانوں میں آواز آتی ہے رونے والے نظر نہیں آتے ہیں رونے والے نظر نہیں آتے ہیں لیکن قتل گاہ سے رونے کی آواز آرہی ہے رونے والے نظر نہیں آتے ہیں لیکن قتل گاہ سے رونے کی آواز آرہی ہے رونے والے نظر نہیں آتے ہیں مگر روشنیاں نظر آتی ہیں انسان نظر نہیں آتے ہیں مگر جانور اور درندے جنگلوں میں رہنے والے درندے شیر جیسا درندہ بھی لاشوں کے پاس بیٹھا دکھائی دیتا ہے دیکھنے والے قریب کی بستیوں کے رہنے والے دیکھنے والے

یہودی ہیں وہ جاتے ہیں بنی اسد کے پاس جاتے ہیں اور جا کے کہتے ہیں یہ کون ہیں جن کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں یہ کون ہیں جن کی لاشوں پر سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں یہ کون ہیں جن کی لاشوں کے پاس جا کے مودّب بیٹھ کے اب درندے بھی پہرہ دیتے ہیں اور ان کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں کسی نے کہا یہ ہمارے رسولؐ کا خاندان ہے یہ یہاں آ کے اترا تھا اور آج اسکی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں جب یہ تذکرہ پھیلتا ہے یہودیوں کی خبریں پھیلتی ہیں تو بنی اسد کی عورتیں کہتی ہیں مردوں کب تک بیٹھے رہو گے ارے یہ فاطمہؑ کا کنبہ بے گور و کفن پڑا رہے گا۔ تم بیٹھے رہو گے وہ کہتے ہیں ہم کو یزید کی فوج کا ڈر ہے وہ کہتی ہیں اچھا لاؤ لاؤ ہم جاتے ہیں ہم اپنی بی بی کے فرزند کو دفن کریں گے عورتیں تیار ہوتی ہیں بنو اسد تیار ہوتے ہیں جا رہا ہے قبیلہ کس لئے جا رہا ہے قبریں کھودنے کے لئے شہیدوں کو دفنانے کے لئے ایک دفعہ ان دفنانے جانے والوں کے کان میں ایک آواز آتی ہے جیسے گھوڑے کے دوڑنے کی آواز آرہی ہے یہ ڈر جاتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے حکومت کا آدمی آرہا ہے یہ چھپنا چاہتے ہیں مگر چھپیں تو کہاں چھپیں کہ ایک مرتبہ کوئی نہیں آتا ہے ایک سوار آتا ہے ایک گھوڑے پر سوار آتا ہے اور وہ دور سے آواز دیتا ہے ڈرو نہیں ڈرو نہیں کوئی دشمن نہیں آرہا ہے ارے جس کے باپ کو تم دفن کرنے آئے ہو میں اس کا بیٹا سید سجادؑ ہوں۔ سید سجادؑ اترتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو میں باعجاز آیا ہوں ہتھکڑیاں بیڑیاں طوق چھوڑ کے آیا ہوں میری مدد کرو میری مدد کرو ایک بڑی قبر کھودتے ہیں اس میں سارے شہداء کو دفن کرتے ہیں ابوالفضل العباسؑ کو الگ دفن کرتے ہیں علی اکبرؑ کو الگ دفن کرتے ہیں حبیبؓ کو الگ دفن کرتے ہیں حرؑ کو الگ دفن کرتے ہیں عونؑ کو الگ دفن کرتے ہیں اور سب سے آخر میں یا سب سے پہلے میں آپ کے سامنے تذکرہ سب سے آخر میں کرنا چاہتا ہوں کہ جب بیٹا

باپ کو دفنا نا چاہتا ہے تو ایک مرتبہ سید سجادؑ بنو اسد سے یہ کہتے ہیں بنی اسد سے کہتے ہیں ایک چٹائی لا دو ایک بوریا لا دو تا کہ میں اپنے باپ کی لاش کو قبر میں اتار سکوں۔ بنی اسد پوچھتے ہیں آپ نے سب کو دفن کیا۔ آپ نے سب کو دفن کیا مگر آپ نے چٹائی اور بوریا نہیں مانگا کہا تم دیکھ رہے ہو میرے بابا کی لاش پر ظالموں نے اتنے گھوڑے دوڑائے ہیں اتنے گھوڑے دوڑائے ہیں کہ میرے باپ کی لاش پامال ہو کر کے چکنا چور ہوگئی ہے بنو اسد نے لا کر کے روتے ہوئے چٹائی دی بیٹے نے باپ کی لاش کے ٹکڑے چٹائی میں رکھے اب میرے پاس سوائے تصور کے کوئی چیز نہیں ہے۔ باپ نے جان دے دی بیٹے نے حق ادا کیا سید سجادؑ باپ کی میت لے کر کے قبر کے قریب آئے۔ کوئی نہیں ہے جو سید سجادؑ کی مدد کرے۔ ارے معصوم کو معصوم دفنا تا ہے امامؑ کو امامؑ دفنا تا ہے کوئی نہ تھا میرا تصور کہتا ہے جب سید سجادؑ باپ کی میت لے کے قریب آئے ہوں گے قبر سے آواز آئی ہوگی لاؤ میرے لال کو دے دو لاؤ میرے لال کو دے دو۔ شاید یہ آواز ان معصومینؑ کی ہو جو حسینؑ کے بزرگ تھے۔

"سَیَعْلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس
(۹)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیهِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِهِ الرَّحمٰن٥

میں نے یہاں کی ساری مجلسوں میں اپنا بیان مولائے کائنات امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے شروع کیا ہے کہ ہر غلط ہر الٹی سمجھ کا نام عقل نہیں ہے بلکہ عقل صرف اس سمجھ کا نام ہے جو انسان کو خدا تک پہنچائے خدا کو پہچوائے اور ہر حکم خدا کے سامنے جھکائے ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہم صرف اسی سمجھ کو کیوں عقل مانیں جو ہم کو خدا تک پہنچائے اس سمجھ کو عقل کیوں نہ مانیں جو خدا تک نہ پہنچائے تو میں آپ کی خدمت میں ایک بڑی صاف سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر آدمی کو کسی نہ کسی مرحلہ پر یہ کہنا پڑے گا کہ یہ سمجھ عقل نہیں ہے ابھی دین کی اور خدا کی بات چھوڑ دیجئے مثال کے طور پر قتل کرنے والے جب کسی کو قتل کرنے کا پلان بناتے ہیں تو وہ اس پلان میں بھی کسی نہ کسی سمجھ سے کام لیتے ہیں صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ قتل کرنے والے قتل کرنے کا پلان بناتے ہیں ان کے قتل کا ان کے پلان کا ان کی سازش کا یہ جزء بھی ہوتا ہے کہ ان کو کسی صورت سے پولیس پہچان نہ سکے اس میں بھی وہ کسی نہ

کسی سمجھ سے کام لیتے ہیں ایسے ہی وہ لوگ جو ڈاکے ڈالتے ہیں وہ بھی اپنا پلان جب بناتے ہیں تو کسی نہ کسی عقل سے کام لیتے ہیں لیکن ہمارے اور آپ کے درمیان جب یہ بات شروع ہوتی ہے کہ فلاں ڈاکو نے فلاں چور نے فلاں قاتل نے بڑی سمجھداری سے اپنا پلان بنایا تھا تو ہم سب یہ کہتے ہیں کہ اس کو سمجھداری نہیں کہتے ہیں اس لئے کہ سمجھداری اچھی چیز کا نام ہے سمجھداری بری چیز کا نام نہیں ہے لہٰذا ہم بھی یعنی وہ لوگ جو دین کو چھوڑ کے خدا سے الگ ہو کے باتیں کرتے ہیں وہ بھی ہر سمجھ کو سمجھ نہیں کہتے چوری میں جو سمجھ کام آئے دھوکہ میں جو سمجھ کام آئے کسی کی آبروریزی میں جو سمجھ کام آئے اس کو سمجھدار آدمی سمجھ نہیں کہتا چور کی سمجھ کو عقل نہیں کہا جاتا قاتل کی سمجھ کو عقل نہیں کہا جاتا تو معلوم یہ ہوا کہ دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی چیز پر ہر سمجھ کو عقل ماننے سے انکار کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چور کی نگاہ میں سب سے بڑی سمجھ یہی ہے کہ کامیابی ہو جائے اور وہ پکڑا نہ جائے جب اس کے سامنے کوئی چور پکڑ لیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے بڑا ناسمجھ تھا بڑا بیوقوف تھا تو معلوم یہ ہوا کہ ہر سرکل میں ہر طبقہ میں کسی بات کو سمجھ کہا جاتا ہے اور کسی بات کو ناسمجھی کہا جاتا ہے تو پھر وہ انسان جو یہ جانتا ہے کہ ہم خود نہیں پیدا ہوئے ہیں ہم کو خدا نے پیدا کیا ہے ایک وہ انسان جو اپنی سمجھ کے ذریعہ یہ بات جان چکا ہے کہ مرنے کے بعد ہم کو چھٹی ملنے والی نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد ہم کو اپنے اس خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور حاضر ہونے کے بعد ہم نے جو کچھ کیا ہے اس ساری زندگی کا حساب وکتاب ہونا ہے اور حساب وکتاب کے مطابق جزا یا سزا ملنی ہے تو جو آدمی ان باتوں کو مانتا ہے وہ یہی کہے گا کہ ہر وہ کام ناسمجھی ہے جو خدا سے ہٹا دے ہر وہ کام ناسمجھی ہے جو یہ بتلا دے کہ ہم کو مرنے کے بعد خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے لہٰذا مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی

طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل کی جو تعریف کی ہے اس سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کرے گا کہ عقل نام ہے اس سمجھ کا جو خدا تک پہنچائے وہ خدا کو پہچنوائے وہ خدا کے احکام کے سامنے سر جھکائے ہمارے لئے خدا کی عبادت کا ذریعہ بن جائے یہ میں نے تذکرہ اس لئے کیا کہ میں روز آپ کے سامنے مولاؑ کا یہ فقرہ پڑھتا ہوں تو کسی کے ذہن میں یہ خیال باقی نہ رہ جائے کہ وہ سمجھ جو خدا تک نہیں پہنچاتی ہے اس کو مولا سمجھ کیوں نہیں مانتے ہیں عقل کیوں نہیں مانتے ہیں اب میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اپنی ان تقریروں کی طرف جن میں میں نے آپ کے سامنے تفصیل کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ چار باتیں پائی جاتی ہیں سخاوت کفایت شعاری یہ دونوں اچھی عادتیں ہیں اور کنجوسی اور فضول خرچی یہ دونوں بری عادتیں ہیں تو میں نے آپ کے سامنے کہا ہے کہ عقل کی کنجوسی بھی ہوتی ہے اور عقل کی فضول خرچی بھی ہوتی ہے عقل کی کفایت شعاری بھی ہوتی ہے اور عقل کی سخاوت بھی ہوتی ہے کل اور پرسوں دو دن میں میں نے آپ کے سامنے مثالیں پیش کی ہیں کہ عقل کی کنجوسی کی مثال کیا ہے اور عقل کی فضول خرچی کی مثال کیا ہے میری آج کی تقریر میری کل کی تقریر ہی کا ایک جزء ہے اور ضروری جزء ہے کل جو کچھ میں نے آپ کے سامنے کہا تھا اس کا خلاصہ اور ماحصل یہی تھا کہ میں نے یہ گزارش کی کہ یہ بالکل صحیح ہے بالکل ٹھیک ہے اس میں بال برابر فرق نہیں ہے کہ خدا کا ہر کام حکمت کے مطابق ہے اس کا ہر حکم عقل کے مطابق ہے لیکن ہمارے پاس اس کے ہر حکم کی وجہ سمجھنے کے لئے اس کے ہر کام کا سبب جاننے کے لئے جتنی عقل ہونا چاہئے اتنی عقل نہیں ہے لہٰذا اگر ہم خدا کے ہر کام کی وجہ ڈھونڈھنا چاہیں گے خدا کے ہر حکم کا سبب تلاش کرنا چاہیں گے تو ہم عقل کی فضول خرچی کریں گے اور جیسے فضول خرچی کرنے والا خالی ہاتھ ہو کے بیٹھ جاتا ہے ویسے ہم اپنے سوچنے سمجھنے کی طاقت کھو بیٹھیں گے اور ایمان کے بجائے

گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے میں نے آپ کو اپنی اس بات کو سمجھانے کے لئے بہت سے واقعات رکھے تھے آج مجھے یہ کہنا ہے کہ کل تک میں دو باتوں کا تذکرہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس اتنی عقل نہیں ہے ہمارے پاس اتنی سمجھ نہیں ہے کہ ہم خدا کے ہر کام کا سبب معلوم کر سکیں ہمارے پاس اتنی عقل نہیں ہے، اتنی سمجھ نہیں ہے کہ ہر حکم خدا کی وجہ اور سبب معلوم کر سکیں میرے دونوں بیان آپ کے پیش نظر ہیں کل اور پرسوں کے ایک بیان میں میں نے گزارش کی ہے کہ جہاں عقل خرچ کرنا چاہیے نہ کی جائے عقل سمجھ سے کام نہ لیا جائے وہ سمجھ کی کنجوسی ہے اور جہاں عقل کو خرچ کرنا عقل کو ضائع کرنا ہے اگر وہاں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ فضول خرچی ہے آج میں آپ کے سامنے ایک ایسی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں ایک ایسا مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں ایک حدوہ آتی ہے جہاں تک ہمیں سمجھنا چاہیئے اور ایک حدوہ آتی ہے جہاں ہمیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے تو جہاں تک ہمیں سمجھنا چاہیئے اگر ہم وہاں تک نہیں سمجھتے ہیں تو گویا کہ ہم عقل کی کنجوسی کرتے ہیں اور جہاں پہ ہمیں نہیں سمجھنا چاہیے اگر ہم وہاں پر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم عقل کی فضول خرچی کرتے ہیں۔ کل اور پرسوں میں نے دونوں کی الگ الگ مثالیں پیش کی تھیں آج میں ایک ہی مثال میں دونوں چیزیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اس بات کو اگر آپ سننے کے لئے متوجہ ہو گئے ہیں تو کل میں دو چیزیں کہتا تھا خدا کے کام اور خدا کے حکم۔ آج میں خدا کے کام کے بارے میں کوئی بات نہیں کہہ رہا ہوں آج میں صرف خدا کے حکم کے بارے میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کے کام کا تعلق ہم سے نہیں ہے وہ خدا سے ہے خدا کا کام ہے زندگی دینا خدا کا کام ہے موت دینا خدا کا کام ہے روزی دینا خدا کا کام ہے پانی برسانا خدا کا کام ہے قیامت لانا تو یہ سارے خدا کے کام ہیں ان کا بندوں سے کوئی تعلق نہیں ہے میں خدا کے حکم کا تذکرہ کر رہا

ہوں خدا کے حکم کے تذکرے کا مطلب کیا ہے کہ کہا ہے خدا نے یہ کام کرو تو حکم ہے خدا کا اور کرنا ہمیں ہے جو خدا کے کام ہیں اس میں اس نے ہم کو کچھ کہا نہیں۔ اس کو کرنا ہے اور حکم خدا اس چیز اس کام کا نام ہے جس کام کو کرنا ہمیں ہے اور اس کام کے کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے تو میری آج کی ساری بات کا تعلق حکم خدا سے ہے خدا کے کام سے نہیں ہے ہمارے سمجھدار بچے بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ہماری آپ کی زندگی میں بالغ ہونے کے بعد سمجھدار ہونے کے بعد لڑکی کے نو سال کی عمر پوری ہو جانے کے بعد لڑکے کے پندرہ سال پورے ہو جانے کے بعد یا سن اور عمر کے علاوہ وہ اسباب ظاہر ہو جانے کے بعد جس کے بعد لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جاتے ہیں زندگی میں جتنے کام ہمیں کرنا پڑیں گے جتنے کام ہمارے سامنے آئیں گے جب تک کی ہم زندہ ہیں جب تک ہمارے حواس باقی ہیں جب تک ہماری عقل باقی ہے تب تک وہ سارے کام پانچ قسموں میں سے کسی ایک قسم میں ہونگے۔ میں نے بارہا خود بھی ان پانچوں باتوں کو سنایا ہے آج ان کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ مجھے آگے بڑھ کے کچھ باتیں کہنا ہیں یا جو کام ہمیں کرنے ہیں اس کے بارے میں حکم خدا یہ ہوگا کہ یہ واجب ہے یعنی واجب ہے اسے کرو یعنی اگر کرو گے تو ہم تمہیں ثواب دیں گے اور اگر اسے نہیں کرو گے تو تمہیں عذاب ہوگا دوسرا کام جو ہمارے سامنے آ سکتا ہے وہ حرام ہے حرام کا مطلب کیا ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ اسے ہرگز نہ کرو اگر تم اسے نہیں کرو گے تو ثواب ملے گا اور اگر تم اسے کرو گے تو ہم تمہیں عذاب دیں گے۔ واجب اور حرام کے بعد جہاں ہمارے لئے گنجائش نہیں ہے کہ ہم حکم خدا کو چھوڑ دیں اس بات کو پھر سے ایک مرتبہ سن لیں واجب کو ہم چھوڑ نہیں سکتے اور حرام کو ہم کر نہیں سکتے واجب کے لئے اس نے کہا ہے کہ کرو تو ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم اسے انجام دیں حرام کے لئے اس نے کہا

ہے کہ نہ کرو تو ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے نہ کریں۔ واجب اور حرام کے بعد دو چیزیں اور آتی ہیں ایک کا نام سنت ہے اسی سنت کو مستحب بھی کہتے ہیں یہ کیا ہے یہ وہ حکم خدا ہے جس کے لئے اس نے کہا کہ یہ کام کرو وہ حکم خدا ہے جس کے لئے اس نے کہا کہ یہ کام کرو اگر کرو گے تو ہم ثواب دیں گے اور اگر نہیں کرو گے تو عذاب نہیں دیں گے یہاں انسان کا اختیار ہے کہ اگر وہ ثواب لینا چاہتا ہے تو وہ کام کرے نہیں کرے گا ثواب سے محروم رہے گا یہاں پر ہماری پسند کو دخل ہوسکتا ہے ہم چاہیں کریں چاہیں نہ کریں لیکن واجب میں یا حرام میں ہماری پسند کو کوئی دخل نہیں ہے اسی مستحب اور سنت کے مقابلے میں کبھی کبھی۔ کبھی کبھی سنت کے معنی میں ایک جملہ مجھے کہنا ضروری محسوس ہوتا ہے میں جو آگے بات کہنے جارہا تھا میں نے روک دی۔ کبھی کبھی لفظ سنت اس مستحب کے علاوہ دو معنی میں اور استعمال ہوتا ہے ایک سنت کے معنی ہیں مستحب یعنی یہ کام حکم خدا یہ ہے کہ یہ کام کرو اگر کرو گے تو تم کو ثواب ملے گا نہیں کرو گے تو عذاب نہیں ہوگا۔ کبھی کبھی سنت استعمال ہوتا ہے اس معنی میں کہ یہ کام وہ تھا جسے حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ مثال کے طور پر حضورؐ مسواک کرتے تھے مسواک کے معنی کیا ہیں لکڑی ہی کے ذریعہ مسواک کرنے کا نام مسواک نہیں ہے منھ اور دانتوں کے صاف کرنے کا نام مسواک ہے حتیٰ کہ احادیث میں تذکرہ ملتا ہے اگر تم ہر نماز سے پہلے اپنے منھ کو صاف کرتے ہو دانتوں کو صاف کرتے ہو مسواک کرتے ہو تو تمہاری نماز کے ثواب میں اضافہ ہو جائے گا۔ تو چاہے تم انگلی ہی سے اپنے منھ کو صاف کرو دانتوں کو صاف کرو اور انگلی ہی سے مسواک کرو۔ تو یہاں پر جب ہم کہتے ہیں کہ یہ سنت نبیؐ ہے یعنی یہ کام حضورؐ کیا کرتے تھے ویسے ہی کچھ کام ہیں کہ جناب ابراہیمؑ کیا کرتے تھے تو جن کاموں کو پیغمبرؐ کیا کرتے تھے وہ سنت رسولؐ کہلاتے ہیں جن

کاموں کو جناب ابراہیمؑ کیا کرتے تھے وہ سنت ابراہیمؑ کہلاتے ہیں اور وہ کام جن کو نبیؐ کیا کرتے تھے اور جناب ابراہیمؑ کیا کرتے تھے ان میں سے کون سا کام ہمارے لئے واجب قرار دیا جائے گا اور کون سا کام ہمارے لئے مستحب قرار دیا جائے گا یہ الگ سے حکم آئے گا تو کہیں سنت رسولؐ یا سنت ابراہیمؑ کے لفظ کے استعمال سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان میں سے جتنے کام ہیں سب مستحب ہیں چاہے کریں چاہے نہ کریں کریں گے تو ثواب پائیں گے نہیں کریں گے تو عذاب نہیں ہوگا نہیں یہاں پر سنت کے معنی یہ ہیں کہ یہ وہ کام ہیں جو حضورؐ کیا کرتے تھے۔ یہ وہ کام ہیں جو ابراہیمؑ کیا کرتے تھے۔ ایک تیسری جگہ اور ہے جہاں لفظ سنت استعمال ہوا کرتا ہے اور وہاں پر لفظ سنت کے معنی ہیں کتاب اور سنت۔ کتاب اور سنت کا مطلب کیا ہے کتاب سے مراد قرآن مجید ہے عام مسلمان اثنا عشری شیعوں کے علاوہ جب لفظ سنت استعمال کرتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ حدیث پیغمبرؐ ارشاد نہیں حدیث پیغمبرؐ اور جب ہم اثنا عشری لفظ سنت استعمال کرتے ہیں تو ہمارا مطلب ہوتا ہے کہ چودہ معصومینؑ کی حدیثیں یعنی ان کے یہاں حدیث سنت سے مراد فقط حدیث رسولؐ ہوتی ہے اور ہمارے یہاں حدیث سے مراد سارے چودہ کے چودہ معصومینؑ کی حدیث ہوتی ہے یہاں بھی مجھے آپ کے ساتھ ایک لفظ کی مزید تشریح اور کرنا پڑے گی تاکہ آپ کے کانوں میں یہ بات پڑی رہے اور کبھی اگر سامنے کوئی مسئلہ آئے تو الجھن نہ پیدا ہو خود حدیث کسے کہتے ہیں خود معصومؑ کی جس حدیث کو ہم سنت کہتے ہیں اس کے معنی کیا ہیں میری زبان سے ایک لفظ نکلا تھا اسے واپس لے لیا ارشاد معصومؑ ارشاد رسولؐ کو فقط حدیث نہیں کہتے ہیں جو معصومؑ کہے وہ حدیث ہے اس لئے کہ معصومؑ وہی کہے گا جو خدا کے احکام کے مطابق ہوگا نبیؐ کہے معصومؑ کہے لیکن معصومؑ جس کام کو کرے وہ بھی حدیث ہے ایک تیسری چیز اور ہے اسے بھی یاد

رکھئے گا معصومؑ کے علاوہ غیر معصوم کوئی کام معصوم کے سامنے کرے اور معصومؑ اسے اس کام پر نہ ٹوکے چپ رہے اس کے چپ رہنے کے بعد غیر معصومؑ کا وہ کام بھی حدیث میں شامل ہو جاتا ہے تو جب کبھی لفظ حدیث استعمال ہو تو اس میں تین چیزیں شامل ہوتی ہیں جو معصومؑ نے کہا ہے وہ بھی شامل جو معصومؑ نے کیا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے اور جو معصومؑ کے سامنے ہوا ہے اور اس پر معصومؑ خاموش رہے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہے۔ تو یہ سنت جس سے مراد حدیث ہے جس کو ابھی میں نے آپ کے سامنے بیان کئے کبھی کبھی لفظ سنت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور میں آپ کی خدمت میں تاریخ کا ایک واقعہ یاد دلا دوں۔ جب دوسری حکومت کے ختم ہونے پر جس حاکم نے زخمی ہو کر کے اپنی جان دی تھی اس نے چھ آدمیوں کی کمیٹی بنائی تھی جو مجلس شوریٰ کہلاتی ہے اور یہ طے کیا تھا کہ ان چھ میں سے کوئی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے یہ آپس میں طے کر لیں گے وہ تفصیل آپ سنتے رہے ہیں مجھے اس میں ایک لفظ سنانا ہے تو ان چھ میں مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی علیؑ کے مخالف نے علیؑ کے دشمن نے علیؑ کے نہ ماننے والے نے مجبور ہو کر کے جو چھ آدمی نامزد کئے تھے کہ ان میں سے کوئی میرے بعد خلیفہ بنایا جائے اس میں ان کو علیؑ کا نام بھی لکھنا پڑا اس میں طلحہ بھی تھے اس میں عبدالرحمٰن ابن عوف بھی تھے اس میں جن کو تیسری مرتبہ حکومت دی گئی ہے وہ بھی تھے تو عبدالرحمٰن ابن عوف کو اہمیت دی تھی چھ آدمیوں کی کمیٹی میں کمیٹی بنانے والے نے۔ انہوں نے مولائے کائنات سے کہا علیؑ ہم تم کو حکومت دے کے خلیفہ بنانے پر تیار ہیں بشرطیکہ تم وعدہ کرو کہ کتاب پر عمل کرو گے اور سنت نبیؐ پر عمل کرو گے سنت نبیؐ سے یہاں کیا مراد ہے جو نبیؐ نے کہا ہے جو نبیؐ نے کیا ہے جو نبیؐ کے سامنے ہوا ہے اور نبیؐ اس پر خاموش اور راضی رہے ہیں تو تم وعدہ کرو علیؑ کتاب خدا پر عمل کرو گے سنت نبیؐ پر عمل

کرو گے اور تم سے پہلے جو دو حاکم اور گزر رہے ہیں شیخین انکی جو سیرت اور زندگی ہے اس پر بھی عمل کرو گے تو مولا علیؑ نے کہا میں کتاب پر عمل کروں گا سنت نبیؐ پر عمل کروں گا بقیہ کسی کی زندگی اور سیرت پر عمل نہیں کروں گا تو یہ جگہ میں نے آپ کو اس لئے سنائی ہے تاکہ آپ کو یاد رہے کہ لفظ سنت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے ایک سنت یعنی مستحب۔ ایک سنت یعنی وہ کام جسے پیغمبرؐ مسلسل کرتے رہے ہیں یا جناب ابراہیمؑ اس کام کو کرتے رہے ہیں یا انبیاؑ اس کام کو کرتے رہے ہیں۔ سنت ابراہیمی سنت محمدی سنت انبیاء اس طرح کے الفاظ آپ سنیں گے اور تیسرا لفظ سنت کا مفہوم اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ کتاب اور حدیث اب میں پھر اپنے بیان کو پلٹا کے لانا چاہتا ہوں کہ ایک لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد ایک لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد جب تک وہ زندہ ہے اور باحواس ہے اس کو زندگی میں جتنے کام کرنا ہیں یا وہ واجب ہوں گے یا وہ حرام ہوں گے یا وہ سنت اور مستحب ہوں گے واجب اور حرام کی بات میں سنا چکا آپ کو یاد ہوگی یعنی جس کے بارے میں حکم خدا ہے کہ کرو، نہیں کرو گے تو ہم عذاب دیں گے کرو گے تو ثواب دیں گے یہ ہے واجب۔ جس کے لئے حکم خدا ہے کہ نہیں کرو اگر کرو گے تو عذاب ہوگا نہ کرو گے تو ثواب پاؤ گے یہ ہے حرام۔ مستحب وہ حکم خدا ہے جس میں خدا نے کہا ہے کام کرو اگر کرو گے تو ثواب پاؤ گے نہیں کرو گے تو عذاب نہیں ہوگا چوتھا حکم خدا ہے مکروہ۔ مکروہ کیا ہے کہ جس کے بارے میں خدا نے کہا ہے کہ یہ کام نہ کرو اگر نہ کرو گے تو ہم تم کو ثواب دیں گے اور اگر کرو گے تو عذاب نہیں ہوگا اس جملے کو پھر یاد رکھیں واجب اور حرام میں چھوٹ نہیں ہے ہمارے لئے مکروہ اور سنت میں چھوٹ ہے کہ ہم اگر ثواب لینا چاہتے ہیں تو مستحب کام کریں اور مکروہ کام نہ کریں پانچویں چیز جس کے لئے مباح کا لفظ بولا جاتا ہے مباح کسے کہتے ہیں اگر آپ یاد رکھ سکیں تو میں ایک لفظ اتنی دیر سے بار بار

کہتا آیا ہوں کہ واجب وہ حکم خدا ہے جس میں خدا کہتا ہے یہ کام کرو، نہیں کرو گے تو عذاب ہوگا۔ حرام وہ حکم خدا ہے جس میں خدا کہتا ہے یہ کام نہ کرو اگر کرو گے تو عذاب ہوگا مستحب وہ حکم خدا ہے جس میں خدا نے کہا ہے کہ یہ کام کرو اگر کرو گے تو ثواب ملے گا نہ کرو گے تو عذاب نہیں ہوگا مکروہ وہ حکم خدا ہے جس میں خدا نے کہا ہے کہ یہ کام نہ کرو نہ کرو گے ثواب ملے گا کرو گے تو عذاب نہیں ہوگا اب میں پانچواں لفظ بولنا چاہتا ہوں مباح اس کے فرق کو میری بیٹیاں میرے بچے میری بہنیں میرے بھائی یاد رکھیں گے یہ وہ کام ہے جس کے بارے میں کوئی حکم خدا نہیں ہے جن چار چیزوں کے بارے میں حکم خدا ہے یا وہ حکم خدا واجب ہوگا یا وہ حکم خدا حرام ہوگا یا وہ حکم خدا مستحب ہوگا یا وہ حکم خدا مکروہ ہوگا اور ہماری زندگی میں جتنے بھی ایسے کام آئیں جس کے بارے میں کوئی حکم خدا نہیں ہے تو جہاں حکم خدا نہیں ہے اس کا نام ہے مباح تو جب مباح ہے تو حکم خدا نہیں ہے تو ہم کریں گے تب بھی ثواب نہیں ملے گا نہیں کریں گے تب بھی عذاب نہیں ہوگا کریں گے تب بھی عذاب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کے بارے میں کوئی حکم خدا موجود ہی نہیں ہے۔ تو میں نے آپ کے سامنے ایک لفظ بار بار کہا ہے کہ حکم خدا کہاں ہے کہاں نہیں ہے جہاں حکم خدا کوئی ہے ہی نہیں اس کا نام مباح ہے اور جہاں حکم خدا ہے۔ یا وہ حکم خدا واجب ہوگا یا وہ حکم خدا حرام ہوگا یا وہ حکم خدا مستحب ہوگا سنت ہوگا یا مکروہ ہوگا۔ اب میری تقریر جہاں سے چلی تھی جہاں سے میں نے آج کی بات شروع کی تھی وہ یہ کہ میں نے آپ کو یہ بات یاد دلائی تھی جو میں نے کل اور پرسوں کی تقریر میں گزارش کی ہے کہ جہاں ہم کو سمجھنا چاہیے اگر نہیں سمجھیں گے تو یہ کنجوسی ہے اور جہاں ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں اگر ہم سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ سمجھ کی بربادی اور سمجھ کی فضول خرچی ہے اب میں آج اپنے وعدے کے مطابق آپ سے وہ بات کہتا ہوں جہاں ہمیں کسی حد تک

سمجھنا ہے اور اس حد کے آگے جب ہم بڑھیں تو ہمیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا ہے تو جہاں تک ہمیں سمجھنا ہے اگر ہم وہاں تک سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے تو یہ عقل کی کنجوسی ہوگی اور جہاں ہم کو نہیں سمجھنا ہے اگر وہاں سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ عقل کی فضول خرچی ہوگی۔ اب آپ متوجہ ہیں تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسئلہ ہے کہ ہماری زندگی جو کام ہمارے سامنے آیا ہے اس کے بارے میں حکم خدا ہے کہ نہیں ہے اور اگر حکم خدا نہیں ہے تو ٹھیک اگر ہے حکم خدا ہے تو وہ حکم خدا کیا ہے حرام ہے اس کام کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے واجب قرار دیا ہے سنت قرار دیا ہے مستحب قرار دیا ہے یہ بات جاننا ہم میں سے ہر بالغ آدمی کے لئے ضروری ہے یہ نہیں ہے کہ جو پیش نماز صاحب ہم کو نماز پڑھائیں گے فقط ان کے لئے جاننا ضروری ہے یہ نہیں ہے یہ نہیں ہے کہ جو منبر پر آئیں گے فقط ان کے لئے جاننا ضروری ہے نہیں ہر بالغ لڑکی کے لئے ہر بالغ لڑکے کے لئے جب تک زندگی میں حواس باقی ہے تب تک یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم جو کام کر رہے ہیں اس کام کے بارے میں حکم خدا ہے یا نہیں ہے یہ کام ہمارے لئے واجب ہے یہ کام ہمارے لئے حرام ہے یہ کام ہمارے لئے سنت ہے یہ کام ہمارے لئے مکروہ ہے اتنی بات کا جاننا ہم سب کی ڈیوٹی ہے اس میں گنجائش نہیں ہے کہ ہم نہ جانیں تو ہمارے لئے راستہ نکل آئے گا اگر ہم اتنا جاننے کی کوشش نہیں کرتے ہیں تو ہم عقلی کنجوس ہیں میں یہیں پر آپ کے سامنے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ لوگ یہ کہہ کے دائیں بائیں نکل جاتے ہیں جناب ہم کوئی ملا مولوی تو نہیں ہیں کہ سب جانیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے واجب کیا ہے اور سنت کیا ہے اور مکروہ کیا ہے ہم کو تو دنیا کے بہت سے کام کرنا ہیں تو میں ایسی ساری گفتگو کے دروازے کو بند کرتے ہوئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں بس کہ اگر جنت میں فقط ملا ہی مولوی کو جانا ہے اور سب اسی بات پر تیار ہیں

کہ ہم کو جنت نہیں چاہیے تو ٹھیک ہے بس ملا ہی مولوی کے ذمہ ہے کہ وہ جانیں کہ حکم خدا ہے کہ نہیں ہے لیکن اگر ہم میں سے ہر آدمی جنت جانا چاہتا ہے ہم اپنے ہر آدمی کو جنت پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم میں سے ہر آدمی کی ڈیوٹی ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ ہم جو کام کرنے جارہے ہیں اس کام کے بارے میں حکم خدا ہے یا نہیں ہے یہ کام ہمارے لئے واجب ہے یہ کام ہمارے لئے حرام ہے یہ کام ہمارے لئے سنّت ہے یہ کام ہمارے لئے مکروہ ہے اتنی بات کا جاننا ہم سب کی ڈیوٹی ہے اس میں گنجائش نہیں ہے کہ ہم نہ جانیں تو ہمارے لئے راستہ نکل آئے گا اگر ہم اتنا جاننے کی کوشش نہیں کرتے ہیں تو ہم عقلی کنجوس ہیں میں یہیں پر آپ کے سامنے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ لوگ یہ کہہ کے دائیں بائیں نکل جاتے ہیں جناب ہم کوئی ملا مولوی تو نہیں ہیں کہ سب جانیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے واجب کیا ہے اور سنت کیا اور مکروہ کیا ہے ہم کو تو دنیا کے بہت سے کام کرنا ہیں تو میں ایسی ساری گفتگو کے دروازے کو بند کرتے ہوئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں میں کہ اگر جنت میں فقط ملاّ ہی مولوی کو جانا ہے اور سب اس بات پر تیار ہیں کہ ہم کو جنت نہیں چاہئے تو ٹھیک ہے میں ملا ہی مولوی کے ذمہّ ہے کہ وہ جانیں کہ حکم خدا ہے کہ نہیں ہے لیکن اگر ہم میں سے ہر آدمی جنت جانا چاہتا ہے ہم اپنے ہر آدمی کو جنت پہونچانا چاہتے ہیں تو ہم میں سے ہر آدمی کی ڈیوٹی ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ ہم جو کام کرنے جارہے ہیں اس کام کے بارے میں حکم خدا ہے یانہیں ہے اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ اتنا علم حاصل کرنا ہم میں سے ہر آدمی کے لئے واجب ہے اگر ہم اس کو حاصل نہیں کریں گے کمی کریں گے کوتاہی کریں گے تو ہم کو خدا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا اس کے آگے جہاں آپ سوچ کر کے گھبرا رہے ہیں وہ مجھے معلوم ہے گھبرانے کی جگہ مگر میں ابھی اس جگہ تک جانے سے اور لے جانے سے پہلے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے بچے

کو اسکول میں داخل کیا تو اسکول کے جتنے قاعدے قانون ہیں ان سارے قاعدے قانون کا جان لینا اس بچے کے لئے ضروری ہے کہ نہیں کس وقت اسکول کھلے گا کب چھٹی ہوگی کون سے مضمون پڑھنا ہوں گے کون سے گھنٹے میں کون سا مضمون پڑھایا جائے گا کس دن چھٹی ہوگی کتنے دن کی چھٹی ہوگی یہ ساری باتیں اس بچے کو جاننا ضروری ہے تو اگر ایک مدرسے میں جانے والے تین سال کے بچے کو یہ ساری باتیں اس اسکول کی جاننا ضروری ہیں تو جس کو مسلمان ہونا اس کو اسلام کے اسکول کے قانون کا جاننا ضروری ہے لوگ کہتے ہیں کہ جناب ہم تو جاہل آدمی ہیں ہم کیا جانیں کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے لیکن ہم جاہل آدمی جب کسی فیکٹری میں نوکری کرتے ہیں تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں نو بجے ڈیوٹی تھی ہم گیارہ بجے آئے ہیں اس لئے کہ ہم جاہل آدمی ہیں ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس وقت آنا چاہئے۔ نہیں ہمیں معلوم ہے کس گیٹ سے جانا ہے ہمیں معلوم ہے کھانا کہاں لٹکانا ہے ہمیں معلوم ہے حاضری کہاں لکھانا ہے ہمیں معلوم ہے چھٹی لینا ہے تو اس کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کرنا ہے ہمیں معلوم ہے تنخواہ کب ملے گی ہمیں معلوم ہے بونس کب ملے گا ایڈوانس کب ملے گا یہ ساری باتیں ہم جاہل ہو کے جانتے ہیں کیوں اس لئے کہ فیکٹری میں ہم کام کررہے ہیں تو جب کام کرتے ہم کو مہینہ بھر کے بعد تنخواہ اور پگار اٹھانا ہے تو ہم جاہل ہو کے فیکٹری کے سارے کام جانتے ہیں تو اگر ہم کو اسلام کی فیکٹری میں داخل ہوکر کے جنت حاصل کرنا ہے تو جاہل ہو کے بھی یہاں کے سارے کاموں کو بھی ہمیں جاننا ہی ہوگا۔ ایک دیہات سے ملک سے آیا ہوا آدمی بمبئی میں ٹیکسی چلانا چاہتا ہے تو اسے ٹیکسی چلانے سے پہلے ہی لائسنس لینا ہوگا۔ لائسنس لینے سے پہلے اسے ہر گلی ہر اسٹریٹ کو یاد کرنا ہوگا ٹیکسی کے سارے قوانین کو اسے جاننا ہوگا اور اس کے بعد اسے امتحان دینا ہوگا جب وہ پاس ہو جائے گا تب

اس کے ہاتھ میں لائسنس دیا جائے گا کہ اب تم کو اجازت دی جاتی ہے اسٹیرنگ کو چھوسکو اس لئے کہ اسٹیرنگ سے گاڑی چلے گی گاڑی کے پیچھے تمہاری زندگی چلے گی تمہاری زندگی کے پیچھے پسنجرس کی زندگی چلے گی تم کو اجازت نہیں دی جاسکتی ہے جب تک کہ کہاں جانا ہے وہ جگہ نہ جانتے ہو کیسے بچنا ہے موت سے وہ طریقے نہ جانتے ہو تو اگر ہمارا ہاتھ اسٹیرنگ پر نہیں جاسکتا ہے جب تک کہ ہمارے سارے قاعدے قانون نہ جان لیں یہ ہماری زندگی جسے ہم خود ہی ہینڈل کرتے ہیں ہم اپنی زندگی کے خود ہی ڈرائیور ہیں تو مذہب نے کہا کہ جب تک جان نہ لو کہ حرام کیا ہے حلال کیا ہے مستحب کیا ہے واجب کیا ہے تب تک تمہارے لئے اجازت نہیں ہے کہ تم زندگی کو آگے بڑھاؤ میں سمجھتا ہوں کہ اب میرا کوئی بچہ میری کوئی بیٹی میری کوئی بہن میرا کوئی بھائی اس بات پر ضد نہیں کرے گا کہ ملا اور مولوی ہی کو فقط حکم خدا جاننا چاہئے کام کے بارے میں کہ حکم خدا ہے یا نہیں اور حکم خدا ہے تو کیا ہے نہیں ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ یہ جانے کہ حکم خدا کیا ہے جس پر ہمیں عمل کرنا ہے کہاں حکم خدا نہیں ہے جہاں میں آزادی دے دی گئی ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ساری چیزیں ایک ہی دن میں جان لینا ضروری نہیں ہوتیں لیکن اگر ٹیکسی میں یا کار میں ہم بیٹھتے ہیں بڑا فرق ہے ایک چلانے والا ہے اور چار بیٹھنے والے ہیں تو سارے قاعدے قانون اسے جاننا ہے جو چلانے والا ہے لیکن ان بیٹھنے والوں کو بھی معلوم ہے کہ جب کبھی اترنا ہے تو بائیں ہاتھ کا دروازہ کھول کر اترنا ہے دائیں ہاتھ کا دروازہ کھول کے نہیں اترنا ہے۔ اتنی بات سب کو جاننا ہے اور اگر نہیں جانتا تو جو بڑے بیٹھے ہوتے ہیں وہ بچے کو روک دیتے ہیں ادھر دروازہ نہیں کھولنا ادھر سے اترنا۔ آپ کیوں بتاتے ہیں ابھی تو یہ بچہ ہے کہا نہ بتائیں گے تو مرجائے گا تو اگر مرجائے گا تو بچے کو بتانا ضروری ہے تو نو سال کی جب لڑکی ہو جائے اور بارہ پندرہ

سال کا لڑکا ہو جائے پھر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ابھی بچہ ہے یہ بتاتا ہے تمہارے لئے واجب کیا ہے تمہارے لئے حرام کیا ہے نہیں بتائیں گے تو یہ دین کی زندگی میں مر جائے گا اور جب یہ مر جائے گا تو اس کو دوزخ کا سامنا کرنا پڑے گا عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب میں پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں کہ یہ بات ہم کو ماننی ہی پڑے گی کہ ہم کو ہر کام سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے یہ معلوم کرنا لازمی ہے یہ معلوم کرنا ہماری ذمہ داری ہے یہ معلوم کرنا ہماری ڈیوٹی ہے کہ اس کام کے بارے میں کوئی حکم خدا ہے یا نہیں اور اگر حکم خدا ہے۔ یہ بات اتنی مرتبہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر بچے کو یاد ہو جائے کہ جو کام ہمیں کرنا ہے اس کام کے بارے میں حکم خدا ہے یا نہیں ہے اگر حکم خدا ہے تو وہ واجب ہے یا حرام ہے یا سنت ہے یا مکروہ ہے ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے۔ اب آپ جس کے لئے پریشان ہو رہے ہیں اس مسئلہ کو میں حل کئے دیتا ہوں۔ سننے والے۔ تھوڑے سننے والے جو ہوتے ہیں وہ بوکھلا رہے ہونگے پریشان ہو رہے ہوں گے کہ یہ اتنا ہم معلوم کیسے کریں کام تو ہمیں ہی کرنا ہے معلوم ہو گیا کہ اس کے بارے میں حکم خدا ہے یہ ہم کیسے معلوم کریں یہ تو ہماری صلاحیت سے باہر ہے مولوی صاحب زور لگائے پڑے ہیں کہ ہماری ڈیوٹی ہے ہمارا فریضہ ہے کہ معلوم کرو اور ہم میں طاقت نہیں ہے معلوم کرنے کی۔ تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہیں سے مذہب نے ذمہ داریاں تقسیم کر دیں کیا ذمہ داریاں تقسیم کر دیں۔ مذہب نے کہا کہ مسلمانو! اثنا عشری شیعو! تمہارے درمیان ایسی جماعت کا ایسے گروپ کا ہونا ضروری ہے لازم ہے۔ لازم ہے کہ تمہارے درمیان ایک جماعت ہو ایک گروپ ہو کن کا گروپ ہو کن کی جماعت ہو ان کا گروپ ہو ان کی جماعت ہو جو ساری زندگی علم دین و علم فقہ حاصل کریں تاکہ وہ قرآن سے اور حدیث معصومینؑ سے یہ معلوم کر سکیں کہ حکم خدا

کیا ہے جو کام سامنے آئے اس کے بارے میں وہ معلوم کر سکے کہ حکم خدا آیا ہے یا نہیں آیا ہے حکم خدا آیا ہے تو وہ واجب ہے یا حرام ہے یا مکروہ ہے یا مستحب ہے تو ایک جماعت ایسی ہونا چاہئے جو تفصیل کے ساتھ ساری زندگی اس کام میں خرچ کرے اور وہ قرآن اور حدیث معصومینؑ سے حکم خدا معلوم کرے۔ یہ جماعت یہ معلوم کرنے والے یہ کون ہوں گے یہ معلوم کرنے والے کا نام فقیہ ہوگا اس معلوم کرنے والے کا نام مجتہد ہوگا جو یہ جماعت ہوگی جماعت کا نام جمع فقہاء ہوگا فقیہوں کی جماعت ہوگی۔ان کا کام ہے قرآن سے حکم خدا نکالنا ان کا کام ہے چودہ معصومونؑ کی حدیثوں کو سامنے رکھنا اور حکم خدا معلوم کرنا۔اس کے لئے لفظ کیا آتا ہے تفصیلی دلیلوں سے حکم خدا معلوم کرنا یہ فقیہ کا کام ہے تو یہ اللہ نے کس پر رکھا۔ ساری مسلمان سوسائٹی پر یہ واجب نہیں رکھا کہ صرف یہ واجب ایک جماعت پر رکھا۔ کیوں۔اس لئے کہ بیمار تو سب ہو سکتے ہیں دوا سب کو چاہئے مگر ڈاکٹر سب نہیں ہو سکتے ہیں آپریشن کی ضرورت سب کو ہو سکتی ہے مگر سب سرجن نہیں ہو سکتے ہیں۔ بیمار تو سب ہوئے ہیں مگر ضرورت ہوتی ہے کہ ہماری سوسائٹی میں کچھ لوگ ڈاکٹر بنیں کچھ میڈیکل سائنس پر ریسرچ کریں کچھ دوائیں بنائیں کچھ دوائیں بیچیں کچھ دوائیں رکھیں کچھ دوائیں استعمال کرائیں۔آپریشن کریں کچھ ان کے آلات بنائیں۔اور بیمار ہونے والے سب ہیں جو بیمار ہونے والا ہے اس کو دوا چاہئے اور جن کو دوا دینا ہے ان کو وہ سارا علم چاہئے کہ دوا دے سکیں تو جیسے بیمار سب کو ہونا ہے دوا سب کو چاہئے مگر کچھ وہ ہوتے ہیں جو دوا دینے کا علم حاصل کرتے ہیں ویسے ہی عمل سے پہلے حکم خدا ہے کہ نہیں ہے اور کیا ہے یہ معلوم کرنا ہر ایک آدمی کا کام ہے لیکن حکم خدا ہے کہ نہیں ہے یہ معلوم کرنا فقیہوں کا کام ہے بس جیسے ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کوالیفائڈ ڈاکٹر سے دوا لیتے ہیں اور اسے

اطمینان سے استعمال کرتے ہیں ویسے ہی جو کوالیفائڈ ہوتا ہے حکم خدا معلوم کرنے کا اس کو فقیہ کہتے ہیں فقیہ سے پوچھنا ہمیں یہ کام کرنا ہے اس کے بارے میں حکم خدا ہے کہ نہیں ہے۔ حکم خدا کیا ہے حرام ہے کہ واجب ہے کہ مکروہ ہے کہ مستحب ہے۔ وہ ہمیں بتا دے گا ہمیں معلوم ہو گیا۔ تو ہمارے ان کے درمیان فاصلہ کیا ہے ان کو حکم خدا معلوم کرنا ہے قرآن سے ان کو حکم خدا معلوم کرنا ہے چودہ معصومینؑ کے ارشادات سے اور ہم کو ان سے پوچھ لینا ہے کہ آپ کو اس کام کے بارے میں حکم خدا کیا معلوم ہوا۔ کام آسان ہو گیا کہ نہیں آسان ہو گیا۔ تو ان کا حکم خدا تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا۔ اس کا نام اجتہاد ہے اس کا نام تفقہ ہے ہمارا حکم خدا ان سے معلوم کر کے اس پر عمل کرنا اس کا نام تقلید ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس بات کو ایک مرتبہ پھر عرض کرتا ہوں۔ ایک مسلمان مر جائے تو اس کا دفن اس کی نماز اس کا غسل ہر اس مسلمان پر واجب ہے جہاں تک اس کے مرنے کی خبر پہنچ گئی ہے۔ یہاں میں ایک لفظ کی وضاحت کروں گا۔ مر جانے والے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ کلمہ پڑھتا تھا وہ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور پیغمبرؐ اس کے رسولؐ ہیں اگر اتنا کہنے والا مرا ہے اور وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں تھا تو وہ مسلمان مرا ہے اور مسلمان مرا ہے تو اس کا دفن کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اس کا غسل ہر مسلمان پر واجب ہے اسکی نماز ہر مسلمان پر واجب ہے اس کا کفن ہر مسلمان پر واجب ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب نماز ہوتی ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ کون مومن ہے کون غیر مومن ہے جب ہم نماز پڑھتے ہیں جس کو نماز میت کہا جاتا ہے اس پہلی تکبیر کے بعد ہم تشہد پڑھتے ہیں یعنی اللہ اور نبیؐ ہونے کی گواہی دیتے ہیں اللہ اور نبیؐ کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایک ہے اور اکیلا ہے اور اللہ ہے۔ یہ اس کے رسولؐ ہیں دوسری تکبیر کے بعد ہم صلوات پڑھتے ہیں یعنی نبیؐ اور

آل نبیؑ پر رحمتوں کے نازل ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ تیسری تکبیر کے بعد جتنے مومن مر گئے ہیں میں نے بارہا آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ مومن کا مطلب فقط اثنا عشری شیعہ ہوتا ہے کوئی غیر اثنا عشری شیعہ مومن نہیں ہے اس وقت میری یہ بحث نہیں ہے کہ آپ کی خدمت میں اس بات کے لئے دلیل پیش کروں وہ کسی نہ کسی وقت عرض کردوں گا تو تیسری تکبیر کے بعد جتنے مومن مر گئے ہیں یا زندہ ہیں ان سب کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو کسی مسلمان کی نماز ہو تو کیا فرق پڑتا ہے کہ اللہ کی توحید کی گواہی دی جائے پیغمبرؐ کے رسالت کی گواہی دی جائے پیغمبرؐ پر اور ان کے اہلبیتؑ پر نزول رحمت کی دعا کی جائے مومنین کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے کوئی فرق نہیں پڑتا فرق کہاں پڑے گا کہ چوتھی تکبیر کے بعد نماز میت میں جو میت سامنے رکھی ہے اس کے لئے دعا کرنا پڑتا ہے تو اگر مرنے والا اثنا عشری شیعہ ہے یعنی مومن ہے تو ہم اس کے لئے دعا کرتے ہیں کہ پالنے والے اس کے گناہوں کو معاف کردے پالنے والے اس کی نیکیوں میں اضافہ کر۔ لیکن اگر وہ اثنا عشری شیعہ نہیں ہے اگر وہ مومن نہیں ہے تو اس کے لئے ہم دعائے مغفرت نہیں کرسکتے۔ دعائے مغفرت نہیں کرسکتے ہیں اس کے لئے کسی نیکی کا ثواب ہدیہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے ایک دن کسی مجلس میں بیان کیا تھا جو یہ زندگی میں سارے مذہب میں مرنے کے بعد فقط دو ہی مذہب رہ جائیں گے مومن غیر مومن۔ مومن غیر مومن۔ تو مغفرت ہے مومن کے لئے غیر مومن کے لئے نہیں ہے ایصال ثواب فاتحہ ہو یہ سارے کام ہیں مومن کے لئے غیر مومن کے لئے نہیں ہیں۔ نہ ہم نماز پڑھتے ہیں نہ مجلس اس کی ہوتی ہے جو غیر مومن ہوتا ہے ہم اس کے لئے کہتے ہیں پالنے والے ان کا حشر ان کے ساتھ کہ جن کو یہ مانتا تھا۔ تو میں بات آپ کی خدمت میں مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو جتنوں

کو خبر مل گئی ہے کہ کوئی مر گیا ہے مسلمان اس پر واجب ہے کہ غسل دے اس پر واجب ہے کہ کفن پہنائے اس پر واجب ہے کہ نماز پڑھے جس کا مستحق ہے ویسے نماز پڑھے اور اس کے بعد دفن کرے۔ سو آدمیوں کو اطلاع ہوگئی تو سو پر واجب۔ ہزار آدمیوں کو اطلاع ہوگئی تو ہزار آدمیوں پر واجب کروڑ آدمیوں کو اطلاع ہوگئی کروڑوں پر واجب ہے اس ایک کا دفن کرنا۔ کروڑوں پر واجب تھا ایک نے اس کو دفن کر دیا نماز پڑھ دی غسل دے دیا کفن پہنا دیا نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔ سب پر سے ذمہ داری ہٹ گئی تو ویسے ہی ہر زمانے کی مسلم سوسائٹی میں واجب ہے کہ ہم میں ایک جماعت ہو ایک آدمی ہو ایک کے بعد دوسرا آدمی دوسرے کے بعد تیسرا آدمی ہو جو تفصیلی دلیلوں سے حکم خدا معلوم کرے اور بقیہ سوسائٹی کا کام ہے اس حکم خدا معلوم کرنے والے سے پوچھے اس پر عمل کرے۔ تو میں آپ کے سامنے آج یہاں تک بات لا کے مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی میں جب کوئی ہمیں کام کرنا ہو تو اس کام کے بارے میں ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ حکم خدا ہے کہ نہیں ہے حکم خدا ہے تو کیا ہے اگر اتنا ہم نہیں معلوم کرتے ہیں تو یہ کنجوسی ہے عقل کی جو گناہ ہو جائے گی۔ جو جرم بن جائے گی جو سزا اور عذاب کا ذریعہ بن جائے گی۔ لیکن ہم جو میکینک ہے جو ڈاکٹر ہے جو انجینئر ہے جو بیوپاری ہے جو ذاکر ہے جو پیش نماز ہے ان میں سے کسی آدمی کے پاس اتنا علم نہیں ہے کہ وہ سارے قرآن مجید کو اور سارے معصومینؑ کی ساری حدیثوں کو سامنے رکھ کے تفصیلی طور پر حکم خدا معلوم کر سکے لہٰذا اگر کسی ذاکر نے اگر کسی پیش نماز نے اگر کسی غیر فقیہ نے کسی ڈاکٹر انجینیر نے کسی تاجر نے کسی بہت بڑے عبادت کرنے والے بندۂ مومن نے کوشش کی حکم خدا معلوم کرنے کی تو یہ وہ جگہ ہوگی جہاں عقل ضائع ہو جائے گی سمجھ برباد ہو جائے گی اگر حکم خدا نہ معلوم کرے فقیہ سے تو یہ عقل کی کنجوسی ہوگی اور غیر فقیہ کا حکم

خدا دلائل تفصیلیہ سے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا عقل کی فضول خرچی ہے لہٰذا جہاں تک ہم نے جگہ معین کی ہے وہاں تک ہمارا فریضہ ہے کہ ہم سمجھیں اور یہاں سے ہمارا فریضہ ہے کہ اپنا کام دوسرے کے حوالے کر دیں کیوں اس لئے کہ اس کے پاس کپیسیٹی اور صلاحیت ہے کہ وہ معلوم کر سکے تفصیل دلائل کے ساتھ کہ حکم خدا کیا ہے میں اگر آپ کی خدمت میں ضرورت سمجھوں گا لوگ مسجد سے کہیں گے تو میں کل بھی اس موضوع مسئلے کے سلسلہ میں کچھ باتیں کہوں گا لیکن آج صرف یہ فرق بتانے کے لئے کہ فقیہ کی سمجھ کیسی ہوتی ہے اس کے سوچنے کا انداز کیسا ہوتا ہے اور ہمارے آپ کے سوچنے کا انداز کیسا ہوتا ہے ایک مشہور واقعہ سناتا چاہتا ہوں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہماری حیثیت نہیں ہے ہم اس سرحد کو سرکل کو کراس کریں کہ ہم بھی دلیل سے تفصیلی طور پر حکم خدا معلوم کریں۔ کتابوں میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ہمارے ایک بڑے مشہور عالم دین جو یقیناً صرف فقیہ نہیں تھے بلکہ جب کبھی فقہاء کی تاریخ لکھی جائے گی تو ان کا نام بڑے احترام و جلالت کے ساتھ لکھا جائے گا۔ کون علامہ حلیؒ۔ یہ واقعہ اس سے پہلے بھی آپ نے کسی نہ کسی سے سنا ہی ہوگا میری زبانی ابھی سن رہے ہیں۔ آپ۔ علامہ حلیؒ ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں کو درس فقہ اور اجتہاد دے رہے تھے اتنی دیر میں اس مسجد میں ایک پاگل اندر آیا۔ اچھا مسجد کے بارے میں ایک حکم پہلے سن لیں۔ مسجد کے بارے میں حکم یہ ہے کہ مسجد میں کسی پاگل کو یا کسی بچے کو جو ابھی بالغ نہیں ہوا ہے اس کو مسجد پر قبضہ نہ دیا جائے۔ قبضہ نہ دیا جائے یعنی اسے آزاد نہ چھوڑا جائے۔ بچے تو ہم لا سکتے ہیں لیکن بچے کو آزاد چھوڑ دے کہ وہ مسجد کو کھیل کا میدان سمجھ کر کھیلنا شروع کر دے تو یہ مکروہ ہے کیوں مکروہ ہے پاگل عقل کھو چکا اور بچے کے پاس پوری عقل ابھی آئی نہیں ہے تو ریزلٹ یہی ہے کہ جو عقل چاہئے حلال وحرام کو پہچاننے والی نجس و پاک

کو جاننے والی مسجد کی بے حرمتی اور حرمت کو پہچاننے والی جو اس کے پاس ہے نہیں اس کے پاس ابھی آئی نہیں لہٰذا مکروہ ہے مکروہ کیا ہے یعنی نہ کرنا بہتر ہے مکروہ کیا ہے کہ ان کو مسجد میں قبضہ نہ دیا جائے آزاد نہ چھوڑ دیا جائے مسجد میں۔ یہ مذہب کا حکم ہے یہ شریعت کا حکم ہے یعنی یہ معلوم ہے کہ یہ حکم خدا ہے۔ علامہ حلّیؒ اپنے شاگردوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک پاگل آ گیا ایک فرق اور آپ یاد رکھیں ناسمجھ بچہ ہے اسے ہم کنٹرول میں رکھ سکتے ہیں لیکن پاگل کنٹرول میں آجائے تو پاگل ہی کیا ہے۔ ایک پاگل کو اگر آپ مسجد میں جگہ دے دیں میں آپ کے ساتھ یقین کے ساتھ کہتا ہوں یہ کہتا ہوں کہ وہ پوری مسجد کے مجمع کو اکیلا کنٹرول کرے گا مجھے منبر سے اتار لے گا آپ کو پالا گلی کے نکڑ تک پہنچا دے گا تو بچے پر کنٹرول ہو سکتا ہے اسے تو اپنے پاس بیٹھا بھی سکتے ہیں لیکن مسجد کو نجس ہونے سے اس کی بے حرمتی سے اس کو بچانے کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ پاگل کو اس طرح کنٹرول کیا جائے کہ اس کو مسجد سے باہر نکال دیا جائے چنانچہ جیسے ہی پاگل داخل ہوا علامہ حلّیؒ نے کہا ان کو مسجد سے باہر کردو لوگوں نے کر دیا باہر۔ ذرا ٹھہریے گا مجھے بھی یہ کبھی کبھی شوق ہوتا ہے حکم خدا معلوم کرنے کا۔ کرتے ہیں ہم ذاکری اور شوق ہو جاتا ہے تفصیلی دلائل سے حدیث معصومینؑ سے اور قرآن سے حکم خدا معلوم کرنے کا۔ پڑھاتے ہیں ہم نماز شوق ہو جاتا ہے حکم خدا معلوم کرنے کا۔ تقلید کے ذریعہ نہیں۔ تفصیلی دلائل سے۔ ہم نے پڑھی ہے ہسٹری شوق ہے حکم خدا قرآن سے معلوم کریں گے۔ ہم نے پڑھا ہے کہ زمین کے سینوں میں کیا چیزیں پائی جاتی ہیں شوق ہو گیا ہے کہ قرآن کے سینے میں حکم خدا کہاں کہاں ہے ارشاد معصومینؑ میں کہاں کہاں حکم خدا ہے۔ تو ایسے سارے آدمی جو حکم خدا معلوم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں وہ کتنی بڑی غلطی کرتے ہیں کیسا خطرناک بارڈر کراس کرتے ہیں کیسے غلط سرکل میں داخل ہوتے

ہیں اپنے لئے کیسا عذاب کا خطرہ مول لیتے ہیں اس کو پچھوانے کے لئے کہ ہم میں صلاحیت نہیں ہے واقعہ سنانا چاہتا تھا وہ واقعہ یہاں تک آ گیا۔ ہم بھی نکال دیں گے پاگل کو اس لئے کہ مکروہ ہے اس کو مسجد پر قبضہ دینا علامہ حلّیؒ نے بھی نکال دیا وہ فقیہ ہیں ہم فقیہ نہیں ہیں اتنا یاد رہے گا نہ۔ اب ذرا سنئے رات کو جو علامہ حلّیؒ سوئے سوئیں گے ہم بھی آپ بھی۔ رات کو جو علامہ حلّیؒ سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کیا خواب دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں۔ بڑے نورانی اور روحانی بزرگ ہیں اچھا آپ کا خواب آپ کا خواب میرا خواب میرا خواب عالم دین کا عالم دین کا خواب اور علامہ حلّیؒ کا خواب علامہ حلّیؒ کا خواب ہر ایک کے خواب کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے نہ۔ تو علامہ حلّیؒ نے خواب میں دیکھا ایک بزرگ ہیں بڑے نورانی اور روحانی بزرگ ہیں انہوں نے علامہ حلّیؒ سے کہا حلی۔ حلی تم نے بہت برا کیا جو اس پاگل کو مسجد سے نکال دیا علامہ حلّیؒ کی بات تو ہم بعد میں سنائیں گے آپ کو پہلے یہ سوچئے کہ اگر یہ خواب ہم نے آپ نے دیکھا ہوتا تو کیا ہوتا ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ آدمی ساری زندگی اس دوکان کے اونچے پر بیٹھا رہا ہے اور جب مر گیا ہے تو لوگوں نے اس کو اس فٹ پاتھ پہ گاڑ دیا ہے اس کی قبر کو ہرے رنگ سے رنگ دیا ہے۔ نماز اس نے کبھی نہیں پڑھی لیکن جب مر گیا تو مرتے ہی بہت سے آدمیوں کے خیال میں وہ پہنچا ہوا پیر فقیر ہو گیا۔ وہ آنے لگے دعا مانگنے کے لئے کہ ہم بھی مسجد سے نکلے نماز پڑھ کے مجلس سن کے ماتم کر کے اور جو ادھر نکلے تو ایک مرتبہ دیکھ کے یا سائیں فقیر ہمارا کام کر دینا آگے بڑھ گئے کسی نے کہا یہ کیا کر رہے ہو اسے بھی کہہ دیا۔ یعنی ہم اس منزل پر گر چکے ہیں ہم تو اس منزل پر گر چکے ہیں کہ جو مسلمان نہیں ہیں ہم تو ان سے بھی دعا مانگنے کے لئے چلے جاتے ہیں جو ہمیں چھو لے تو ہم کو اپنا ہاتھ پاک کرنا پڑے گا ان سے ہم جاتے ہیں کہ ہماری حاجت پوری ہو جائے ان

کے فوٹو ہمارے گھروں میں لگے ہوئے ہیں ان کے سامنے ہم لوبان سلگا رہے ہیں اللہ جانے یہ لوبان سلگانے سے کیا ہوتا ہے ہار پھول پہنا رہے ہیں ہار پھول پہنانے سے کیا ہوتا ہے ہم قرآن مجید گھر میں رکھیں قرآن کے ایک حکم پر عمل نہیں کریں اس کے پاس لوبان سلگایا کریں اس کے پاس شمع جلایا کریں اس کے پاس ہار پھول چڑھایا کریں تو یہ قرآن اور سارے ہار پھول اور لوبان اگر کوئی جمع کر کے کل ہمیں اور سزا دلوائے گا ہم کو دھواں دکھایا کرتے تھے عمل نہیں کیا کرتے تھے یہ بالکل مہمل ہے اسراف ہے فضول خرچی ہے مال کا ضائع کرنا ہے جو ہم یہ سب کام کرتے ہیں اور غیر خدا کے سامنے خدا کے نہ ماننے والے کے سامنے نبیؐ کے نہ ماننے والے کے سامنے علیؑ کے نہ ماننے والے کے سامنے حاجت بیان کرنا مدد چاہنا اس سے یہ کہنا کہ دعا کر دو ہمارے لئے کچھ کر دو کہ ہمارا کام ہو جائے یہ توہین ہے خدا کو ماننے کی یہ توہین ہے ایمان کی یہ توہین ہے محبت اہلبیتؑ کی یہ توہین ہے خدا کو ماننے کی نبی کو نبیؐ ماننے کی اور امامؑ کو امامؑ ماننے کی اور جو خدا کی توہین کرے گا جو نبیؐ کی توہین کرے گا جو امامؑ کی توہین کرے گا وہ قبر میں بھی حشر دیکھے گا برزخ میں بھی حشر دیکھے گا محشر میں بھی حشر دیکھے گا اس وقت خدا پوچھے گا کہ تم نے مجھ میں کیا کمی پائی تھی جو میرے دشمن کے پاس گئے تھے میرے منکر کے پاس گئے تھے نبیؐ و امامؑ پوچھیں گے تم نے مجھ میں کون سی کمی پائی تھی جو غیروں کے پاس گئے تھے اور جب ہم کو کمزور پایا تھا تو ہم کو مانا ہی کیوں تھا میں اپنی بیٹیوں سے میں اپنی بہنوں سے میں اپنے بھائیوں سے میں اپنے بچوں سے کہوں گا کہ اگر کبھی کسی سے ایسی غلطی ہو گئی ہے تو اسے توبہ کرنا چاہیے اور آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کرنا چاہیے لیکن ہمارا حال کیا ہے ذرا کسی مشکل میں پھنس جائیں ذرا کسی چیز کے لئے بے چین ہو جائیں یہ فلیٹ مل ہی جائے اب کی جو ڈراء ہونے والا ہے اس میں ہمارے نام کا کوئی فلیٹ نکل ہی آئے

تو اس کے لئے ہم ہر زندہ مردہ خدا کے ماننے والے نہ ماننے والے کے پاس جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں لوگ ہمارے پاس آتے ہیں جناب مولوی صاحب فلاں ہمارے پاس کام ہے کچھ ایسا کر دیجئے کہ ہمارا کام ہو جائے ہم ان کو کیسے سمجھائیں کہ اگر کچھ ہمارے پاس ایسا ہوتا تو ہم کچھ کر کے سارے کام کر لئے ہوتے ہم اپنا ہی کام نہیں کر سکتے آپ کا کام کیا کر سکتے ہیں۔ ان کو ہم نے لاکھ سمجھایا ہمارے پاس کوئی ایسا علم نہیں ہے کہا نہیں جناب آپ کے پاس ہے آپ چھپا رہے ہیں اب اس عقلندی کا کیا علاج ہے ہم کہہ رہے ہیں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہا نہیں آپ عالم دین ہیں آپ تو ملا صاحب ہیں آپ کے پاس کیوں نہیں ہے یعنی یہ دعوت ہے اس بات کی کہ ہم بیوقوف ہیں آپ ہمیں بیوقوف بنایئے بھائی اس کے بعد میں تو عقلندی یہی سمجھوں گا کہ میں اعلان کروں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن کچھ وہ لوگ جن کو علماء کہتے ہیں کہ عقل نہیں ہے وہ کہیں گے یہ بیوقوف ہیں ان کی بیوقوفی سے فائدہ اٹھانا چاہیے کہ مولا آواز دے رہے ہیں کہ کسی کی بیوقوفی سے فائدہ اٹھانا یہ سب سے بڑی بیوقوفی ہے آج تم فائدہ اٹھاؤ گے تو تم کو اس فائدہ اٹھانے کی سزا دوزخ میں بھگتنا پڑے گی عقل وہی ہے جس کے ذریعہ خدا پہچانا جائے اس کے سامنے جھکا جائے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ ہم میں صلاحیت نہیں ہے کہ ہم دلائل سے حکم خدا معلوم کر سکیں میں علم کی بات ابھی نہیں کر رہا ہوں میں تو فقط کیریکٹر کے سوچنے کے فیصلہ کرنے کے انداز پر باتیں کر رہا تھا تو ذرا سوچئے اگر ہمارے خواب میں ایک روحانی بزرگ آجاتے اور وہ یہ کہتے کہ تم نے جو اس پاگل کو نکال دیا ہے تو بہت برا کیا۔ یہ کان گواہ ہیں منبر پر بیٹھ کے آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ یہ کان گواہ ہیں کہ وہ آدمی امام موسیٰ ابن جعفر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن ہے وہ آدمی جو ہمارے ساتویں امامؑ کا دشمن ہے اس کے لئے ساتویں امامؑ کا ماننے والا کہتا ہے

چہرہ بڑا نورانی ہے تو اگر ساتویں امامؑ کے دشمن کا چہرہ بڑا نورانی ہے تو یہ جو ساتویں امامؑ کو جو ہم مان رہے ہیں یہ عقیدہ کیسا رہ جائے گا کل ہم پکڑے جائیں گے اگر ہم نے یزید کی ذرا بھی تعریف کی ہے ہم پکڑے جائیں گے اگر ہم نے دشمن علیؑ کی ذرا بھی تعریف کی ہے تو ہم پکڑے جائیں گے اگر ہم نے دشمن موسی ابن جعفرؑ کی ذرا بھی تعریف کی ہے یہ وہ منزلیں ہیں جہاں ڈھیل دینا ممکن ہی نہیں ہے اور میں ڈھیل بھی دے دوں گا میرے پاس خالی الفاظ ہیں حساب و کتاب تو خدا کے یہاں ہونے والا ہے تو ہماری سوسائٹی جب دشمن موسی ابن جعفرؑ کو کہہ سکتی ہے کہ بڑے نورانی دکھائی دیتے ہیں ہماری سوسائٹی جو ہرایرے غیرے ہر گرے ہوئے انسان کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر تیار ہوسکتی ہے ایسی تو ہم پرست ایسی غیر عقل سوسائٹی میں اگر کسی کو خواب دکھائی پڑتا کہ نورانی بزرگ کہہ رہے ہیں اور روحانی بزرگ کہہ رہے ہیں تم نے اس پاگل کو نکالا بہت برا کیا تو یقین مانئے ہم نے خود اپنے گھر کو نہیں جگایا ہوتا پورے محلّہ کو پوری پالا گلی کو جگا دیا ہوتا۔ میرے کو خواب آیا ہے۔ ہم کو تیئیس چوبیس سال ہو گئے ہیں پڑھتے ہوئے بمبئی میں عشرۂ محرم پڑھتے ہوئے لیکن یہ منزل ہے کہ میں آپ کے سامنے فقط دس دن کے لئے حاضر ہوتا ہوں لیکن ہر چوراہے پر آواز آتی ہے ملاّ صاحب میرے کو ایک خواب آیا ہے اور خواب میں کون کون آیا ہے خواب میں جناب سکینہؑ آئی ہیں ہم نے جناب زینبؑ کو خواب میں دیکھا ہے ہم نے جناب امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کہاں پہچانتے ہیں سکینہؑ کی صورت ہمیں کہاں معلوم ہے جناب زینبؑ کی صورت ہمیں کیا پتہ امام حسینؑ کی صورت ہم کیسے کہہ سکتے ہیں جس کو ہم نے دیکھا وہ امام حسینؑ تھے تو میں نے تو آج تک اپنی پوری زندگی میں نہ کسی شہید کو خواب میں دیکھا نہ کسی اسیر کو خواب میں دیکھا نہ کسی امامؑ کو خواب میں دیکھا اور مومنین کو روز خواب آجاتے ہیں۔ اور کچھ

لوگوں کے تو دھندے خواب پر چل رہے ہیں۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ آپ کے بارے میں مجھے خواب آتا ہے اور میرے بارے میں آپ کو خواب آتا ہے تو ایک فارسی کا محاورہ ہے تم مجھے حاجی کہو میں تمہیں حاجی کہوں تو میں اس ذہنی کیفیت کو اس سوچنے کے انداز کو اس فیصلہ کرنے کے طریقے پر بات کہنا چاہتا تھا کہ ہم میں علم چھوڑ دیجئے عمل کے اعتبار سے بھی کیریکٹر کے اعتبار سے بھی سوچنے کے انداز کے اعتبار سے بھی ایسی صلاحیت نہیں ہے ایسی طاقت نہیں ہے ایسا پاور نہیں ہے کہ ہم حکم خدا معلوم کرنے کا فیصلہ کرسکیں۔ تو اگر ہم سے کہہ دیتے یہ نورانی بزرگ کہ تم نے پاگل کو نکال دیا بہت برا کیا تو ہم نے سارے محلے کو جگا دیا ہوتا ڈھونڈھو سب لوگ کہ وہ پاگل صاحب حضرت پاگل صاحب اللہ کے بہت پہنچے ہوئے پیر واولیاء فقیر پاگل صاحب کہاں ملیں گے اور اگر وہ آدھے نالی میں ملتے آدھے گٹر میں ملتے تو ان کے جسم پر جتنی گندگی تھی ہمارے جیسے کمزور آدمی اس گندگی کو بھی تبرک سمجھ کر پوچھنا شروع کر دیتے اس لئے کہ یہ وہ پاگل ہے جس کے لئے ان بزرگ نے جو نورانی تھے یہ کہا ہے کہ ان کو نکال کے تم نے بہت برا کیا تو اگر ہم خواب عورتوں کو سنا دیتے تو گھر کی ساری عورتیں لگ جاتیں ڈھونڈھ کر کے لایئے وہ اگر نہیں ملیں گے تو خدا جانے پتہ نہیں کون سی آفت آجائے گی۔ ہمارا حال ہوتا کہ نہیں ہوتا اور آپ برا نہ مانئے گا سوچنے اور فیصلہ کرنے کی اس کمزوری میں وہ لوگ بھی مل جاتے ہیں جو منبر تک آجاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو محراب میں کھڑے ہوجاتے ہیں نماز کے لئے کیوں اس لئے کہ یہ فقیہ نہیں ہیں اس کے پاس فقیہ کا انداز سوچنے کا نہیں ہے ان کے پاس فقیہ کا کیریکٹر نہیں ہے ان کے پاس فقیہ کا دماغ نہیں ہے تو ہمارے پاس جب فقیہ کا دماغ نہیں ہے تو ہماری منزل کہاں کہ ہم حکم خدا کی وجہ معلوم کریں گے۔ علامہ حلّیؒ کو خواب آگیا کہ تم نے جس کو نکالا بہت برا کیا۔ سویرے

اٹھے خواب یاد آیا۔ کب یاد آیا دوبارہ اس وقت یاد آیا جب مسجد میں پڑھا رہے تھے اور وہی پاگل پھر ایک مرتبہ اسی مسجد میں دوبارہ آ گیا۔ ہم ہوتے تو سوچتے پالنے والا تو بڑا کریم ہے تو نے خود ہی ان بزرگ کو بھیج دیا ہمیں ڈھونڈھنا بھی نہیں پڑا اللہ ہم سے بہت خوش ہے کل ہم نے غلطی کی تھی نکال دیا تھا آج اس نے مہربانی کی جناب پاگل صاحب قبلہ تشریف لے آیئے سبق بند شاگردوں کی چھٹی گھر تشریف لے چلئے وہ پاگل ہے نامحرم ہے ہم کہیں گے نہیں اس کے سامنے ماں بھی آ جائے بیٹی بھی آ جائے بیوی بھی آ جائے ارے بزرگ نے کہا ہے اب ان سے پردہ کیسا ہمارے سارے فیصلے ٹوٹ جاتے ہیں ذرا اس لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے ذرا اس بہن کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے وہ کچھ بھی نہیں جانتے ان کو کوئی خبر نہیں بالکل صحیح پوزیشن عرض کر رہا ہوں علامہ حلیؒ نے پاگل کو دیکھا ایک سکنڈ کے بعد نکال کے باہر کر دو پھر پڑھانے لگے رات کو پھر خواب میں وہی نورانی بزرگ آئے اور کہا حلیؒ تم نے برا کیا تیسرے دن پھر جب اسی مسجد میں پڑھا رہے تھے پاگل پھر آ گیا ایک سکنڈ کے بعد حلیؒ نے کہا باہر کر دو ذرا سوچئے ہم میں سے کوئی آدمی ہے جو یہ کام کر سکتا ہم میں سے کسی کے گھر والے گھر کی عورتیں یہ فیصلہ کرنے دیں گی ہم کو نہیں ہے ہمارے پاس اس فیصلے کا انداز یہ دماغ یہ دل ہمارے پاس نہیں ہے کیوں اس لئے کہ ہم فقیہ نہیں ہیں فقیہ کا دل ہی یہ ہوتا ہے فقیہ کا دماغ یہ ہوتا ہے فقیہ اپنے کیرکٹر اور علم سے پہچانا جاتا ہے لباس سے نہیں پہچانا جاتا تو ایک خاتمی اور آخری بات سنئے کہ جب تیسرے دن بھی علامہ حلیؒ نے اس پاگل کو مسجد سے باہر کر دیا تو ان کو خواب میں پھر وہی نورانی بزرگ نظر آئے اور کہا حلی ہم تین دن سے تمہارا امتحان لے رہے تھے کہ تم فیصلہ صحیح کرتے ہو یا فیصلہ غلط کرتے ہو۔ علامہ حلیؒ نے جب اپنا خواب بیان کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ مجھے خواب بھی یاد آتا تھا جب پاگل مسجد میں آتا تھا۔ حکم خدا

بھی یاد آتا تھا میں فیصلہ کرتا تھا اس کو باہر کردو کیوں فیصلہ کرتا تھا جو ہم کو حکم دے رہے ہیں وہ کون ہیں ہمیں نہیں معلوم وہ نبیؑ ہیں وہ امامؑ ہیں ان کا حکم ہمیں ماننا ہے نہیں ماننا ہے یہ ہمیں نہیں معلوم ہے کہ یہ جو کہہ رہے ہیں یہ کون ہیں ان کی بات ماننا ہے کہ نہیں ماننا ہے یہ ہمیں نہیں معلوم تھا لیکن مسجد میں پاگل کو قبضہ نہ دو یہ ہمیں معلوم تھا تو ہم شک پر عمل نہیں کرتے تھے یقین پر عمل کرتے تھے۔تو میں اب اپنے بیان کو مکمل کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے پچھلے دو دنوں میں ایک مثال سنائی تھی عقل کی کنجوسی کی مثال سنائی تھی عقل کی فضول خرچی کی آج میں نے آپ کے سامنے مثال عرض کی ہے کہ ہم کو اپنے ہر کام کے بارے میں حکم خدا معلوم کرنا ہے فقیہ سے پوچھ کے یہ وہ سمجھ ہے جو ہمیں خرچ ہی کرنا ہے یہ وہ علم ہے جو ہمیں حاصل ہی کرنا ہے نہیں حاصل کریں گے تو یہ کنجوسی ہوگی ہم گناہگار ہوں گے مستحق عذاب ہوں گے واجب چھوٹ جائے گا حرام ہم سے ہو جائے گا تو ہم اللہ کے سامنے کل کیا جواب دیں گے لیکن ہمارا جب تک ہم فقیہ نہیں ہیں جب تک ہمارے پاس علم فقہ نہیں ہے جب تک ہمارے پاس فقیہ کا کیریکٹر نہیں ہے تب تک ہمیں تفصیلی حکم خدا معلوم کرنے کی کوشش کرنا عقل کی فضول خرچی ہے یہاں تک عقل استعمال کرنا واجب ہے اس کے آگے رک جانا واجب ہے بس ہمارے سامنے مسئلہ آسان ہو گیا اللہ نے حکم دیا ایک جماعت ہو فقہاء کی جو ایک کے بعد ایک حکم خدا معلوم کرتا رہے اور بقیہ مومنین پوچھتے رہیں اور عمل کرتے رہیں تو آپ پہچانئے مذہب کتنا سچا ہے کتنا علم و عقل کے مطابق ہے اور یہی وہ عقل ہے کہ اگر اس کو ہم پہچان لیں کہ ایک بار میں نے حدیث سنائی تھی کہ اللہ نے عقل سے کہا آگے آ۔ آگے آ گئی۔عقل سے کہا پیچھے جا۔ پیچھے چلی گئی۔ جہالت سے کہا آگے آ۔ آگے آ گئی۔ کہا پیچھے جاؤ۔ کہا پیچھے نہیں جائیں گے تو اللہ نے ہر مومن کی عقل سے کہا کہ تم آگے آ کے معلوم کرو کہ جو

کام کرنا ہے اس میں حکم خدا ہے کہ نہیں ہے تو کیا ہے حکم خدا اور جب اتنا معلوم کرلیا تو اب پیچھے جاؤ جا کے عمل کرو جو کچھ معلوم ہوا ہے حکم خدا معلوم کرنا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے تو بس یہاں تک آنا اور یہاں سے رک جانا یہی عقل ہے تو اگر ہم بضد ہو جائیں کہ نہیں ہم خود ہی معلوم کریں گے تو جو حال ہوتا ہے اس مریض کا کہ اپنی مرضی سے دوا کھاتا ہے جو حال ہوگا اس مریض کا جو اپنے ہاتھ سے اپنا آپریشن کرے گا وہی حال ہوگا اس آدمی کا جو فقیہ کیریکٹر رکھے بغیر فقیہ کا علم رکھے بغیر حکم خدا کو تفصیلی دلائل سے معلوم کرے گا۔ بس آج کا بیان میں نے مکمل کیا اور یہ کہتے ہوئے مکمل کیا کہ یہ ہم پر احسان ہے ہم پر احسان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے اپنی زندگی صرف کر کے فقہ کا علم حاصل کر کے حکم خدا معلوم کیا۔ ہم پر احسان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے اپنی زندگی صرف کر کے فقہ کا علم حاصل کر کے حکم خدا معلوم کیا۔ ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے ہماری مشکلوں کو حل کر دیا اور میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ دین کے اصول کو آپ پہچانیں گے ڈاکٹر سے نسخہ لکھواتے ہیں کہتا ہے فیس لاؤ، آپریشن کراتے ہیں وہ کہتا ہے فیس لاؤ مشورہ ہی دیتا ہے کہتا ہے فیس لاؤ۔ فقیہ یہ کہتا ہے آؤ ہم سے حکم خدا پوچھو فیس نہیں چاہئے آؤ ہم سے حکم خدا پوچھو کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ کل میدان محشر میں تین چیزیں ہونگی جو فریاد کریں گی۔ ایک قرآن فریاد کرے گا جسے سمجھا نہیں جائے گا وہ مسجد فریاد کرے گی جس میں نماز نہیں پڑھی جائے گی وہ فقیہ فریاد کرے گا جس سے مسئلہ نہیں پوچھا جائے گا۔ کتنا بدلا ہوا نظام ہے کہ دنیا میں ہم کو کسی سے کام لینا ہو تو کچھ دینا پڑتا ہے اور دین جس کو فقیہ بناتا ہے وہ کہتا ہے کہ آؤ مجھ سے فیضیاب ہو کے چلے جاؤ۔ کیوں یہ ان کی نیابت کر رہے ہیں یہ ان کی طرف سے کام کر رہے ہیں یہ ان کے نمائندے ہیں جنہوں نے کائنات کو سب کچھ دیا ہے کبھی کچھ لیا نہیں ہے انہوں نے انسانوں کی

ہدایت کے لئے اپنا سب کچھ دے دیا ہے مال دے دیا کوئی بڑی بات نہیں ہے جان دے دی ہے جان دے دی کوئی بڑی بات نہیں ہے اولاد دے دی ہے کوئی بڑی بات نہیں ہے اپنی عزت کو بھی دینا گوارہ کیا ہے لیکن انسان کو حکم خدا تک پہنچانے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ کیا ضرورت تھی کہ حسینؑ تپتی بلا میں آتے کیا ضرورت تھی کہ سید سجادؑ ہتھکڑیاں پہنتے۔ کیا ضرورت تھی کہ وقت جب بہت سخت آجاتا تب بھی سید سجادؑ بددعا نہ کرتے اس لئے کہ بددعا کر کے اپنی تکلیف دور کر سکتے تھے لیکن جو ہدایت کے مشن کو کامیاب بناتا تھا وہ مشن ہدایت کا مکمل نہیں ہوسکتا تھا اگر بددعا کر دیتے۔ حسینؑ دعا کر کے اپنے لئے پیاس مٹانے کے ایک کروڑ ذرائع پیدا کر سکتے تھے۔ حسینؑ دعا نہ بھی کرتے تو خدا ان کی پیاس دور کرنے کے بے شمار ذرائع پیدا کر سکتا تھا لیکن خدا نے اپنی طاقت روک لی کیوں روک لی میں حلم سے کام لوں گا۔ حسینؑ نے اپنی طاقت روک لی میں صبر سے کام لوں گا تا کہ امتحان کی منزلیں طے ہو جائیں۔ کل جب ہماری مصیبتوں کے واقعات سننے والے سنیں ان کے دل تھرا جائیں ان کے دل ہل جائیں ان کے جگر لرز جائیں ان کو ہم سے بے پناہ محبت پیدا ہو جائے اور ہماری کٹی ہوئی گردن سے آواز آئے۔ ہم یہ گلا اس لئے کٹوا رہے ہیں کہ تم حکم خدا معلوم کرو اور اس پر عمل کرو تو یہ مشن کامیاب ہو جائے گا۔ میں آپ کی خدمت میں اب کسی تذکرے کو پیش کرنا نہیں چاہتا صرف اتنی سی بات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ گیارہ محرم کو ظہر کی نماز کے بعد کربلا سے یزید کا لشکر چلا کیسے چلا اپنے ایک ایک ساتھی کی لاش کو دفنا کے چلا اپنے ایک ایک ساتھی کی لاش کو دفنا کے چلا لیکن حسینؑ اور حسینؑ کے عزیزوں کی لاشیں۔ حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھیوں کی لاشیں کربلا کے میدان میں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں۔ ایسا نہیں ہے ان کے دفن کرنے والے نہیں تھے مگر ان کے دفن کرنے والے محاصرہ میں تھے ان کے دفن

کرنے والے گھیرے میں تھے۔ ان کے دفن کرنے والوں کی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جارہی تھیں ان کے دفن کرنے والوں کے ہاتھوں کو ان کی پیٹھ پر لے جا کر کے باندھا جارہا تھا اور جب قافلہ تیار ہوا کچھ اونٹ لائے گئے ان اونٹوں کو لانے کے بعد بیٹھایا گیا اور شمر لعین نے کسی سے اپنے غلام سے یہ کہا۔ حسینؑ کے گھر والوں کو اونٹوں پر سوار کردو۔ ہماری آپ کی شاہزادی جناب زینبؑ کھڑی ہوئیں۔ کہا ہم خود سوار ہو جائیں گے۔ ہم کو کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے ہم کو کوئی غیر سوار نہیں کرے گا۔ زینبؑ اٹھیں بھوکی اور پیاسی زینبؑ اٹھیں جس کا بیٹا بھی مارا گیا جس کا گود کا پالا بھی مارا گیا جس کا بھیا بھی مارا گیا جس کا خاندان اجڑ گیا۔ جس نے اپنی آنکھوں سے ایک دن میں سارے گھر کی لاشیں دیکھی ہیں زینبؑ نے اٹھ کے آواز دی۔ آؤ ام کلثومؑ میں سوار کروں آؤ ربابؑ میں سوار کروں آؤ فضہ میں سوار کروں اور جب سوار ہو کے قافلہ چلا۔ میں آپ کی خدمت میں صرف ایک جگہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک منٹ لگے گا لیکن مجھے اتنی سی بات سنا لینے دیجئے کہ انہوں نے ہمارے سامنے پیغام رکھا کہ حکم خدا معلوم کرنا تب عمل کرنا اور جب حکم خدا معلوم ہو جائے تو حکم خدا کے خلاف عمل نہیں کرنا میں آپ کی خدمت میں ایک منٹ میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کربلا والے کربلا سے کوفے لائے گئے ہیں رات کو کوفے میں رکھے گئے ہیں صبح کوفے کے بازار میں لے جائے گئے۔ کوفے کا بازار آراستہ کیا گیا ہے کوفے کے بازار میں مجمع کیا گیا ہے کوفے والوں کو بلایا گیا ہے۔ عورتیں اپنے بچوں کو لئے مکانوں کی چھتوں اور کوٹھوں پر بیٹھی ہیں لوگ دیواروں پر بیٹھے ہیں لوگ بازاروں میں کھڑے ہیں لوگ دوکانوں میں کھڑے ہیں مجمع اتنا ہے کہ قافلے کو چلنے کا راستہ نہیں ملتا۔ بار بار رکنا پڑتا ہے دھوپ و گرمی ہے پیاس ہے سکینہؑ پھوپھی کی گود میں، سروں پر چادریں نہیں ہیں۔ نگاہیں دوڑ رہی ہے کہ کوئی

نہیں ہے جو چادر لا دے۔ کوئی دے بھی دے تو چھن جائے گی۔ ایک بھتیجا ہے جو قیدی ہے زینبؑ کیا کرے ام کلثومؑ کیا کریں عباسؑ جیسا بھائی ہاتھوں کو کٹا کے دریا کے کنارے سو چکا ہے عجب بے کسی ہے عجب بے بسی ہے۔

نیزہ کی بلندی سے حسینؑ نے بہن کی بے چینی کو دیکھا بہن سر پر چادر تو نہیں ڈال سکتا مگر اٹھتی ہوئی نگاہوں کو ہٹا سکتا ہوں ایک بار سر حسینؑ نے نیزہ کی بلندی سے قرآن کی تلاوت شروع کر دی نگاہیں ادھر چلی گئیں زینبؑ نے دور سے بلائیں لی ہوں گی۔ میرا بھیاّ میرا بھیاّ۔

”سَیعَلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ“

☆☆☆

مجلس

(۱۰)

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیہِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِہٖ الرَّحمٰن٥

یہ بات میں آپ کے ساتھ روزانہ کہتا ہوں کہ ایک وہ چالاکی اور ہوشیاری ہے جو مولائے کائنات کے دشمن امیر شام میں پائی جاتی تھی اور ایک وہ سمجھدار عقل ہے جس کے لئے مولا ارشاد فرماتے ہیں کہ عقل اس سمجھ کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان خدا کی عبادت کرے خدا کے احکام پر عمل کرے لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ اگر ہم مولاؑ کے دشمنوں سے بیزار ہیں تو ہم کو اس سمجھ کے ساتھ ہی اس ہوشیاری سے بھی بیزار رہنا چاہیئے جس کو مولاؑ کے دشمنوں نے اپنایا ہے اور استعمال کیا ہے اور ہم کو اپنے سوچنے کا انداز ویسا رکھنا چاہیئے جس کی تعریف مولاؑ نے کی ہے کہ وہ سوچ وہ سمجھ وہ فکر عقل ہے جس کے ذریعہ خدا پہچانا جائے اور جانا جائے میں نے پچھلی تقریروں میں آپ کے سامنے اس بات کی تفصیل میں بہت سے وہ مسائل جو عقل اور مذہب کے سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں ان کو اگر ہم سمجھنا چاہیں تو ہمارا فریضہ ہے کہ پہلے ہم یہ پہچان لیں کہ عقل کس چیز کا نام ہے پچھلے دو دنوں میں میں نے آپ کے سامنے خاص طور سے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ جیسے مال کے

سلسلہ میں دو اچھی صفتیں پائی جاتی ہیں اور دو بری صفتیں پائی جاتی ہیں۔ کنجوسی فضول خرچی یہ دو بری صفتیں ہیں سخاوت اور کفایت شعاری یہ دو اچھی صفتیں ہیں تو ویسے ہی جہاں عقل کو خرچ کرنا چاہئے اگر ہم وہاں عقل کو خرچ نہ کریں تو یہ عقل کی کنجوسی ہے جو بری صفت ہے ویسے ہی جہاں عقل کو خرچ نہیں کرنا چاہیے اگر ہم وہاں خرچ کریں تو یہ عقل کی فضول خرچی ہے یہ بھی بری صفت ہے۔کل میں نے آپ کے سامنے عقل کی کنجوسی کے سلسلہ میں یہ بات کہی تھی کہ آج کبھی کبھی ہمارے سامنے اس مسئلہ کو اٹھایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو ہزاروں مذہب پائے جاتے ہیں ان ہزاروں مذہبوں کے درمیان سچے مذہب کو تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔کل کی میری تقریر آپ کے سامنے ہے اسے مجھے دوہرانا نہیں ہے کل میں نے آپ کے سامنے یہی کہا ہے کہ بہت آسان ہے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ ہم ان دنیا کے مذہبوں کے درمیان سچے مذہب کو ڈھونڈھ نکالیں۔ آج میں آپ کے سامنے جس تذکرے کو پیش کرنا چاہتا ہوں اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ میں ایک نمونہ ایسا پیش کروں جہاں عقل نہیں خرچ کرنا چاہئے اگر ہم وہاں پہ عقل کو خرچ کردیں گے تو وہ عقل کی فضول خرچی ہوگی۔کل میں نے آپ کے سامنے عقل کی کنجوسی کا نمونہ پیش کیا تھا آج میں آپ کے سامنے عقل کی فضول خرچی کا نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔عزیزان گرامی سب سے آسان بات جو اس سلسلہ میں مجھے کہنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم مذہب کے بارے میں بہت سی ایسی بحثیں بے سبب شروع کرتے ہیں جن کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور جب کبھی بھی ہم ایسی بے سبب بحثوں کو شروع کریں گے جن کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو جتنا ہم اپنی سمجھ کو اپنی عقل کو ان بے سبب کی بحثوں میں خرچ کریں گے یہ ہماری عقل کی فضول خرچی ہوگی جیسے آدمی کو تباہ کرتی ہے کنجوسی ویسے ہی آدمی کو تباہ کرتی ہے فضول خرچی۔ میں جو نمونہ آپ کے سامنے خاص طور سے پیش کرنا چاہتا

ہوں وہ یہ ہے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ دین مذہب شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو عقل کے خلاف ہو اس بات میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے اگر مذہب میں ہزار باتیں پائی جاتی ہیں تو سب عقل کے مطابق ہیں اگر مذہب میں لاکھ باتیں پائی جاتی ہیں تو سب مذہب کے مطابق۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سب باتیں عقل کے مطابق لیکن ساری باتوں کے سمجھنے کے مطابق ہمارے پاس عقل بھی ہے کہ نہیں۔ میری اپنی عقل آپ کی اپنی عقل دوسرے کی اپنی عقل تیسرے کی اپنی عقل تو ہر ایک کا پیمانہ الگ الگ ہے کیا ہم میں سے ہر شخص کے پاس ایسی عقل موجود ہے کہ ہم خداوند عالم کے ہر حکم کی وجہ کو سبب کو تلاش کر لیں اور تلاش کرنے کے بعد طے کریں کہ اس حکم کی وجہ ہماری عقل میں آ گئی ہے لہٰذا ہم اس حکم کو تسلیم کرتے ہیں نہیں یہ وہ جگہ ہے کہ اگر ہم نے کوشش کی کہ ہم اللہ کے ہر کام کی وجہ معلوم کر لیں اللہ کے ہر حکم کی وجہ معلوم کر لیں تو یہاں پر جتنی بھی ہم عقل استعمال کریں گے یہ عقل کی فضول خرچی ہوگی یہ ہماری انرجی اور تباہ ہوگی ہم میں کیپیسٹی اور گنجائش نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ہر کام کی وجہ معلوم کر سکیں اور ہر حلال ہر حرام ہر واجب کی وجہ معلوم کر سکیں قبل اس کے کہ میں آپ کے سامنے اپنے سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاؤں ایک بڑا مشہور واقعہ جس کو قرآن مجید نے بھی بیان کیا اس کو میں آپ کی خدمت میں نقل کروں یہ سوچنے کے لئے یہ سمجھنے کے لئے اور یہ سمجھانے کے لئے کہ مذہب کا ہر حکم اللہ کا ہر کام دو لفظیں میں بار بار بول رہا ہوں۔ اللہ کا ہر کام اور مذہب کا ہر حکم یہ عقل کے مطابق ہے بس یہیں پر ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ دو لفظیں میں کیوں بولتا ہوں اللہ کا ہر کام اور اللہ کا ہر حکم ایک ہی لفظ کیوں نہیں بولتا ہم پیدا ہوئے یہ اللہ کا کام ہے کب ہمیں موت آئے گی یہ اللہ کا کام ہے لیکن جب تک ہم زندہ ہیں تب تک نماز پڑھو یہ اللہ کا ہمارے نام حکم ہے تو اللہ کا حکم الگ ہے اللہ

کے کام وہ ہیں جن کاموں کو وہ خود کرتا ہے اور اللہ کے حکم وہ ہیں کہ جن کاموں کو ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بچوں نے بیٹیوں نے اس بات کو محسوس کرلیا ہوگا کہ دو چیزیں ہیں ایک وہ کام ہے جو اللہ کرتا ہے اور ایک حکم ہے یہ اللہ دیتا ہے اگر ان دونوں باتوں کو آپ نے پہچانا تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کسی ایک آدمی کے پاس بھی اتنی عقل نہیں اتنی سمجھ نہیں ہے اتنی سوچنے کی طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے ہر کام کی وجہ سمجھ لے اللہ کے ہر حکم کا ریزن سمجھ لے اگر ہم کسی ایسے کام پر جو ہماری طاقت سے زیادہ ہے کوشش کریں تو ہم تباہ ہونگے ہماری طاقتیں تباہ ہونگی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا مثال کے طور پر میں جو واقعہ بیان کرنے جارہا تھا اس واقعہ کو ابھی سناتا ہوں لیکن ایک مثال اور پیش کردوں تاکہ میرے بچے بھی سمجھ سکیں میں ایک ہاتھ میں دس کیلو اٹھا سکتا ہوں آرام کے ساتھ میں ایک ہاتھ میں دس کیلو لٹکا کے چل سکتا ہوں میں نے اپنی ذمہ داری اور بڑھائی دس دس کیلو دونوں ہاتھوں میں لٹکا لئے اس کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں اس سے زیادہ اٹھا سکتا ہوں تو میں نے چالیس کیلو کا ایک بنڈل بنایا اسے کاندھوں پر رکھ لیا سر پر رکھ لیا۔ ایک آدمی ہے جو ایک کوئنٹل اٹھا سکتا ہے معلوم یہ ہوا کہ بچے کی طاقت ہے کہ وہ دس ہی کیلو اٹھا سکتا ہے میری طاقت ہے میں چالیس کیلو اٹھا سکتا ہوں ایک دوسرے آدمی کی طاقت ہے وہ ایک کوئنٹل اٹھا سکتا ہے لیکن ہم سب کو خیال ہوگیا کہ یہ پہاڑ ہم اٹھالیں ایک ڈونگر ہم اٹھالیں تو نہیں ہوسکتا ہے نتیجہ کیا ہوگا کہ ہم سب کی طاقتیں برباد ہوجائیں گی ہم سب کے ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں گے ہم سب تباہ ہوجائیں گے ہم سب پسینے پسینے ہوجائیں گے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے گا ہم اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ صلاحیت ہونا چاہئے تب کام کرنا چاہیے اور اگر صلاحیت سے زیادہ کام ہے تو صرف محنت ضائع ہوگی طاقت ضائع ہوگی تباہی پیدا

ہو گی جیسے جسم کتنا لوڈ اٹھا سکتا ہے اسی اعتبار سے ہماری عقل خدا کے کتنے کاموں کو سمجھ سکتی ہے ہماری سمجھ اللہ کے کتنے حکم کا کتنے آرڈر کا سبب اور ریزن معلوم کر سکتی ہے ہم کو اپنی طاقت دیکھنا ہو گی اس کے بعد ہمیں یہ سوچنے کے لئے آگے بڑھنا ہو گا ہاں یہ صحیح ہے یہ صحیح ہے کہ خدا کا ہر کام وہ ہے جو عقل کے مطابق ہے جو حکمت کے مطابق ہے خدا کا ہر کام وہ ہے جو عقل کے مطابق ہے جو حکمت کے مطابق ہے یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس کے ہر کام کو سمجھنے کے لئے اس کے ہر حکم کی وجہ کو سمجھنے کے لئے کتنی عقل چاہئے اس کے مطابق ہمارے پاس نہیں ہے اب اس بات کو ایک مشہور ترین واقعہ سے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں قرآن مجید میں آپ پڑھیں جہاں پندرہواں پارہ ختم ہوتا ہے اور سولہواں پارہ شروع ہوتا ہے ان دونوں حصوں کو آپ پڑھیں گے وہاں پر آپ کو ایک واقعہ ملے گا۔ یہ واقعہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب خضرؑ کے پاس کچھ سیکھنے کے لئے گئے ہیں علم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں واقعے کی بہترین تشریح یہ ہے کہ جناب موسیٰؑ نے خدا کی بارگاہ میں کہا کہ پالنے والے میں سمجھتا ہوں کہ آج تو نے جتنی نعمتیں مجھے دی ہیں اس سے زیادہ کسی بندے کو نہیں دی ہیں جو زمین پر پایا جاتا ہو لہٰذا میں تیرا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں تو اللہ نے کہا موسیٰؑ تمہارا شکر ادا کرنا ٹھیک ہے مگر ایک بندہ ایسا بھی ہے جس کو ہم نے ایک نعمت تم سے زیادہ دی ہے میں تفصیل گفتگو سناتا ہوں اس میں ایک پیغام ہے ایک سبق ہے اگر ہمارے سامنے کوئی یہ کہے کہ فلاں چیز میں نے تم کو کم دیا ہے دوسرے کو زیادہ دیا ہے تو ہم کہنے والے سے ناراض ہو جائیں گے ان میں کیا خوبی تھی جو زیادہ دے دیا ہم میں کیا کمی تھی جو کم دے دیا یہ شکایت اس وقت پیدا ہو گی اس نے اسے زیادہ دے دیا ہمیں کم دے دیا تو جس کو زیادہ مل گیا ہے اس سے ہم کو حسد پیدا ہو جائے گا اللہ کرے وہ زندہ نہ رہے جس کے پاس زیادہ ہے یہ

ہمارے عام انسانوں کی زندگی کا حال ہے لیکن جناب موسیٰ سے جب اللہ نے کہا ایک بندہ ایسا ہے جس کو ہم نے تم سے زیادہ ایک دولت دی ہے نعمت دی ہے تو جناب موسیٰ نے کہا پالنے والے جب وہ بندہ ایسا ہے کہ تو نے مجھ سے زیادہ ایک نعمت دی ہے تو وہ یقیناً مجھ سے بہتر ہے جس کو تو نے زیادہ دیا وہ یقیناً مجھ سے بہتر ہے تبھی تو تو نے مجھ سے زیادہ دیا ہے تو اگر تیری اجازت ہے تو اس کا نام بتادے اس کا پتہ بتادے اور اجازت دے دے تاکہ میں جا کے ان سے ملوں جہاں پر ہم دینے والے سے ناراض ہو جاتے ہیں کہ انہیں زیادہ کیوں دیا ہمیں کم کیوں دیا یہ ہم سے بہتر کیوں ہو گئے تو جناب موسیٰ ہمیں پیغام دے رہے ہیں جب خدا کو ہم نے خدا مانا ہے جب خدا پر ہم ایمان لائے ہیں جب خدا پر ہم اعتماد رکھتے ہیں تو اس نے جس کو زیادہ دیا وہ ہم سے بہتر تھا لہٰذا اسے زیادہ دیا ہے بجائے شکایت کے جناب موسیٰ راضی ہو گئے جب راضی ہو گئے تو جناب موسیٰ کو حسد پیدا ہونے کے بجائے ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا جس کو خدا زیادہ پسند کرتا ہے اس کو نعمت زیادہ دی ہے کہا موسیٰ میں بتاتا ہوں وہ میرے بندے کا نام خضرؑ ہے تمہیں اجازت دی کہ تم جاؤ اور جا کے خضرؑ سے ملو جناب موسیٰ اپنے وصی جناب یوشع ابن نون کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور جناب خضرؑ سے جا کے ملتے ہیں جناب خضرؑ سے جب ملاقات ہوتی ہے تو جناب موسیٰ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے تم کو مجھ سے زیادہ علم دیا ہے لہٰذا میں تم سے کچھ سیکھنے کے لئے آیا ہوں کیا چیز ہے جو میں سنانا چاہتا ہوں آپ بھول نہ جائیں میں نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ جہاں عقل کو خرچ نہیں کرنا چاہئے جہاں سمجھ کو خرچ نہیں کرنا چاہئے جہاں سوچنے کی طاقت کو خرچ کرنا ضائع کرنا ہے وہاں پر اگر ہم اپنی عقل پر زور لگائیں فکر پر زور لگائیں سوچ پر زور لگائیں تو یہ فضول خرچی ہوگی یہ تباہی ہوگی یہاں پر عقل کو نہ خرچ کرنا بچالینا بہتر ہے ویسے

ہی جہاں پر مال نہیں خرچ کرنا چاہئے جہاں مال کو بچانا چاہئے خرچ کرنا فضول خرچی ہے جس کے بعد آج خالی ہاتھ ہو جاتا ہے آدمی اور تباہ ہو جاتا ہے میں اس کی جگہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم خدا کے ہر کام کی وجہ سمجھ سکیں اور خدا کے ہر حکم کی وجہ سمجھ سکیں میں اس کے ثبوت کے لئے آپ کو یہ واقعہ سنا رہا ہوں۔ میں اپنا سارا بیان دوبارہ دوہرا کے واپس پھر کیوں لایا ہوں اس لئے لایا ہوں کہ جو میں نے اتنی دیر میں کہا وہ یہی بات ہے جسے قرآن بتاتا ہے کہ جو جناب موسیٰؑ سے جناب خضرؑ نے کہی۔ جناب موسیٰؑ نے کہا میں تم سے سیکھنے کے لئے آیا ہوں میں تم سے علم جاننے کے لئے آیا ہوں کہا مگر موسیٰؑ تم میرا ساتھ نہیں دے سکو گے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے تمہارا ساتھ باقی اور برقرار نہیں رہے گا اس لئے باقی اور برقرار نہیں رہے گا کہ تم جس چیز کو نہیں جانتے ہو اس پر بغیر جانے صبر نہیں کر سکو گے تو جناب موسیٰؑ نے کہا نہیں اللہ کے نبی آپ اپنے ساتھ رکھیں مجھے موقع دیں کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کا ساتھ دے سکوں جناب خضرؑ نے کہا اچھا تجربے کے لئے کوئی حرج نہیں ہے میں پھر ٹھہروں گا اور آگے بڑھنے سے پہلے میں اپنے ہر سننے والے بھائی بہن سے یہ کہوں گا یہ جناب موسیٰؑ اور جناب خضرؑ اپنے درمیان اس واقعے کو لا کے ہمارے آپ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک سمجھانے والا واقعہ حوالے کرنا چاہتے ہیں کہ جو چیز ہماری طاقت سے باہر ہے اس پر ہم صبر نہیں کر سکیں گے اسے ہم برداشت نہیں کر سکیں گے اس کا ہم ساتھ نہیں دے سکیں گے تو بہتر ہے یہ کہ وہاں پر ہم اپنی عقل کو خرچ نہ کریں تباہ نہ کریں ضائع نہ کریں جناب موسیٰؑ نے کہا مجھے موقع دیجئے جناب خضرؑ نے کہا میں موقع دیتا ہوں۔ رہے ساتھ رہے دوسرے دن چلے دونوں ساتھ چلے یہاں جو حضرات بیٹھے ہوئے ہیں اکثر لوگوں نے پڑھا ہوگا قرآن مجید میں سب سے پہلے دریا پہ پہنچے اور جناب

خضرؑ بیٹھ کے ایک کشتی میں سوراخ کرنے لگے اچھی خاصی کشتی اس میں سوراخ کرنے لگے تو جناب موسیٰؑ نے فوراً کہا اللہ کے نبیؑ یہ کیا کر رہے ہیں اچھی خاصی کشتی کو آپ خراب کر رہے ہیں تو جناب خضرؑ نے جواب نہیں دیا کہا دیکھو ہم نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم ہمارا ساتھ نہیں دے سکو گے تم صبر نہیں کر سکو گے جناب موسیٰؑ نے کہا مجھے ایک موقع اور دے دیجئے یہ جناب موسیٰؑ موقع کیوں مانگ رہے ہیں کہا میں موقع اس لئے مانگ رہا ہوں تا کہ تم کو اس بات کو سمجھنے کا اور موقع مل جائے کس بات کو سمجھنے کا اور موقع مل جائے کہ جب خضرؑ کا علم زیادہ ہے موسیٰؑ کے علم سے اور موسیٰؑ نہیں سمجھ سکتے ہیں خضرؑ کے کام کی وجہ تو کہاں تمہارا علم کہاں خدا کا علم اس کے کام کو کیسے پہچانو گے تم اس کے کام کی وجہ کیسے جانو گے تم اس کے حکم کی وجہ کیسے سمجھو گے اور اگر تم کوشش کرو گے تو تمہارے پاس کیپیسٹی گنجائش نہیں ہے اتنی عقل نہیں ہے اتنا علم نہیں ہے کہ تم کو حکم خدا کی وجہ معلوم ہو جائے۔ خدا کے ہر کام کی وجہ معلوم ہو جائے تو تم اس راستے پر چلو گے تو بے صبری کے ساتھ چلو گے خدا پر اعتراض کرنے لگو گے خدا کا ساتھ چھوڑ دو گے یہ ہم کو سمجھنے کا موقع دینے کے لئے جناب موسیٰؑ ایک موقع جناب خضرؑ سے اور مانگ رہے ہیں کہا اب کی ہم نے پوچھ لیا اب کی ہم نے اعتراض کر دیا آگے ایک موقع اور دیجئے۔ جناب خضرؑ آگے چلے ایک نوجوان ملا اسے قتل کر دیا جناب موسیٰؑ نے فوراً کہا ایک اچھے خاصے آدمی کو آپ نے قتل کر دیا یہ کیا کیا اللہ کے نبیؑ۔ کہا ہم نے کیا کیا وہ تو بعد کی بات ہے ہمارے تمہارے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ تم صبر کرو گے ساتھ دو گے اعتراض نہیں کرو گے۔ کہا اچھا ایک موقع اور دے دیجئے کہا ایک موقع اور لے لو۔ ایک بستی سے گزرے جناب موسیٰؑ بھی بھوکے جناب خضرؑ بھی بھوکے بستی والوں نے ان کو کھانا دیا ہی نہیں نہ کھلایا نہ ان کے ہاتھ بیچا کہ وہ کھالیں دونوں اس بستی سے بھوکے نکلے ایک دیوار

گر رہی تھی اسے سیدھا کر کے پھر سے بنا دیا تو جناب خضرؑ سے جناب موسیٰؑ نے کہا اللہ کے نبی تمہیں کام کرنا ہی تھا تو کام کرنے سے پہلے اجرت طے کر لیتے اجرت میں کھانا لیتے تاکہ ہم لوگوں کی بھوک دور ہوتی۔ یہ آپ نے کام بھی کیا دیوار سیدھی بھی ہو گئی ہم بھوکے کے بھوکے بھی رہ گئے جناب خضرؑ نے کہا اچھا اب بیٹھ جاؤ اب بیٹھ جاؤ تین موقع تم نے لئے اور تینوں موقع ہم نے تمہیں دئے۔ یہ جناب موسیٰؑ تین موقع نہیں مانگ رہے ہیں یہ جناب خضرؑ تین موقع نہیں دے رہے ہیں یہ دونوں نبیؑ مل کے ہم کو اور آپ کو تین تین مرتبہ موقع دے رہے ہیں اس بات کو سوچنے اور سمجھنے کا ہم زیادہ علم والے کے کاموں کی وجہ کو سوچ نہیں سکتے ہیں تو اگر سوچنے کی کوشش کریں گے تو سوائے اعتراض کے کچھ نہیں کر سکتے ہیں اور جب اعتراض کریں گے تو ساتھ چھوٹ جائے گا ایمان باقی نہیں رہے گا اعتماد باقی نہیں رہے گا کہا موسیٰؑ بیٹھ جاؤ ہم تم جدا ہوتے ہیں اور جدا ہونے سے پہلے سنتے جاؤ جہاں جہاں تمہارا دل بے چین ہوا تھا جہاں جہاں تم صبر نہیں کر سکے تھے جہاں جہاں تم نے میرے کام پر اعتراض کر دیا تھا کام کی وجہ سن لو۔ کہا میں نے جس کشتی میں سوراخ کیا ہے یہ دس غریب ملاحوں کی کشتی تھی وہ دس کے دسوں غریب اس کشتی کے ذریعہ اپنی روزی روٹی کماتے ہیں میں نے اس میں سوراخ اس لئے کیا کہ پیچھے بادشاہ آرہا ہے اس کو اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے کشتیاں چاہیئے جو کشتی پائے گا اس پر قبضہ کر لے گا تو جو دوسروں کی کشتیاں تھیں ان کے پاس ان کے یہاں دولت ہے انکے یہاں میں نے سوراخ نہیں کیا ان کے یہاں سوراخ اس لئے کر دیا کہ اس میں وہ دیکھے گا سوراخ ہے پانی بھرا ہوا ہے تو وہ چھوڑ دے گا اور دوسری کشتیوں پر قبضہ کر لے گا لیکن جب یہ غریب ملاح آئیں گے مرمت کر لیں گے اور روزی کمانا شروع کر دیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ خضرؑ کام صحیح کر رہے تھے مگر موسیٰؑ کو یہ علم نہیں تھا

لہٰذا ان کی سمجھ میں خضرؑ کے کام کی کوئی وجہ نہیں آسکتی ہے تو میں اپنی ہر بیٹی سے اپنے ہر نوجوان سے اپنے ہر بچے سے میں اپنے ہر بھائی سے میں اپنی ہر بہن سے یہ گزارش کروں گا کہ ہم لاکھ ایجوکیٹیڈ ہو جائیں ہم لاکھ پڑھے لکھے ہو جائیں ہم لاکھ پی ایچ ڈی ہو جائیں ہم لاکھ ڈاکٹر ہو جائیں لیکن ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ سب کچھ ہو کے بھی ہم حقیر بندے ہیں ہمارے علم کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس خدا کے علم کے مقابلے میں جس کی جو ذات ہے وہی علم ہے وہی اس کی ذات ہے کہا موسیٰؑ تمہارا دل مطمئن ہو گیا کہا اللہ کے نبیؐ آپ نے بالکل ٹھیک کام کیا۔ دوسری وجہ سن لو جس کو میں نے قتل کیا اس لئے قتل کیا کہ وہ ایک آدمی کا قاتل تھا میں نے اسے اس مقتول کے عوض قصاص میں اسے قتل کیا اور اس کو قتل کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ نوجوان ہے کافر ہے اس کے ماں باپ جن کی یہ اولاد ہے وہ دونوں کے دونوں مومن ہیں تو اس بات کا امکان تھا کہ اگر یہ کافر بیٹا یونہی زندہ رہتا تو ممکن ہے اس کی محبت میں ان کا ایمان بھی گھٹنا شروع ہو جاتا اس کی برائیوں کی وجہ سے ان کی نیکیاں بھی گھٹنا شروع ہو جاتیں تو میں نے قتل اس لئے کیا کہ جو خون باقی تھا اس کا بدلا ہو جائے اس کو قتل اس لئے کیا ہے تا کہ اس کا کفر قتل ہو جائے ان کا ایمان محفوظ ہو جائے اس کی برائی قتل ہو جائے ان کی نیکی باقی رہے یہیں پر میرا فریضہ ہے کہ میں آپ کو تفصیل اور حدیث کا یہ تذکرہ بھی سنا دوں لڑکے کے قتل ہو جانے کے بعد مر جانے کے بعد اللہ نے ان دونوں نیک اور مومن ماں باپ کو ایک لڑکی دی اللہ کے نبیؐ نے قتل کر دیا لڑکا اور اللہ نے انہیں دی لڑکی لڑکا جو تھا اسے اللہ کے نبیؐ نے قتل کر دیا اور اس نبیؐ کے لڑکے کو قتل کر دینے کے بعد دی ایک لڑکی اور وہ وہ تھا کہ کافر تھا زندہ رہتا تو ماں باپ کے بھی ایمان کو برباد کر دیتا۔ کہا یہ لڑکی کیوں پیدا ہوئی کہ اس کی نسل میں ستّر نبی پیدا ہوں گے تو جناب خضرؑ نے کہا موسیٰؑ اب تمہارا

دل مطمئن ہوا کہا اللہ کے نبیؑ بالکل مطمئن ہو گیا۔ کہا یہ جو ہم نے بھو کے رہ کر کے بغیر اجرت لئے ہوئے اس دیوار کو سیدھا کر دیا اس لئے سیدھا کر دیا کہ دیوار اگر گر جاتی تو اس کے نیچے جو خزانہ ہے وہ کھل جاتا اور خزانہ کھل جاتا تو لوگ لے جاتے اور یہ خزانہ ہے دو یتیموں کا تو ہم نے دیوار کو پھر سے بنا دیا ہے کہ جب تک وہ یتیم بڑے ہو کر بالغ ہوں تب تک خزانہ محفوظ رہے گا کہا موسیٰ کیا خیال ہے کہا اللہ کے نبیؑ تم نے ٹھیک کیا ہے۔ یہ قرآن مجید سے ہر کام کی وجہ اور ریزن ہمیں معلوم ہونا چاہئے تو واقعہ پہلے آواز دے گا کہ معلوم ہونا چاہیے مگر تمہارے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اتنا علم حاصل کر سکے لہٰذا یہاں پر عقل کو استعمال کرنا فضول خرچی ہے اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد جناب موسیٰ جب جناب خضرؑ کے ساتھ رہیں گے تو وہ ایک ایک کام کی وجہ نہیں پوچھیں گے بلکہ اگر ساتھ رہیں گے تو ان کو اطمینان ہو گیا یہ کوئی کام غلط کرتے ہی نہیں ہیں لہٰذا جب غلط نہیں کرتے ہیں تو وجہ پوچھے بغیر ایمان رکھنا چاہئے اعتماد رکھنا چاہیے کہ ان کا ہر کام بہت ٹھیک ہے یہی کام ہے اس ایمان کا جو ہم خدا پر رکھتے ہیں کہ جب اس سے کوئی کام غلط ہو ہی نہیں سکتا ہے تو ہم سر پھوڑی کر کے اپنے لئے دردسر مول لے کر کے اپنے لئے شک اور شبہہ پیدا کر کے اپنے لئے ایمان کو زائل کر کے کیوں عقل کی فضول خرچی کریں کیوں نہ اس فیتھ و یقین و اعتماد پر باقی رہیں کہ یہ خالق عقل ہے یہ خالق حکمت ہے اس ذات و حکمت میں کوئی فاصلہ نہیں ہے اس کا ہر کام صحیح ہوگا چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہیں آئے اس کا ہر حکم صحیح ہوگا چاہے ہم کو وجہ معلوم ہو یا نہیں معلوم ہو لہٰذا ہمارا ایمان باقی رہے گا اگر ہم یہاں اپنی عقل کو استعمال کریں گے تو شبہہ میں پڑ جائیں گے شک میں پڑ جائیں گے تباہ ہو جائیں گے ایمان ہمارا برباد ہو جائے گا یہ عقل کی فضول خرچی کی جگہ ہے۔ میں یہیں پر آپ کی خدمت میں ایک دوسرا واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں یہ تو دو نبیوں کا

واقعہ ہے ہمارے جو سمجھدار بچے یہاں بیٹھے ہیں وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے اصحاب میں تین مخصوص صحابی ہیں جناب سلمانؓ جناب ابوذرؓ جناب مقدادؓ میں ان کا تذکرہ کرنا اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ ایک حدیث میں آپ نے سنا ہوگا کہ پیغمبرؐ نے کہا ایمان کی دس ڈگریاں ہیں ایمان کے دس درجے ہیں آٹھ پر مقدادؓ نو پر ابوذرؓ دسویں پر سلمانؓ اب یہ ایک ڈگری اور دوسری کے درمیان کتنا فاصلہ ہے کتنا کمال طے کرنا پڑتا ہے اس کو ڈگری بتانے والا جانتا ہے ہمارے آپ کے بس سے باہر ہے اب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب ابوذرؓ جناب سلمانؓ کے مہمان ہوئے توجہ چاہتا ہوں جناب سلمانؓ کے مہمان ہوئے ہیں دیکھا نیچے آگ جل رہی ہے اور چولھے کے اوپر ایک پتیلی رکھی ہے اس میں کچھ پک رہا ہے پتیلی الٹ گئی بالکل۔ کچھ گرا نہیں ابوذرؓ دیکھ رہے ہیں سلمانؓ کے گھر میں یہ کام ہو رہا ہے دوسرا واقعہ کہ جناب سلمانؓ ابوذرؓ کو اپنا مہمان بناتے ہیں چولھے پر پتیلی ہے اس میں جو کچھ ہے وہ کھول رہا ہے اور سلمانؓ اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور نکال کے دے دیتے ہیں نہ ہاتھ جلتا ہے نہ چھالہ پڑتا ہے نہ کھال ادھڑتی ہے سلمانؓ کو دیکھتے ہیں ابوذرؓ بے چین ہو جاتے ہیں ایسا بھی تیسرا واقعہ ملتا ہے کہ چولھے پر خالی پتیلی چڑھی ہوئی ہے کچھ نہیں ہے سلمانؓ ہاتھ ڈالتے ہیں جو ابوذرؓ کہتے ہیں نکال کے دے دیتے ہیں تو ان چیزوں کو دیکھ کے وہ جو نو ڈگری والا تھا وہ بے چین ہو جاتا ہے کہ یہ سلمانؓ کیا کرتے ہیں تو معصومؑ نے تشریح کی کہ یہ تو سلمانؓ نے ذرا سا اپنے کمال کو ظاہر کیا سلمانؓ کے پاس جتنا علم ہے سلمانؓ کے پاس جتنا کمال ہے سلمانؓ کے پاس جتنی طاقت ہے اگر اس پورے علم کو اگر اس پورے کمال کو اس پوری طاقت کو سلمانؓ ظاہر کر دیں تو ابوذرؓ برداشت نہیں کر پائیں گے ذرا معصومؑ کا فقرہ سنئے ابوذرؓ سلمانؓ کے دشمن ہو جائیں گے اس حد تک دشمن ہو جائیں گے کہ ان کے

قتل کرنے پر تیار ہو جائیں آپ اس بات کے لئے پریشان نہ ہوں میں آپ کو مولائے کائنات امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فقرہ جو آپ نے نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا ہے اسی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ''الناس اعداء لما جھلوا'' لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ لوگ اس چیز کے دشمن ہو جاتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتے ہیں تو مطلب کیا ہے معصومؑ کا معصومؑ کا مطلب یہ ہے کہ نو درجہ پر نو ڈگری پر ایمان کے فائز ہونے کے بعد ابوذرؓ میں اتنی قوت صبر نہیں ہے کہ وہ ایک ڈگری زیادہ والے سلمانؓ کے علم کو برداشت کر سکیں پوری قوت و طاقت کے مظاہرے کو برداشت کر سکیں تو ذرا پہچانئے کہ وہ جو ڈگریوں سے آگے ہے خدا ڈگریاں آ کے ختم ہو گئیں سلمانؓ پر اور سلمانؓ جس کو اپنا امام مانتے ہیں اس امام کا نام ہے علی ابن ابی طالبؑ اور یہ علیؑ جس کو اپنا نبیؐ کہتے ہیں اس کا نام ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ نبیؐ جس کو اپنا خدا سمجھ کے سجدہ کرتا ہے اس کا نام ہے خدا تو ذرا پہچانئے کہاں سلمانؓ کہاں علیؑ کہاں نبیؐ کہاں خدا اور پھر ایک دوسری منزل ہے کہاں ہم اور کہاں مقدادؓ کہاں ہم کہاں سلمانؓ کہاں ابوذرؓ سوچیں یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم نے کوشش بھی کی اگر ہم نے کوشش کی خدا کے ہر راز کو جاننے کی خدا کے ہر کام کی وجہ کو سمجھنے کی خدا کے ہر حکم کے ریزن اور سبب کو سمجھنے کی تو نتیجہ، ہم اس کے دشمن ہو جائیں اس کے حلال و حرام کے دشمن ہو جائیں گے اس کی شریعت کے دشمن ہو جائیں اسکے دین کے دشمن ہو جائیں گے اور یہ شیطان کا کارنامہ ہوگا جو ہم سے ایمان چھین کے ہم کو دشمن خدا معاذ اللہ بنا دے گا تو میری اس تقریر کا مقصد یہی ہے میری اس تقریر کا ماحصل یہی ہے کہ میں اپنی ہر پڑھی لکھی بیٹی سے ہر تعلیم یافتہ بہن سے اپنے ہر بھائی سے ہر ایجوکیٹیڈ نوجوان اور بچے سے چاہتا ہوں کہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے خدا کا ہر کام عقل کے

مطابق ہے خدا کا ہر حکم عقل و حکمت کے مطابق ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بات فقط اتنی سمجھنے کی ہے کہ ہمارے پاس اتنی عقل ہے کہ ہم اس کے ہر کام کی وجہ کو اور حکم کی وجہ کو سمجھ سکیں اگر نہیں ہے اور ہم نے سمجھنے کی کوشش کی تو ہم ہٹ جائیں گے ہم تباہ ہو جائیں گے یہ عقل کی فضول خرچی ہے جس سے ہم کو بچنا چاہئے کل میں نے عقل کی کنجوسی بتائی تھی جس سے ہمیں بچنا چاہئے آج میں نے عقل کی فضول خرچی بتائی ہے جس سے ہم کو بچنا چاہئے میں آپ کی خدمت میں اس پوری تمہید کے بعد پوری تفصیل کے بعد مجلس تمام کرتے ہوئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اس کو پوری توجہ کے ساتھ سنیں تو سیکڑوں مذہب سے متعلق پیدا ہونے والے سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔ ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک مل جل کے پڑھ دیجئے۔

ہمارا یہ فریضہ ہے کہ اگر موقع ملے گا تو کسی دن میں اس کی تشریح سناؤں گا۔ ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم عقل کے ذریعہ اپنے کو خدا تک پہنچائیں اور خدا تک پہنچنے کے لئے پہلی منزل میں پہلے مرحلے میں عقل کے علاوہ کسی چیز کا ساتھ نہ دیں لیکن جب ہم خدا تک پہنچ جائیں تو ہم عقل کو اس کے ہر کام کی اور ہر حکم کی وجہ کی تلاش میں سرگرداں نہ رکھیں بلکہ اپنی عقل کو اس لئے استعمال کریں اس کا کیا کیا حکم ہے اس حکم کو معلوم کریں اور اس کی تعمیل کریں اور اپنی عقل کو استعمال کریں کہ ہم نے اس کے حکم پر عمل کیا یا نہیں۔ حکم کی وجہ کیا ہے جب ہم نے خدا کو پہچان لیا تو حکم کی وجہ یہی ہے کہ جس کو ہم نے خالق مانا ہے مالک مانا ہے رازق مانا ہے خدا مانا ہے معبود مانا ہے اس نے کہا ہے کہ یہ کام کرو تو مذہب کے ہر حکم کی صحیح وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم ہے کہ یہ کام کرو اور سب سے بڑی قیمت اس کی یہ ہے کہ یہ کام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا ہم سے راضی ہو جائے میں آپ کی خدمت میں یہ بات اس لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بہت سے نوجوان آتے ہیں بہت سے بچے آتے ہیں

بہت سی بہنوں اور بیٹیوں کے سوالات آتے ہیں جو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جناب ایک آدمی ہے جو اللہ کو نہیں مانتا ہے اس کو سمجھانا ہے ہم کیسے اس کو سمجھائیں کہ ہم کو وضو میں منھ دھونے کا حکم کیوں دیا گیا ہے آپ یقین مانئے یہ عقل کی فضول خرچی کی جگہ ہے یہاں ہم جتنی بھی عقل خرچ کریں گے فقط ضائع ہوگی کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے کیوں اس لئے کہ وضو میں واجب ہے کہ تم منھ دھوؤ چہرہ دھوؤ یہ آرڈر ہے یہ حکم ہے خدا کا تو وجہ کیا ہے ہم منھ اس لئے دھوتے ہیں کہ اس نے حکم دیا ہے ہم منھ اس لئے دھوتے ہیں کہ تو نے حکم دیا ہے ہم منھ دھوتے ہیں کہ تو ہم سے راضی ہو جا۔ اب اس کے بجائے جو خدا ہی کو نہیں مانتا ہے اس کو ہم سمجھانے بیٹھے کہ منھ کیوں دھوتے ہیں۔ مثلاً میرے ایک بچے نے کہا کہ اس سے چہرہ صاف ہو جاتا ہے جو میل ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے جو تھکن ہوتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے یہ وجہیں بیان ہوتی ہیں نہ اور ہمارے ایسے کمزور علم والے ذاکر جب منبر پر آتے ہیں تو اسی قسم کی چھوٹی وجہ بیان کر کے سوچتے ہیں کہ مجمع پر ہمارے علم کا رعب پڑ جائے آپ تعریف کر دیتے ہیں نعرۂ صلوات بلند کر دیتے ہیں ہم سوچتے ہیں ہم نے وجہ بیان کر دی لوگ ہم کو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں کیوں اس لئے کہ ہم دونوں اسی راستے پر جارہے ہیں کیوں اصل وجہ ہے کہ اس حاکم کو جس کو ہم نے حاکم مانا ہے اس نے حکم دیا ہے اس کا آرڈر ہے۔ ہم اس لئے کرنا چاہتے ہیں اس کام کو کہ ہم کام کریں کہ وہ راضی ہو جائے اور سمجھانا اسے چاہتے ہیں جو اس کو ماننا ہی نہیں ہے نہ اس کو مانتا ہے نہ اس کو حاکم مانتا ہے نہ اس کو آرڈر دینے کے قابل مانتا ہے تو کیسے طے ہوگا۔ اگر ہم نے داہنے بائیں کوئی بات نوٹ کے کہہ دی ہم نے کہا کہ منھ اس لئے دھلاتا ہے خدا کہ میل دور ہو جائے تھکن دور ہو جائے تو وہ پوچھے گا کہ اگر ہم پورے طور پر نہا لیں تو سب سے زیادہ میل دور ہو جائے گی اور زیادہ تھکن دور ہو جائے گی تو اس نے وضو کا حکم

کیوں دیا ہے پورے جسم کو دھونے کا حکم کیوں نہیں دیا ہے نتیجہ کیا ہوا ہم عقلی طور پر اسے سمجھا نہ سکیں وہ تو سمجھا نہیں آپ کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے اگر میل دور کرنا ہے اگر تھکن دور کرنا ہے تو بہتر یہ ہے کہ آدمی نہا لے۔ وہ تو کافر تھا نہ سمجھتا تھا نہ مانتا تھا چلا گیا۔ ایک بات سن لیجئے ہم جو پلٹے تو سوچتے ہوئے پلٹے بات تو یہ ٹھیک کہتا ہے منھ دھونے کے بجائے اگر نہانے کا آرڈر دیا ہوتا تو ٹھیک تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو ہمارے راستے پر آیا ہی نہیں ہم اس کے راستے پر چل پڑے اور جب ہم اس کے راستے پر چل پڑے تو شیطان نے دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجا دیں یہ ہے میری کامیابی ممکن ہی نہیں ہے کہ جو خدا کو خدا نہیں مانتا ہے اس کو خدا کے حکم کی وجہ ہم خدا منوائے بغیر منوا لیں آپ یہاں آئے ہیں مجلس سننے کے لئے آئے ہیں اپنے گھر سے نکل کے آئے ہیں تو اگر آپ اپنے گھر کے دروازے سے نہ نکلتے تو یہاں تک آ سکتے تھے جو راستہ یہاں تک آتا تھا اس راستے کو نہ طے کرتے تو یہاں تک آ سکتے تھے آ کے پالا گلی میں رک جاتے مسجد کے اندر نہیں آتے تو کیا یہاں تک آ سکتے تھے پھاٹک پر رک جاتے جوتے نہیں اتارتے وہیں کھڑے رہتے تو مسجد کے اندر آ سکتے تھے باہر صحن میں بیٹھ جاتے اندر ہال میں نہ آتے تو کیا ہال میں آ سکتے تھے اب آپ کے بعد میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں نیچے بیٹھ جاتا اوپر منبر پر نہیں آتا تو کیا میں منبر پر آ جاتا آ کے چپ بیٹھا رہتا تو کیا میں مجلس پڑھ لیتا اب کوئی آدمی ہم سے کہے کہ گھر سے نکلنے کو ہم نہیں مانتے راستے کے چلنے کو ہم نہیں مانتے پالا گلی میں آنے کو ہم نہیں مانتے مسجد میں داخل ہونے کو ہم نہیں مانتے صحن میں آنے کو نہیں مانتے ہال میں آنے کو نہیں مانتے منبر پر آنے کو نہیں مانتے۔ یہ ساری باتیں نہیں مانتے ہیں فقط یہ بتاؤ کہ مجلس پڑھ رہے ہیں ارے بھائی کیسے بتا دیں جب اتنا راستہ طے کیا ہے تب منبر تک آئے ہیں تو جب وہ سارے راستے ہی آپ کاٹے پڑے ہیں تو یہاں تک آنے کے

لئے ہم عقل سے کیسے ثابت کر دیں تو جیسے بے عقل کا سوال ہے کہ جتنا راستہ ہم نے طے کیا وہ راستہ ہم نہیں سنیں گے نہیں مانیں گے اگلی بات بتاؤ اگلی بات بتائیں کیسے جب تک پچھلی بات نہ ہو جائے تو جیسے یہ بے عقلی ہے ویسے ہی حاکم کو ماننے بغیر اس کے حکم کی وجہ پر بحث کرنا ویسے ہی بے عقلی ہے اور میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ جو بات میں آپ کی خدمت میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ کام کرتے ہیں تا کہ ہمارا خدا ہم سے خوش ہو جائے آپ اس کو ہلکا نہ سمجھیں میرے پاس جتنے منٹ باقی ہیں اس میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کو خوش کرنے کے لئے کام کرنا اور اسکی خوشی حاصل کرنے کو اس کا ریزن اور سبب بتانا انتہائی معقول سبب ہے انتہائی علمی سبب ہے انتہائی عقلی سبب ہے یہ ایک حکیمانہ سبب ہے یہ ایسا سبب ہے جو پوری دنیا کے ہر سوسائٹی میں رائج ہے مذہب کی بات میں ابھی نہیں کرتا تھوڑی دیر کے لئے یوں سمجھ لیجئے بمبئی کا وہ دن بمبئی کا وہ دن ہے جس میں بمبئی میں سردی ہو جاتی ہے جس دن بمبئی میں سردی ہو جاتی ہے یعنی ہم یوپی والوں کے لئے تو اس دن بھی سردی نہیں ہوتی لیکن یہاں معلوم ہوتا ہے ہر فٹ پاتھ پر آگ جل رہی ہے کیا ہوا سردی ہو رہی ہے اچھا اسی کے ساتھ ایک بات اور ملا یئے اسی دن پانی بھی برس گیا جس دن سردی کی لہر آئی اس دن پانی بھی برس گیا اور ذرا کس کے برسا پانی ابھی رکا نہیں تھا کہ سائیکلون جو آتے آتے رک گیا اس نے بھی اسی دن رخ کر لیا تو کولڈ ویب بھی ہے سردی بھی ہے پانی بھی ہے طوفان بھی ہے اور ان ساری مشکلوں میں ایک آدمی پلاسٹک کے تھیلے میں ایک چیز چھپائے ہوئے سردی سے کانپتا ہوا پانی میں بھیگتا ہوا جا رہا ہے اور کیسے جا رہا ہے کیسے جا رہا ہے یوں جا رہا ہے کہ اس کے کپڑے اس سے آگے جا رہے ہیں جو کپڑے اس کے جسم پر ہیں وہ پیچھے اور کپڑے آگے ہیں اس لئے کہ سائیکلون کی

ہوا جو ہے وہ اسے اڑائے دیتی ہے ہم نے پوچھا اماں گھر میں کیوں نہیں بیٹھتے تم چھپ کے بیٹھو سردی سے بچو پانی سے بچو اس طوفانی ہوا سے بچو کہا نہیں جانا ضروری ہے ہم نے کہا اچھا جانا ہی ہے تو یہ جو تھیلا تم لئے ہو جسے بار بار اپنے قبضے میں کرتے ہو ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے اسی کو چھوڑ دو کہا اسی کو چھوڑ دیں تو جانا ہی بیکار ہو جائے گا۔ ہم نے کہا کہ اس ٹھنڈک میں اس پانی میں اس طوفانی ہوا میں کہاں جا رہے ہو اس پلاسٹک کے تھیلے میں کیا لئے ہوئے ہو کہنے لگے کیا بتائیں ہمارے پڑوس میں ایک آدمی رہتا ہے ہم نے کہا جو آدمی رہتا ہے وہ آپ کے ماں باپ میں سے تو نہیں ہے بھائی بہن سے تو نہیں۔ آپ کا ہم مذہب ہے نہیں نہیں نہیں دوست ہے نہیں رشتے دار ہے نہیں پھر کیا۔ وہ پڑوس میں رہتا تھا دس سال ہمارے ساتھ رہا ہے اب جگہ بدل دی اب اس جگہ رہتا ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے آج کیا بات ہے جو اس طوفان میں اس سائیکلون میں اس سردی میں اس پانی میں یہ تھیلا دبائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ کہا آج اس کی لڑکی کا برتھ ڈے ہے تو ہم نے کہا نہ جایئے کہا نہیں دس سال اس کا ہمارا ساتھ رہا ہے مذہب اس کا الگ ہے قوم اس کی الگ ہے زبان اس کی الگ ہے کلچر اس کا الگ ہے تمدن اس کا الگ ہے تہذیب اس کی الگ ہے سب کچھ اس کا الگ ہے خالی دس سال ساتھ رہے ہیں تو اگر نہ جائیں گے تو اسے شکایت ہوگی اور اگر نہ بھی شکایت ہو تو ہم جائیں گے اسے خوشی ہو جائے گی تو فقط دس سال ایک ایسا آدمی جو ہمارے برابر رہا ہے اس کی خوشی حاصل کرنے کے لئے ہم طوفانی ہوا کا مقابلہ کر رہے ہیں ہم سردی کی لہر کا مقابلہ کر رہے ہیں ہم برستے ہوئے پانی کا مقابلہ کر رہے ہیں کیوں جائیں تا کہ اس کی بیٹی کی پیدائش کا دن ہے برتھ ڈے ہے خوش ہو جائے تو معلوم ہوا کہ ایک پڑوسی کی خوشی کی قیمت اتنی ہے تو ہم نے کہا کہ کل چلے جایئے کہا کل جائیں گے تو یہ خوشی جو آج ہے یہ کل نہیں رہے گی

ہم نے کہا ایک گھنٹہ رک جاؤ ہوا رک جائے پانی رک جائے تب جاؤ کہا نہیں تب پہنچے جب کیک کٹ گیا تو خوشی بھی کٹ جائے گی تو کیک کٹنے سے پہلے جانا چاہتے ہیں ہم نے کہا اچھا ایک بات بتا دیجئے کیک کٹنے کا ریزن کیا ہے لڑکی پیدا ہوئی ہے لڑکا پیدا ہوا ہے خوشی کا دن ہے تو کوئی ہوا کیک ہے تو اسے ملا کے جوڑ دو تو اچھی بات بھی ہے یہ آدمی پیدا ہوا۔ خوشی میں یہ اچھے خاصے کیک کو کاٹ کیوں رہے ہو کہا جناب ریزن ویزن کی باتیں یہاں نہیں ہوتی ہیں یہ ہوتا آیا ہے معلوم یہ ہوا کہ برتھ ڈے کے دن ایجوکیٹیڈ ہو کے مہذّب ہو کے ایڈوانس ہو کے سب کچھ ہو کے بغیر ریزن کے کیک کاٹ سکتے ہیں اور خدا کہے نماز پڑھو۔ ریزن بتاؤ۔ تو جتنے آدمی کہتے ہیں خدا نے کہا ہے نماز پڑھو اس کا ریزن بتاؤ ہم ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب خدا کو خدا مان لیا ہے تو ریزن پوچھنے کا ریزن بتاؤ یا تو انکار کرو کہ ہم خدا کو نہیں مانتے ہیں گفتگو خدا کے ماننے نہ ماننے پر لیکن جب خدا کو خدا مان لیا ہے تو کیا حق ہے ہم کو وجہ پوچھنے کی۔ تو معلوم یہ ہوا کہ ایک پڑوسی کی خوشی کے لئے ہم سردی جھیل سکتے ہیں ہم طوفانی ہوا جھیل سکتے ہیں اور ہم بھیگتے ہوئے جا سکتے ہیں ٹائم پہ پہنچیں گے ٹائم سے پہنچیں گے معلوم ہوا ٹائم پر پہنچنے کی کوئی قیمت ہے

اب پہچا نئے نماز کو قضا پڑھنا اور ہے نماز کو ادا کرنا اور ہے۔ ہم نے کہا آپ دیر تک سوتے ہیں کہا جیسے ہی اٹھتے ہیں ویسے ہی صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ تو وہاں تو یہ زور ہے کہ کیک کٹنے کے بعد پہنچیں گے تو وہ خوشی نہیں رہے گی اگر خدا کو خوش کرنا ہے تو جس وقت کہا اس وقت پڑھو وہ کہتا ہے جیسے ہی وقت آئے ویسے ہی پڑھو گے تو میں زیادہ خوش ہو جاؤں گا تو اگر پڑوسی کی خوشی کی قیمت ہے پڑوسی کی خوشی کی قیمت ہے اب ذرا میں ڈگریاں شروع کر رہا ہوں اگر پڑوسی کی خوشی کی قیمت ہے تو پھر باپ کی خوشی کی قیمت کیا ہونا چاہئے ماں کی خوشی کی قیمت کیا ہونا چاہئے اور جب ان کی

خوشی کی قیمت ہے جن کے ذریعہ ہم پیدا ہوئے ہیں تو جس نے پیدا کیا ہے اس خدا کی خوشی کی کیا قیمت ہوگی اور میں آپ کی خدمت میں بات آج ہی مکمل کرتے ہوئے یہ فقرہ بھی کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کبھی یہ دھوکا نہ ہو کبھی یہ خیال نہ پیدا ہو خدا کو خوش ہونے سے کیا فائدہ۔ دیکھئے شیطان تو سب جگہ داؤ سے باز نہیں آتا۔ ہم سب سمجھا لے گئے ٹھیک ہے ہم خدا کی خوشی کے لئے سب کر دیں گے مگر خدا کو خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے تو وہ بھی سن لیجئے خدا کو خوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہمارے کسی کام سے اس کی جو خوشی پیدا ہوتی ہے تو ویسی خوشی نہیں ہے جیسی ہمیں پیدا ہوتی ہے ہم بیکار تھے نوکری مل گئی تو خوشی ہم میں پیدا ہوئی۔ بچہ نہیں ہوتا تھا بچہ ہوگیا یہ خوشی ہم میں پیدا ہوتی ہے مقدمے میں پھنس گئے تھے چھوٹ گئے یہ خوشی ہم میں پیدا ہوتی ہے مال پکڑ گیا تھا چھوٹ گیا یہ خوشی ہم میں پیدا ہوتی ہے ایسی خوشی خدا میں پیدا ہوسکتی ہی نہیں اس لئے کہ یہ ساری خوشیاں ان میں پیدا ہوتی ہیں جو کسی چیز سے محروم ہوتے ہیں وہ چیز ان کے پاس نہیں ہوتی ہے اور مل جاتی ہے تو خوش ہوتے ہیں جس کے پاس سب کچھ موجود ہے اس کے پاس ایسی خوشی کیسے پیدا ہوگی میں بتاؤں کیسی خوشی ہوتی ہے جو خدا ہمارے وضو سے ہماری نماز سے ہمارے روزے سے ہماری اطاعت سے ہماری عبادت سے خوش ہوتا ہے اس خوشی کو پہچانئے تو وجہ بھی سمجھ میں آجائے گی کہ خدا کی خوشی کا فائدہ کیا ہے۔ پانچ سال کا لڑکا ہے سات سال کا لڑکا ہے یہ ابھی کہیں سے اس قابل نہیں ہے کہ ماں باپ کے کسی کام آسکے لیکن مجھے مثال میں پیش کرنا ہے۔

پانچ برس کے سات برس کے بچے ابھی ماں باپ کا کسی قسم کا مطالبہ نہیں ہے کہا یہ سبق یاد کرو اگر یاد کر کے تم نے ہمیں خوش کر دیا تو تم پاس ہو جاؤ گے ہم تمہیں انعام دیں گے اور جیسے ہی بچے نے سبق سنایا ماں باپ کے علم میں کوئی اضافہ

نہیں ہوگیا کوئی چیز ان کے پاس بڑھ نہیں گئی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ان کے پاس نہیں تھی اور آ گئی ہو کہ وہ خوش ہو گئے کسی نے پیسے دے دیئے کسی نے کپڑے دے دیئے معلوم یہ ہوا کہ ماں باپ خوش ہو جاتے ہیں بچے سے کچھ لیتے نہیں ہیں بلکہ جو خوش کرتا ہے وہ کچھ زیادہ پالیتا ہے یہی بات خدا کے یہاں بھی ہے ہمارے عمل سے خوش ہو جائے گا تو اسے کوئی چیز نہیں مل جائے گی وہ جتنا خوش ہوتا جائے گا ہم پر نعمتوں کی بارش ہوتی چلی جائے گی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب ایمان کی منزل آتی ہے جب دین کی منزل آتی ہے تو ہم قدم قدم پر اڑ جاتے ہیں جب ہم کسی اکزام میں بیٹھتے ہیں تو ہمارے دل میں تمنا ہوتی ہے فرسٹ ڈویژن نہیں آئے پوزیشن آجائے بھئی اس میں تو ڈپلوما بھی نہیں ملنے والا ہے ڈگری بھی نہیں ملنے والی ہے کوئی سرٹیفیکٹ بھی نہیں ملنے والا ہے یہ تو ہوم اکزامینیشن ہے یہ تو کالج کے اندر کا امتحان ہورہا ہے وہ بھی سالانہ نہیں ہے تین مہینے پر ہو رہا ہے کہا نہیں جب امتحان میں بیٹھے ہیں تو یہی دل چاہتا ہے فرسٹ آئیں فرسٹ پوزیشن آجائیں۔ جب امتحان میں بیٹھے چاہے تین ہی مہینے کے بعد بیٹھے ہم چاہتے ہیں فرسٹ آئیں فرسٹ پوزیشن آجائیں تو پھر یہ کیسی بے دلی ہے کہ جب ہم خدا کے سامنے عبادت کرنے آتے ہیں تو ہمارے دل میں جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوتا ہے کہ ہم فرسٹ پوزیشن آئیں نہیں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے جب جذبہ پیدا ہو تو نہ خدا کے کام اور نہ خدا کے کام کے ریزن میں ہم الجھیں گے نہ عقل کی فضول خرچی کریں گے نہ شک اور شبہ میں پڑیں گے نہ تباہ و برباد ہوں گے بلکہ جی لگا کے عبادت کریں کہ فرسٹ آئیں اور فرسٹ پوزیشن آجائیں تو شاید میں یہ جملہ کہوں تو بیجا نہیں ہوگا کربلا میں جو اس شدید امتحان میں شریک ہوئے تھے سب کی خوشی یہی تھی کہ مالک تیری بندگی میں ہم فرسٹ آئیں فرسٹ پوزیشن آجائیں۔اسی کا نتیجہ تھا کہ بلائیں پیچھے رہ جاتی تھیں

اور یہ بلاؤں کو جھیلنے والے آگے بڑھ جاتے تھے اس فرسٹ پوزیشن حاصل کرنے کے لئے بندگی میں عبادت میں اطاعت میں کربلا والوں نے وہ کمال دکھایا میں کوئی تذکرہ نہیں کرتا کہ حسینؑ کا کمال کیا ہے میں کوئی تذکرہ نہیں کرتا کہ زین العابدینؑ کا کمال کیا ہے، میں کوئی تذکرہ نہیں کرتا کہ محمد باقرؑ کا کمال کیا ہے میں تو صرف اتنی بات یاد دلاتا ہوں کہ جو غیر معصوم تھے غیر بنی ہاشم تھے جو غلام اور کنیز تھے انہوں نے کیسے کیسے کمالات دکھائے ہیں میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کربلا کے شہیدوں میں ایک غلام ہے جس کا نام نہیں معلوم ہے سوائے اس کے کہ کتابوں نے لکھا غلام ترکی کو یعنی غلام تھا ترک کا رہنے والا تھا کس کا غلام یہ ہمارے آپ کے چوتھے امامؑ کا غلام۔ عاشور کے دن جب بہت سے اصحاب شہید ہو گئے تو یہ غلام امامؑ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ آقا اب مجھے بھی میدان میں جانے کی اجازت دے دیجئے تو امامؑ نے کہا کہ میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا تم جس کے غلام ہو پہلے اس سید سجادؑ کے پاس جاؤ وہ بیمار امامؑ کے خیمے میں آیا اس نے امامؑ سے اجازت مانگی امامؑ نے کہا تم نے زندگی میں ہمارا ساتھ دیا ہے تم نے ہماری خدمت کی ہے ہم نہیں چاہتے ہیں کہ تم ہمارے لئے جان دو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ تمہاری لاش کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھیں لیکن اس نے کہا کہ نہیں مولاؑ زندگی بھر ہم نے ساتھ دیا ہے تو آج کے نازک موقع پر ہم آپ کا ساتھ چھوڑ دیں ممکن نہیں ہے تو آپ سنیں اور سوچیں کہ امام زین العابدینؑ نے بہت زیادہ روکا اس کے سینے سے لگا کے رو کے رخصت کیا ہے کہ جب رخصت ہو کر چلا تو وہ چیخ مار کے روتا ہوا جا رہا تھا اور بنو ہاشم کے ایک ایک خیمے پر کھڑا ہوتا تھا اور کہتا تھا خیمے والو اس غلام کا سلام لے لو میں جا رہا ہوں۔ زینبؑ کے خیمے پر آ کر سلام کیا ام کلثومؑ کے خیمے پر آ کے سلام کیا ربابؑ کے خیمے پر آ کے سلام کیا اس طرح سے یہ چوتھے امامؑ کا غلام تھا کربلا کے میدان میں گیا ہے۔ میں آج کے بیان کو آپ

کی خدمت میں ختم کرتے کرتے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج شہادت امام زین العابدینؑ ہے آج کی صبح کو دنیا سے وہ اٹھ گیا ہے جس نے پینتیس سال تک باپ کے مرنے کے بعد باپ کی شہادت کے بعد باپ کا گریہ کیا ہے باپ کا غم کیا ہے کیسا غم ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے امامؑ کی خاص کنیز سے پوچھا تھا کہ تم یہ بتا سکتی ہو کہ امامؑ کی زندگی کیا تھی کہا مختصر سننا چاہتے ہو یا تفصیل سے سننا چاہتے ہو اس نے کہا کہ مختصر سننا چاہتے ہیں تو کہا کہ سنو جب سے امامؑ کی خدمت کر رہی ہوں جب سے میں امامؑ کی خدمت کر رہی ہوں میں نے کسی رات بستر نہیں بچھایا اس لئے کہ میرا امام رات بھر عبادت خدا کرتا ہے اور جب سے میں امامؑ کی خدمت کر رہی ہوں میں نے کسی دن دسترخوان نہیں لگایا اس لئے کہ میرا امامؑ روز روزہ رکھتا ہے تو وہ جو ساری زندگی روزہ رکھتا تھا وہ جو ساری زندگی روزہ رکھتا تھا وہ شام کو نماز مغرب پڑھنے کے بعد نماز عشاء پڑھنے کے بعد اس کے تعقیبات اور وظائف کو ختم کرنے کے بعد تشریف لاتے تھے تو ان کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا تھا اس پر کھانا رکھا جاتا تھا پانی رکھا جاتا تھا دن بھر نہ کھانے والا دن بھر روزہ رکھنے والا سال کے سال روزہ رکھنے والا جب اس کے پاس شام کو پانی آتا تھا شام کو کھانا آتا تھا تو سید سجادؑ رونے لگتے تھے اور اتنا روتے تھے اتنا روتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی وہ آنسو کھانے میں گر جاتے تھے وہ آنسو پانی میں گر جاتے تھے دسترخوان بدلا جاتا تھا کھانا ہٹایا جاتا تھا پانی ہٹا لیا جاتا تھا کیوں بے چین ہو کے کہتے تھے اور کیا کہتے تھے بار بار ایک ہی فقرہ کہتے تھے بار بار ایک ہی فقرہ کہتے تھے قد قتل ابن رسول اللہ عطشانا خدا کی قسم رسولؐ کا بیٹا حسینؑ پیاسا ذبح کیا گیا حسینؑ پیاسے ذبح کئے گئے اور اس کا نتیجہ تھا کہ رات کو جب افطار کے لئے بیٹھتے تھے دسترخوان پر تب روتے تھے اور دن میں جب کبھی وضو کے لئے پانی لایا جاتا تھا تو بے چین ہو جاتے

تھے اور اتنا روتے تھے کہ وہ آنسو اس پانی میں شامل ہو جاتے تھے اور وہ پانی مضاف ہو جاتا تھا وضو کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا تھا کیوں اتنا بے چین ہوتے تھے سید سجادؑ کہا کیسے بے چین نہ ہوں جب میرے سامنے پانی آتا ہے تو مجھے اپنے باپ کا وہ چہرہ یاد آ جاتا ہے جو مجھے رخصت کرنے کے وقت آئے میں نے اپنے باپ کے کٹے ہوئے سر کو نوک نیزہ پر دیکھا ہے مجھے اپنے باپ کے سوکھے ہوئے ہونٹ یاد آ جاتے ہیں پانی کو دیکھنے کے بعد کیسے بے چین نہ ہوں اس لیے کہ میرے کان میں آج تک آواز آرہی ہے کہ میدان سے میرا بھائی اکبرؑ پلٹا ہے اور پلٹنے کے بعد کہہ رہا ہے بابا ہتھیار گرم ہو گئے ہیں پیاس سے بے چین ہو گیا ہوں اگر ایک گھونٹ آپ پانی پلا دیتے تو میں دشمنوں کو مزا چکھا دیتا اور میرا باپ ساقی کوثر کا بیٹا ہونے کے بعد میرا باپ اپنے نوجوان سے کہہ رہا تھا بیٹا بیٹا نوجوان اکبرؑ تمہارا باپ پانی کہاں سے لائے بیٹا اب دادا حوض کوثر سے سیراب کریں گے۔ ہاں میرے دہن میں زبان دے دو شاید کچھ تسلی ہو جائے۔ اکبرؑ میرے بھیا نے باپ کے دہن میں زبان دی اور گھبرا کر نکال لی ارے بابا آپ کے منھ میں تو کانٹے پڑ گئے ہیں بابا۔۔۔۔!

"سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس

(۱۱)

قَالَ عَلِیٌ عَلَیهِ السَّلَام اَلعَقلُ مَاعُبِدَ بِهِ الرَّحمٰن٥

مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی میں روزانہ آپ کے سامنے تلاوت کرتا ہوں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ صرف وہ سمجھ جو ہم کو خدا تک پہنچائے اور اس کی عبادت کرنے والا بتائے صرف وہی سمجھ عقل ہے۔ کل میں نے آپ کے سامنے اس حدیث کے سلسلہ میں یہ گزارش کی تھی کہ ہمارے سوچنے کا انداز اور طریقہ اسلامی ہونا چاہئے غیر اسلامی نہیں ہونا چاہئے۔ عقیدہ ہو یا عمل کوئی چیز ماننا ہو یا کوئی چیز کرنا ہو تو ہم کو ہر جگہ اسلام کا پابند رہنا ہے بالکل اسی طرح جس طرح پانی کو خالص پانی کے بجائے مضاف پانی بنا دیا جائے اس میں ایسی ملاوٹ کردی جائے کہ وہ پانی نہ رہے تو یہ پانی نہ کوئی چیز پاک کرسکتا ہے اور نہ اس پانی سے وضو ہوسکتا ہے نہ غسل ہوسکتا ہے ویسے ہی اگر ہماری فکر ہمارے سوچنے کا انداز اور طریقہ کچھ اسلامی رہا اور کچھ غیر اسلامی چیزیں ہم نے شامل کرلیں تو ہمارا اسلام بھی خالص اسلام نہیں رہے گا بلکہ مضاف اسلام بن جائے گا جیسے طہارت اور وضو اور غسل یہ خالص پانی سے

ہو سکتے ہیں مضاف پانی سے نہیں ویسے دل اور دماغ کی طہارت پاکیزگی انسان کے عقیدہ اور عمل کی پاکیزگی کردار اور کیریکٹر کی پاکیزگی یہ بھی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہماری فکر بالکل خالص اسلامی نہ ہو۔ میں نے کل کچھ باتیں آپ کے سامنے کہی ہیں ان میں سے کسی ایک بات کے بھی کہنے سے پہلے میں ایک بڑی بنیادی اور ضروری بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمیں پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی خدا کو مانتے ہیں ہم مسلمان ہیں یعنی خدا کے ماننے کی بناء پر خدا کے بھیجے ہوئے رسول جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسولؐ مانتے ہیں اور چونکہ ہم پیغمبرؐ کو رسول خداؐ مانتے ہیں اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ مانتے ہیں جو ہماری ہدایت کے لئے آئے ہیں لہٰذا ہم یہ مانتے ہیں کہ نبیؐ جو کچھ لائے ہیں وہ سب صحیح ہے یہ بات میں آپ کی خدمت میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے سوچنے اور سمجھنے کا انداز خالص اسلامی ہے یا نہیں اس کا معیار اس کی پرکھ اور اس کی پہچان یہی ہے کہ ہم یہ حساب کر کے دیکھیں کہ ہم جو کچھ مان رہے ہیں ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں سے ہر بات وہ بات ہے یا نہیں جو خدا نے کہا ہے جو نبیؐ نے بتائی جو امامؑ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اگر ہم کوئی ایسی بات کہہ رہے ہیں کوئی ایسی بات مان رہے ہیں کوئی ایسی بات کر رہے ہیں جو خدا نے نہیں کہی ہے۔ نبیؐ نے نہیں کہی ہے امامؑ نے کہی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ ہمارے سوچنے کا انداز خالص اسلامی ہے نہ ہمارے بولنے کا انداز خالص اسلامی ہے اور نہ ہماری زندگی خالص اسلامی زندگی ہے میں جو بات آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں اسے آپ قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں اور یاد رکھ سکتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے کہا ''ماآتاکم الرسول فخذوہ'' جو کچھ نبیؐ تم کو دے دیں اسے لے لو''وما نھٰکُمۡ عنہ فانتھوہ''اور تم کو نبیؐ جس بات سے روک دیں رک جاؤ یعنی میں

دوسرے لفظوں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری فکر اسلامی ہے یا نہیں ہماری چال ڈھال اسلامی ہے یا نہیں ہمارا چال چلن اسلامی ہے یا نہیں اس کو ہم اس طرح حساب لگا کر دیکھیں کہ جو کچھ ہم مان رہے ہیں جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ نبیؐ کا دیا ہوا ہے یا نہیں اگر سب کچھ نبیؐ کا دیا ہوا ہے تو ہم مسلمان ہیں اور اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نبیؐ نے نہیں دی ہیں ہم نے شامل کر لی ہے تو فکر اسلامی نہیں رہے گی تو زندگی اسلامی نہیں رہے گی تو زبان اسلامی نہیں رہے گی تو میں اس ضروری اور بنیادی بات کے عرض کرنے کے بعد اس بات کو دوبارہ پھر ایک نئے جملے میں کہنا چاہتا ہوں تاکہ میری بیٹیوں کے لئے میرے بچوں کے لئے بات کا سمجھنا بات کا یاد رکھنا آسان ہو جائے جو بات میں نے ابھی دو مرتبہ کہی ہے اس کو میں تیسری مرتبہ پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کریں۔ اسلام کے ساتھ انصاف یہی ہے کہ فقط وہی مانیں جس کے ماننے کے لئے ہم سے اسلام کہتا ہے اور ہرگز ایسی کوئی چیز نہیں مانیں جس کے ماننے سے اسلام منع کرتا ہے کسی ایسی چیز کو اسلامی نہ قرار دیں جس کو اسلام نے اسلامی نہیں قرار دیا ہے ہم جو کچھ بولیں جو کچھ کریں جو کچھ کہیں اس میں سے ہر چیز وہ ہونا چاہئے جو اسلامی ہو کوئی ایسی چیز ہماری زبان سے نہیں نکلنا چاہئے کوئی ایسا کام ہمیں نہیں کرنا چاہئے کہ جس کو اسلام نے نہ بتایا ہو اور یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ جس کو اسلام نے اسلامی نہیں کہا ہے اسے اسلامی سمجھ کے کریں جس کو اسلام نے اسلامی نہیں بتایا ہے اس کو ہم اسلامی سمجھ کے بولیں تو میں پھر اپنے بیان کو آگے بڑھانے سے پہلے اس جملے کو ایک مرتبہ دوبارہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سب کا فریضہ ہے کہ ہم اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کریں میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے میں آپ کے سامنے دو ایک واقعات بطور نمونے کے پیش کر دوں تب اندازہ

ہو جائے کہ ہم کو اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کرنے میں کیا کرنا پڑے گا اور کیا نہیں کرنا پڑے گا۔ مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاہنے والے صحابی جن کا نام ہے عدی ابن حاتم کیسے انصاف کیا جاتا ہے اسکے لئے نمونے کے طور پر واقعہ سن لیں۔ عدی ابن حاتم اس حاتم طائی کے بیٹے ہیں جسے سبھی جانتے ہیں کل والے جانتے تھے حاتم طائی کو اس کی سخاوت کی بناء پر اور آج والے کیوں جانتے ہیں اس کی وجہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر تاریخ میں نام ہوتا حاتم طائی کا کوئی نہ جانتا یہ نام دیواروں پر آ گیا فلم کے پردے پر آ گیا تو آج سب کو یاد ہے۔ بہر حال مشہور سخاوت کرنے والا عرب کا انسان جس کا نام حاتم طائی تھا اس حاتم کے بیٹے ہیں عدی ابن حاتم۔ عدی ابن حاتم مولائے کائنات کے ساری زندگی ان کے ساتھ رہے ہیں ہر لڑائی میں شریک رہے مولاؑ کے ساتھ یہاں تک کہ عدی کے سارے بیٹے علیؑ کی مدد میں قتل ہو گئے۔ علیؑ دنیا سے گزر گئے شہید ہو گئے۔ عدی زندہ رہ گئے۔ عدی ابن حاتم اس وقت تک زندہ رہ گئے جب مولاؑ کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلح کے بعد امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے بعد یزید کے باپ امیر شام معاویہ کی حکومت پورے طور پر مضبوط ہو گئی اور قائم ہو گئی۔ ایک دن عدی ابن حاتم سے اور معاویہ سے ملاقات ہو گئی۔ وقت وہ ہے کہ دنیا میں علیؑ نہیں رہے علیؑ کی حکومت نہیں رہی۔ علیؑ کی اولاد کے پاس حکومت نہیں رہی۔ جس دشمن کو ختم کرنے کے لئے عدی ابن حاتم علیؑ کے ساتھ لڑے تھے وہ دشمن نہیں ختم ہوا اس کی حکومت نہیں ختم ہوئی مگر اس دشمن کو ختم کرنے کی کوشش کے راستے میں عدی کے بیٹے ختم ہو گئے۔ اب آپ اس واقعے کو سنیں اور اس پس منظر اور بیک گراؤنڈ کو سامنے رکھیں جسے میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ امیر شام نے یزید کے باپ نے عدی ابن حاتم سے کہا عدی

بوڑھے ہو کمزور ہو تم کو سہارے کی ضرورت ہے تو تم اکیلے گھر سے کیوں نکلتے ہو سب جانتا ہے مگر وہ بات کرنا چاہتا ہے جو تیر بن کے کلیجے پر لگے۔ کہا جب بوڑھے ہو اکیلے ہو سہارے کی ضرورت ہے تو گھر سے اکیلے کیوں نکلتے ہو اپنے ساتھ اپنے بیٹے کو لے لیا کرو۔ یہ گویا کہ یاد دلا رہا ہے کہ تم نے مجھ سے لڑ کے علیؑ کی حمایت میں اپنے بیٹے کو قتل کرا دیا آج تم اکیلے گھوم رہے ہو۔ عدی ابن حاتم نے برجستہ کہا کہ میرے بیٹوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے یعنی جواب دے کے یہ بتایا کہ ان کی جنگیں تجھے یاد ہیں ان کی لڑائیوں نے جو تیرے لشکر کے ٹکڑے کر دیئے تھے وہ تو زندگی بھر بھول نہیں سکتا ہے عدی ابن حاتم نے کہا میرے بیٹے تو مجھ سے زیادہ تجھے یاد ہوں گے۔ کہا ہاں یاد ہیں۔ یاد ہیں مگر میں اسی بناء پر ایک بات تجھ سے کہنا چاہتا ہوں کہ علیؑ نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا میں رکوں گا اور آپ کو یاد دلاؤں گا کہ میں آج جو باتیں کہنے جا رہا ہوں ان کی بنیاد یہ ہے کہ ہم کو اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے۔ انصاف کیسے کیا جاتا ہے انصاف کیسے کیا جانا چاہئے انصاف کرنے کے لئے کیا سوچنے کا انداز ہونا چاہئے کیا بولنے کا طریقہ ہونا چاہئے کیا کام کرنے کا طریقہ ہونا چاہئے یہ سمجھنا اور سمجھانا ہے مجھے آج کی تقریر میں میں آپ کو واقعہ سنانا چاہتا ہوں جہاں علیؑ کے ساتھ انصاف کرنے نہ کرنے کی بات آئے گی دشمن نے کیا کہا مولاؑ کے دشمن نے بھی اور مولاؑ کے چاہنے والے عدی ابن حاتم کے دشمن نے بھی کہا عدی علیؑ نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ کہا کیوں انصاف نہیں کیا۔ کیا بات ہے کیا بات تم کہنا چاہتے ہو جس سے تم یہ بتانا چاہتے ہو کہ میرے مولاؑ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ذرا فقرہ سنئے گا یہ وہی عقل ہے جس کے بارے میں مولاؑ کا فقرہ میں روزانہ اکثر و بیشتر سناتا رہا ہوں کہ جب مولاؑ نے کہا تھا عقل اس سمجھ کا نام ہے جو خدا کی عبادت کرائے تو لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ آپ کے دشمن

امیر شام کے پاس جو عقل ہے وہ کون سی عقل ہے۔ وہ چالاکی ہے جو برائی کو پھیلانے میں استعمال ہوتی ہے یہ وہ سمجھ ہے جو شیطان کے لئے راہوں کو ہموار کرتی ہے۔ اب اس سمجھ کو جو علیؑ کے دشمن کے پاس ہے جو شیطنت ہے جو نقراء ہے اسے آپ سنیں۔ کہا علیؑ نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا میں نے جلدی نہیں سنایا آپ کو تاکہ انصاف کرنے نہ کرنے کے موضوع پر ہر سننے والے کا ذہن متوجہ ہو جائے اور سوچنے لگے۔ کیا انصاف نہیں کیا۔ کہا یہی انصاف نہیں کیا کہ علیؑ کے بیٹے حسینؑ و حسنؑ زندہ رہ گئے اور تمہارے بیٹے علیؑ نے میدان میں قتل کروا دیئے اپنے بیٹوں کو بچالیا اور تمہارے بیٹوں کو قتل کرادیا تو علیؑ نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یعنی گویا کہ یہ وہ سمجھانا چاہتا ہے کہ علیؑ کا انصاف یہ تھا کہ تمہارے بیٹے بچ جاتے ان کے بیٹے نہ بچتے۔ عدی نے کیا جواب دیا ہے عدی نے جو جواب دیا ہے وہ مولاؑ کو ماننے والا جو مولاؑ کو مانتا ہے ان کو مان کے ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہے وہ یہی جواب دے سکتا ہے جو عدی نے جواب دیا کہ تیرے سوچنے کا انداز غلط ہے تو یہ غلط سوچتا ہے یہ تیرا کہنا بالکل غلط ہے کہ میرے مولاؑ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنے مولاؑ کے ساتھ انصاف نہیں کیا دشمن ہو کے بھی سوچنے لگا ابھی تو میں نے بڑی مشکل سے ایک بات پیدا کی تھی کہ حسینؑ و حسنؑ زندہ رہ گئے عدی تمہارے بیٹے قتل ہو گئے شہید ہو گئے تو علیؑ نے اپنے بیٹوں کو بچالیا تمہارے بیٹوں کو قتل کروا دیا لہٰذا علیؑ نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا مگر عدی نے کہا تو غلط کہتا ہے کہ میرے مولا میرے ساتھ انصاف نہ کریں یہ تو ممکن نہیں ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے علیؑ کے ساتھ انصاف نہیں کیا دشمن مجبور ہو گیا عدی کی بات سننے پر دشمن مجبور ہو گیا عدی کی بات سوچنے پر جب وہ متوجہ تھا تو عدی نے کہا سچی بات یہ ہے کہ میرا مولاؑ شہید ہوگا اور میں ابھی تک زندہ

بیٹھا ہوں تو میں نے علیؑ کے ساتھ کہاں انصاف کیا۔ انصاف تو یہی تھا کہ مولاؑ سے پہلے میں شہید ہو گیا ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں اس واقعے کو کیوں پیش کرنا چاہتا ہوں اس واقعے کو اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک آدمی جب علیؑ کو اپنا مولاؑ مانتا ہے تو پھر علیؑ کے کسی کام کو غلط مان نہیں سکتا ہے جب علیؑ کو اپنا امام مانتا ہے تو علیؑ کے بارے میں یہ سوچ ہی نہیں سکتا ہے کہ انہوں نے کمی کی ہے انہوں نے انصاف نہیں کیا ہے انہوں نے حق ادا نہیں کیا ہے جو علیؑ کو مانتا ہے تو اگر علیؑ کو مانتا ہے اور علیؑ کو ماننے کے ساتھ اپنے اس ماننے کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہے تو اس کو ہر جگہ پر یہی طے کرنا پڑے گا کہ کمی مولاؑ سے نہیں ہوسکتی ہے کمی ہوئی ہے تو مجھ سے ہوئی ہے۔ عدی ابن حاتم نے جب کہا کہ میں نے انصاف نہیں کیا کہ میرا مولاؑ شہید ہو گیا اور میں زندہ ہوں تو انہوں نے یہ بتایا کہ میں علیؑ کو امامؑ مانتا ہوں تو ان کے امامؑ ماننے کے ساتھ انصاف کر رہا ہوں اور انصاف یہی ہے کہ میری کمی ہے کہ میں زندہ رہ گیا اور مولا شہید ہو گئے۔ تو اب آپ نے پہچانا کہ انصاف کسی عقیدے کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کردار کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کیریکٹر کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے سوچنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے بولنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے عمل کرنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے۔ میں اسی بات کو اور مزید مستحکم کرنے کے لئے کہ کسی بچے کے ذہن میں کسی بیٹی کے ذہن میں شبہ نہ رہ جائے کہ اسلام کے ساتھ ہم انصاف کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے میں اس بات کو حساب کرنے میں ہمارے پاس بالکل صاف ذہن رہے دو واقعہ آپ کو اور سنانا چاہتا ہوں جن میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے لئے نیا اور اجنبی ہو سنا ہوا نہ ہو۔ ایک واقعہ جو آپ نے ہر ذاکر کی زبان سے سنا ہے کہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ کربلا کے بعد چونتیس پینتس سال زندہ رہے اور روتے رہے۔ روتے

بیٹھا ہوں تو میں نے علیؑ کے ساتھ کہاں انصاف کیا۔ انصاف تو یہی تھا کہ مولاؑ سے پہلے میں شہید ہو گیا ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں اس واقعے کو کیوں پیش کرنا چاہتا ہوں اس واقعے کو اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک آدمی جب علیؑ کو اپنا مولاؑ مانتا ہے تو پھر علیؑ کے کسی کام کو غلط مان نہیں سکتا ہے جب علیؑ کو اپنا امام مانتا ہے تو علیؑ کے بارے میں یہ سوچ ہی نہیں سکتا ہے کہ انہوں نے کمی کی ہے انہوں نے انصاف نہیں کیا ہے انہوں نے حق ادا نہیں کیا ہے جو علیؑ کو مانتا ہے تو اگر علیؑ کو مانتا ہے اور علیؑ کو ماننے کے ساتھ اپنے اس ماننے کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہے تو اس کو ہر جگہ پر یہی طے کرنا پڑے گا کہ کمی مولاؑ سے نہیں ہو سکتی ہے کمی ہوئی ہے تو مجھ سے ہوئی ہے۔ عدی ابن حاتم نے جب کہا کہ میں نے انصاف نہیں کیا کہ میرا مولاؑ شہید ہو گیا اور میں زندہ ہوں تو انہوں نے یہ بتایا کہ میں علیؑ کو امامؑ مانتا ہوں تو ان کے امامؑ ماننے کے ساتھ انصاف کر رہا ہوں اور انصاف یہی ہے کہ میری کمی ہے کہ میں زندہ رہ گیا اور مولا شہید ہو گئے۔ تو اب آپ نے پہچانا کہ انصاف کسی عقیدے کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کردار کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کیریکٹر کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے سوچنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے بولنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے عمل کرنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے۔ میں اسی بات کو اور مزید مستحکم کرنے کے لئے کہ کسی بچے کے ذہن میں کسی بیٹی کے ذہن میں شبہ نہ رہ جائے کہ اسلام کے ساتھ ہم انصاف کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے میں اس بات کو حساب کرنے میں ہمارے پاس بالکل صاف ذہن رہے دو واقعہ آپ کو اور سنانا چاہتا ہوں جن میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے لئے نیا اور اجنبی ہو سنا ہوا نہ ہو۔ ایک واقعہ جو آپ نے ہر ذاکر کی زبان سے سنا ہے کہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ کربلا کے بعد چونتیس پینتس سال زندہ رہے اور روتے رہے۔ روتے

بیٹھا ہوں تو میں نے علیؑ کے ساتھ کہاں انصاف کیا۔ انصاف تو یہی تھا کہ مولاؑ سے پہلے میں شہید ہو گیا ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں اس واقعے کو کیوں پیش کرنا چاہتا ہوں اس واقعے کو اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک آدمی جب علیؑ کو اپنا مولاؑ مانتا ہے تو پھر علیؑ کے کسی کام کو غلط مان نہیں سکتا ہے جب علیؑ کو اپنا امام مانتا ہے تو علیؑ کے بارے میں یہ سوچ ہی نہیں سکتا ہے کہ انہوں نے کمی کی ہے انہوں نے انصاف نہیں کیا ہے انہوں نے حق ادا نہیں کیا ہے جو علیؑ کو مانتا ہے تو اگر علیؑ کو مانتا ہے اور علیؑ کو ماننے کے ساتھ اپنے اس ماننے کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہے تو اس کو ہر جگہ پر یہی طے کرنا پڑے گا کہ کمی مولاؑ سے نہیں ہوسکتی ہے کمی ہوئی ہے تو مجھ سے ہوئی ہے۔ عدی ابن حاتم نے جب کہا کہ میں نے انصاف نہیں کیا کہ میرا مولاؑ شہید ہو گیا اور میں زندہ ہوں تو انہوں نے یہ بتایا کہ میں علیؑ کو امامؑ مانتا ہوں تو ان کے امامؑ ماننے کے ساتھ انصاف کررہا ہوں اور انصاف یہی ہے کہ میری کمی ہے کہ میں زندہ رہ گیا اور مولا شہید ہو گئے۔ تو اب آپ نے پہچانا کہ انصاف کسی عقیدے کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کردار کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے کسی کیریکٹر کے ساتھ کیسے کیا جاتا ہے سوچنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے بولنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے عمل کرنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے۔ میں اسی بات کو اور مزید مستحکم کرنے کے لئے کہ کسی بچے کے ذہن میں کسی بیٹی کے ذہن میں شبہ نہ رہ جائے کہ اسلام کے ساتھ ہم انصاف کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے میں اس بات کو حساب کرنے میں ہمارے پاس بالکل صاف ذہن رہے دو واقعہ آپ کو اور سنانا چاہتا ہوں جن میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے لئے نیا اور اجنبی ہو سنا ہوا نہ ہو۔ ایک واقعہ جو آپ نے ہر ذاکر کی زبان سے سنا ہے کہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ کربلا کے بعد چونتیس پینتیس سال زندہ رہے اور روتے رہے۔ روتے

رہے بے حد روتے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی نے ایک دن مولاؑ سے بربنائے محبت کہا کہ مولاؑ کتنا روییٔے گا کب تک روییٔے گا کہاں تک روییٔے گا تو امامؑ نے اسی لفظ کا استعمال کیا ہے جو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب کہنے والے نے کہا مولاؑ کب تک روئیں گے آپ کتنا روئیں گے آپ۔ تو کہا تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تمہارے یہ سوچنے اور بولنے کا انداز ایسا ہے جس میں تم میرے غم کے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہو۔ کہا مولاؑ کیسے انصاف نہیں کیا۔ کہا یہ بتاؤ یہ بتاؤ کہ زندہ یوسفؑ پر یعقوبؑ کتنا روئے۔ انصاف کیسے کئے جاتا ہے سوچنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے بولنے میں انصاف کیسے کیا جاتا ہے عمل میں کہا زندہ یوسفؑ پر یعقوبؑ اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں بے نور ہوگئیں روشنی ختم ہوگئی جانتے تھے جناب یعقوبؑ کہ یوسفؑ زندہ ہیں مگر فراق یوسفؑ میں جدائی میں یوسفؑ کے اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئی تھیں بینائی چلی گئی تھی روشنی چلی گئی اور تم مجھ سے کہتے ہو کہ کتنا روییٔے گا کب تک روییٔے گا تم نے انصاف نہیں کیا وہاں ایک یوسفؑ تھے یہاں پورا خاندان ہے وہاں ایک یوسفؑ تھے یہاں بہتّر شہید ہیں وہاں ایک یوسفؑ تھے جو زندہ تھے یہاں سب شہید ہوگئے ہیں بتاؤ میں اگر ساری زندگی بھی روؤں تو میری آنکھوں کی روشنی باقی ہے میری آنکھیں سفید نہیں ہوئی ہیں نہیں میں کہاں اتنا رویا ہوں جتنا یعقوبؑ روئے تھے تو تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں کم روؤں تو تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یعنی امامؑ نے ہمیں سمجھایا کہ جب ایک نبیؑ زندہ بیٹے کے لئے اتنا رو سکتا ہے تو میں جتنا بھی غم کروں اس غم کو کم سمجھنا چاہئے زیادہ سمجھو گے تو انصاف نہیں کرو گے۔ میں تیسرا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں کسی انصاف والی بات آجاتی ہے نیشاپور کے ایک تاجر نے بیوپاری نے امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ خط لکھا یہ عریضہ لکھا کہ مولا میرے ذمہ کچھ

خمس باقی ہے اور خمس آپ کو دیا جاتا ہے آپ لیتے ہیں اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ سے کوئی کچھ مانگتا ہے تو آپ انکار نہیں کرتے ہیں نہ آپ نے انکار کیا ہے نہ آپ کے بزرگوں نے انکار کیا ہے لہٰذا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اس خمس کو معاف کر دیں۔ امامؑ نے کیا جواب دیا امامؑ نے جواب یہ دیا کہ تم جو خمس کی معافی کی ہم سے درخواست کر رہے ہو یہ تم ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہو۔ اس لئے کہ تم یہ تو کہتے ہو کہ تم ہمارے دوست ہو تو تم اگر ہمارے دوست ہو تو دوستی کے ساتھ انصاف یہ ہے کہ دوست کا مال اس تک پہنچایا جائے دوست کا مال روکا نہ جائے۔ کہا یہ تم ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہو کہ ہم سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہو اور ہمارا مال ہمیں دینا بھی نہیں چاہتے ہو تو میں اگر اور واقعات آپ کی خدمت میں عرض کروں تو بیان اسی مرحلے میں تمام ہو جائے گا۔ میں تو یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ مثالوں کے بعد یہ کہہ سکتا ہوں یہ سمجھا سکتا ہوں کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہم کو اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کرنا ہوگا اور انصاف یہ کرنا ہوگا کہ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہو ہمارے بولنے کا انداز اسلامی ہو ہماری زندگی کے ہر کام کا طریقہ اسلامی ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے اسلام کے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہیں اگر آپ نے ان باتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنا ہے تو میں تذکرہ کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں اور کئی دن پہلے میں نے آپ کے سامنے تذکرہ کیا تھا کہ ایک مومن کے لئے ایمان اجمالی کافی ہے یعنی اسے یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ خدا ہے اس نے ہماری ہدایت کے لئے حضورؐ کو بھیجا ہے اور حضورؐ جو کچھ لائے ہیں وہ سب صحیح ہے تو اگر حضورؐ کا پیش کیا ہوا دین اس میں ہر حرام اگر حرام کیا گیا ہے تو اس کا حرام کرنا صحیح ہے اگر اس میں کوئی چیز حلال کی گئی ہے تو اس کا حلال کیا جانا صحیح ہے اگر اس میں کوئی چیز واجب کی گئی ہے تو اس کا واجب کیا جانا صحیح ہے

اگر اس میں کہا گیا ہے کہ ان بارہ اماموںؑ کو امامؑ مانو تو ان کا امامؑ ماننا صحیح ہے۔ اگر ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ ہو گے تمہارا حساب و کتاب ہوگا تم کو اپنے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی جنتی جنت میں جائیں گے دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو حضورؐ نے جو فرمایا ہے قیامت کے بارے میں کوثر کے بارے میں جنت کے بارے میں دوزخ کے بارے میں یہ سب صحیح ہے آپ یہ بھی مجھ سے بار بار سن چکے ہیں کہ معصومینؑ نے ہم سے کہا ہے کہ یقین ایسا یقین ہونا چاہئے جس میں شک کی دھنسنے کی جگہ نہ رہ جائے وہ لنگ یقین وہ کمزور یقین وہ ڈھیلا ڈھالا یقین جس میں شک کی گنجائش پیدا ہو سکے وہ یقین نہیں وہ مضبوط یقین کہ وہ ہر شک کو ٹکرا کے چور چور کر دے پاش پاش کر دے ٹکڑے ٹکڑے کر دے مگر اس یقین کے اندر کسی شک اور شبہ کے دھنسنے کی جگہ نہ پیدا ہو سکے۔ ایسا یقین ہونا چاہئے اگر ایسا یقین ہے کہ پیغمبرؐ جو لائے ہیں سب صحیح ہے یہی ایمان ہے یہ ایمان اجمالی ہے جو انسان کو مومن بناتا ہے تو میں اسی بات کو ذرا تھوڑا پیچھے لے جانا چاہتا ہوں کہ نبیؐ کی ہر بات صحیح کا مطلب کیا ہے کہ خدا کی ہر بات صحیح ہے تو اگر ہم مسلمان ہیں اور اس بنیاد پر مسلمان ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے دلیل کی روشنی میں عقیدہ ہے مان لینا نہیں ہے ہم نے مانا ہے اور دلیل کی روشنی میں مانا ہے ایک نہیں بے شمار دلیلوں کی روشنی میں مانا ہے کہ خدا کا کوئی کام غلط ہو ہی نہیں سکتا صحیح وہی ہے جو خدا کہتا ہے صحیح وہی ہے جو خدا کہتا ہے تو پھر جتنے سوالات جتنے اعتراضات جتنے شبہات کبھی کسی بچے کے ذہن میں کسی بیٹی کے ذہن میں کسی بھائی کے ذہن میں کسی بہن کے ذہن میں پیدا ہوں ان سب کو یہ سوچ کے ختم کر دینا چاہئے کہ یہ بات اس خدا کے مطابق ہے جو کبھی غلطی کر ہی نہیں سکتا ہے تو یہ بات غلط ہے میں یہاں پر ایک بات بھی آپ کے سامنے کہوں گا اور وہ بات بڑی ضروری ہے مثال کے طور پر پہلے ایک بات سامنے

آ جائے تب میں دوسری بات جو کہنا چاہتا ہوں سمجھانے کے لئے اس کے لئے جگہ آسانی کے ساتھ نکل آئے گی اکثر بیشتر ہمارے بہت سے بچے اور نوجوان یہ سوال کرتے ہیں کہ جو لوگ غیر مسلم گھروں میں پیدا ہوئے ان کا تو سچا مذہب نہیں ہے تو وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے ان کو دین نہیں ملا وہ ایسے ماں باپ کے یہاں پیدا ہوئے کہ جہاں نہ خدا کا ذکر تھا نہ نبیؐ کا ذکر تھا یا اگر تھا تو خدا و نبیؐ کا ذکر تھا اماموںؑ کا ذکر نہیں تھا غرض کہ اثنا عشری جو سچا مذہب ہے نہیں ملا تو یہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے یہ سوال پیدا ہوتا ہے بہت سے نوجوان اس سوال کو سوچتے ہیں اور کیوں سوچتے ہیں کہ جہاں یہ بغیر دینی تعلیم حاصل کئے ہوئے کالجوں میں پڑھنے گئے ہیں وہاں یہ سوال ان کے دماغوں میں ڈالا جاتا ہے تو سوال تو ڈالا جاتا ہے لیکن انہوں نے نہ مدرسے میں نہ مسجد میں مذہب پڑھنے کی کوشش نہیں کی ہے ہماری بدقسمتیوں میں سے ہماری بدترین بدقسمتیوں میں سے بدقسمتی یہ ہے کہ ہم دین پڑھنا ہی نہیں چاہتے ہیں اگر ہم نے فقط قرآن مجید کے حروف پڑھنا سیکھ لئے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں دینی تعلیم مکمل ہوگئی نہیں ضرورت ہے دینیات پڑھنے کی ضرورت ہے مسائل سمجھنے کی ضرورت ہے عقائد سمجھنے کی ضرورت ہے عقائد کو دلائل کے ساتھ سمجھنے کی۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ مجلسیں بڑی مفید ہیں جنہوں نے ہماری قوم کو زندہ رکھا ہے بے شک زندہ رکھا ہے دین کو زندہ رکھا ہے بے شک زندہ رکھا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مجلسیں اکیلی کافی نہیں ہیں یہ مجلسیں لیکچر ہیں یہ مجلسیں تقریریں ہیں تو تقریر کب ہوتی ہے لیکچر کب ہوتا ہے جب لڑکا اعلیٰ درجے میں پہنچتا ہے اونچی تعلیم میں پہنچتا ہے لیکن اگر ہم بچے کو کبھی کتاب نہ پڑھائیں اور ہمیشہ اسکول میں وہاں بھیج دیں گریجویٹ کلاس میں جہاں لیکچر ہوتے ہیں تو ان کو فائدہ

آجائے تب میں دوسری بات جو کہنا چاہتا ہوں سمجھانے کے لئے اس کے لئے جگہ آسانی کے ساتھ نکل آئے گی اکثر بیشتر ہمارے بہت سے بچے اور نوجوان یہ سوال کرتے ہیں کہ جو لوگ غیر مسلم گھروں میں پیدا ہوئے ان کا تو سچا مذہب نہیں ہے تو وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے ان کو دین نہیں ملا وہ ایسے ماں باپ کے یہاں پیدا ہوئے کہ جہاں نہ خدا کا ذکر تھا نہ نبیؐ کا ذکر تھا یا اگر تھا تو خدا و نبیؐ کا ذکر تھا اماموںؑ کا ذکر نہیں تھا غرض کہ اثنا عشری جو سچا مذہب ہے نہیں ملا تو یہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے یہ سوال پیدا ہوتا ہے بہت سے نوجوان اس سوال کو سوچتے ہیں اور کیوں سوچتے ہیں کہ جہاں یہ بغیر دینی تعلیم حاصل کئے ہوئے کالجوں میں پڑھنے گئے ہیں وہاں یہ سوال ان کے دماغوں میں ڈالا جاتا ہے تو سوال تو ڈالا جاتا ہے لیکن انہوں نے نہ مدرسے میں نہ مسجد میں مذہب پڑھنے کی کوشش نہیں کی ہے ہماری بدقسمتیوں میں سے ہماری بدترین بدقسمتیوں میں سے بدقسمتی یہ ہے کہ ہم دین پڑھنا ہی نہیں چاہتے ہیں اگر ہم نے فقط قرآن مجید کے حروف پڑھنا سیکھ لئے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں دینی تعلیم مکمل ہو گئی نہیں ضرورت ہے دینیات پڑھنے کی ضرورت ہے مسائل سمجھنے کی ضرورت ہے عقائد سمجھنے کی ضرورت ہے عقائد کو دلائل کے ساتھ سمجھنے کی۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ مجلسیں بڑی مفید ہیں جنہوں نے ہماری قوم کو زندہ رکھا ہے بے شک زندہ رکھا ہے دین کو زندہ رکھا ہے بے شک زندہ رکھا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مجلسیں اکیلی کافی نہیں ہیں یہ مجلسیں لیکچر ہیں یہ مجلسیں تقریریں ہیں تو تقریر کب ہوتی ہے لیکچر کب ہوتا ہے جب لڑکا اعلیٰ درجے میں پہنچتا ہے اونچی تعلیم میں پہنچتا ہے لیکن اگر ہم بچے کو کبھی کتاب نہ پڑھائیں اور ہمیشہ اسکول میں وہاں بھیج دیں گریجویٹ کلاس میں جہاں لیکچر ہوتے ہیں تو ان کو فائدہ

نہیں پہنچے گا؟ ضرورت ہوتی ہے شروع میں بچہ کتاب میں پڑھے اور بعد میں لیکچر سنے تو ویسے ضرورت ہوتی ہے مدرسوں میں گھروں میں مذہبی کتابیں پڑھے پھر مجلسوں میں آئیں تو ہم کو لیکچر سے فائدہ پہنچے گا مجلس کی افادیت سے کوئی انکار نہیں ہے مگر یہ سمجھ لینا کہ سارے کام مجلس سے بن جائیں گے تو بننے والے نہیں ہیں کتنی باتیں مجلس میں بیان ہونگی کتنے حلال وحرام مسئلے مجلس میں بیان ہوں گے کتنے واجبات مجلس میں بیان ہوں گے جو بچ جائیں گے وہ کہاں سے معلوم ہونگے تو ضرورت ہے مدرسوں کی بھی ضرورت ہے کورس اور کتابوں کے پڑھنے کی بھی ضرورت ہے دینی تعلیم کے حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے اس دینی کتاب اور کورس کے پڑھنے کی کہ ہمارے بچے کو معلوم ہو جائے کہ ہم کیا مانتے ہیں اور کیوں مانتے ہیں یہ بچوں کو معلوم ہو جائے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہمارا بچہ اسکول اور کالج میں گیا ہے دینی تعلیم حاصل کئے بغیر۔ لہٰذا اس سے یہ کہا گیا کہ تم اثنا عشری شیعہ ہو کے یہی کہتے ہو کہ جنت میں فقط اثنا عشری شیعہ جائے گا تو جن کو تمہارے مذہب کا پتہ نہیں لگا ہے ان کے لئے کیا ہوگا۔ وہ وہاں سے ایک شک لے کے آیا وہاں سے ایک شبہہ لے کر آیا وہ وہاں سے ایک سوال لے کر کے آیا۔ برا نہ مانئے گا اس نے آ کر کے جب باپ سے کہا کہ ایسا شبہ آج ہمارے سامنے آیا ہے ایسا سوال ہمارے سامنے آیا ہے تو باپ بھی تین طرح کے ایک تو وہ ہے جو فقط باپ ہے اس کے آگے کچھ نہیں ہے انہوں نے کہا ابا یہ ہمارے سامنے سوال آیا ہے کہا جیسے تم نہیں جانتے ویسے ہم نہیں جانتے۔ ایک دوسرے کون ہیں دوسرے وہ ہیں کہ اپنے خیال میں مسلمان ہیں میں ایک لفظ جان بوجھ کے کہنے جا رہا ہوں مسلمان ہیں مگر جاہل مسلمان ہیں یہ نہیں ہے کہ ان کے پاس کہ ان کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے وہ

ڈگریاں ہیں بہت ڈگریاں ہیں مگر وہ جاہل ہیں دین کے بارے میں ناواقف ہیں دین کے بارے میں نہیں جانتے ہیں دین کے بارے میں لیکن مسلمان ہیں جو جانتے نہیں کچھ دین جانتے نہیں ہیں مسلمان ہیں پڑھتے نہیں ہیں مسلمان ہیں دین سمجھتے نہیں ہیں مسلمان ہیں لڑکے نے کہا ہم اسکول سے یہ اعتراض لے کے آئے ہیں آئندہ یہ لفظ نہ نکالنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے دوزخی ہو جاؤ گے خبردار جو آئندہ کہا تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نیچے جب آگ جل رہی ہے پتیلی میں پانی کھول رہا ہے اگر اس کے ڈھکن کو آپ مضبوطی کے ساتھ بند کر دیں گے تو صرف اتنا ہی ہوگا کہ تھوڑی دیر میں بھاپ نہیں نکلے گی ایسا تو نہیں ہے کہ پانی ٹھنڈا ہو جائے گا ایسا تو نہیں ہے کہ بھاپ بننا بند ہو جائے گی اگر آپ اس کو داب کے بند کر دیں گے تو کسی دن یہ پتیلی پھٹ سکتی ہے لہٰذا ڈانٹ کے کہ تم کافر ہو ملعون ہو دوزخی ہو جو تم ایسی باتیں سوچتے ہو یہ علاج نہیں ہے۔ تیسرے کون ہیں تیسرے وہ ہیں کہا بابا آج ہمارے لیکچرر صاحب نے پروفیسر صاحب نے ہم سے یہ کہا ہے کہ اثنا عشری مذہب سچا ہے ہم نے مان لیا لیکن جن تک یہ مذہب نہیں پہنچا ہے وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے کیا ہوگا ان کے لئے یہ سوال ہے کہا بس مذہب پالتے رہو اس لئے کہ تم آج اٹھارہ سال کے ہو کے کالج میں گئے ہو تو سوال لائے ہو ہم جب اٹھارہ سال کے تھے تب سے یہ ہمارے سامنے سوال ہے اور یہ حل ول نہیں ہوگا بس رہنے دو ایسے ہی مذہب پالتے رہو اپنا سائنس کافی ہے تو معلوم کیا ہوا کہ یہ وہ مسلمان ہیں جو اسلام کو مانتے ہیں مگر نہیں مانتے ہیں جب یہ خود ہی مسلمان نہیں ہیں جیسا مسلمان ہونا چاہئے تو پھر یہ اولاد کو کیا بتائیں گے تو میں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی کسی سوال کرنے والے کو سوال کرنے کی بنیاد پر نہ ڈانٹئے۔ یعنی جو بات میں کہنا چاہتا ہوں اسے

پوری توجہ اور پورے دھیان کے ساتھ سن لیجئے۔ شک پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے شبہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے دماغ میں سوالات کا پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے کیوں اس لئے کہ شک جب مٹتا ہے تب ہی یقین پیدا ہوتا ہے شبہ جب زائل ہوتا ہے تب ہی یقین و اطمینان پیدا ہوتا ہے سوال کا جب جواب ملتا ہے تب ہی سوال رکتا ہے تو اگر ہر اس صبح کا نام صبح ہے۔ جب اندھیرا ختم ہو جاتا ہے تو اجالا پیدا ہو جاتا ہے ہر یقین سے پہلے شبہ بھی ہوتا ہے ہر اطمینان سے پہلے شک بھی ہوتا ہے سوال کو دور کیجئے تا کہ یقین کی صبح پیدا ہو جائے ایمان کی صبح پیدا ہو جائے اور اس کا راستہ دین کو ٹھیکے پر نہ دے دینا بلکہ دین کی خود تعلیم حاصل کرنا دین کو خود سمجھنا اور دین کو خود سمجھتے وقت اپنے کو سمجھنے کے لئے کافی نہ سمجھنا ہم جو سمجھ بیٹھے ہیں یہ صحیح ہے یہ بھی ایک بڑی ناسمجھی ہے صحیح وہی ہے جو خدا نے کہا ہے جو نبیؐ نے کہا ہے جو امامؑ نے کہا ہے ہم تک وہ بات پہنچی ہے کہ نہیں پہنچی ہے جب تک ہم اس تک نہ پہنچ جائیں تب تک شبہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے رہنا شک کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہنا سوال کے جواب دینے کی کوشش کرتے رہنا یہ وہ صحیح راستہ ہے جو آدمی کو ایمان تک پہنچاتا ہے اطمینان تک پہنچاتا ہے تو میں آپ کی خدمت میں پہلی بات کہنا چاہتا تھا ایک دوسری بات اس کے ساتھ شامل کرنا چاہتا تھا دونوں باتیں اب آپ کے سامنے آ گئیں تیسری بات جو کہنا چاہتا تھا کہ بحیثیت مسلمان کے ہم کو اس بات کا یقین ہے کہ خدا کوئی کام غلط کرہی نہیں سکتا۔ تو جس کسی کے پاس بھی صحیح مذہب نہیں پہنچا ہے خدا اس کے ساتھ غیر منصفانہ فیصلہ کرہی نہیں سکتا۔ یہ وہ مضبوط یقین ہے جس میں شبہ کے دھنس جانے کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے خدا جو فیصلہ کرے گا وہ فیصلہ صحیح ہوگا۔ اگر یہ یقین ہمارے پاس موجود ہے تو ایک ہزار شبہے بھی پیدا ہونگے ان شبہوں پر ہم غور بھی کریں گے ان کا ہم جواب بھی ڈھونڈھ لیں گے اور جواب

ڈھونڈھنے میں دس سال بیس سال پچیس سال تیس سال بھی لگ جائیں گے تو ہمارے ایمان میں کوئی کمی اس لئے نہیں آئے گی کہ ہمارے پاس یہ مضبوط یقین موجود ہے کہ جو خدا کرے گا وہ صحیح کرے گا سوال اگر ہم حل نہیں کر پائے ہیں تو یہ ہماری سمجھ کی کمی ہے بس یہاں پر ایک بہت ضروری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور اسے ایک مثال میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ بچے اسے سمجھ جائیں گے بمبئی شہر کے لئے پتنگ اڑانا کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ وہ اسے نہ جانتے ہیں پتنگ لڑانے والے جب پتنگ لڑاتے ہیں تو وہ ڈور بے تحاشہ چھوڑتے ہیں اور جب لڑانا شروع کرتے ہیں تو بڑی تیزی کے ساتھ ڈور کو کھینچنا شروع کرتے ہیں تو جب پتنگ کے لئے ہم نے ڈھیل چھوڑی تھی اور ڈور چھوڑ رہے تھے تو وہ ڈور الجھی ہوئی تھی یا سلجھی ہوئی تھی۔ الجھی ہوئی ہوتی تو وہیں ہاتھ میں پھنس جاتی وہیں پتنگ رک جاتی بالکل سلجھی ہوئی تھی اسی لئے تو لپٹی ہوئی تھی آرام کے ساتھ کہ ہم اشارہ کرتے جارہے تھے اور ہماری انگلیوں کے اشارے کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ جارہی تھی پر جو ہم نے کھینچی امرجنسی میں کھینچی تو وہ تلے اوپر گرتی گئی۔ اب جو ہم نے اٹھانا چاہا تو الجھ گئی یعنی تھی سلجھی ہوئی۔ تھی سلجھی ہوئی اب جو ہم نے جمع کر دیا اسے تو الجھ گئی تو الجھی ڈور کے سلجھانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکی ڈور اپنی ڈور ہوتی ہے ایک وہ جنکی ڈور لوٹی ہوئی ڈور ہوتی ہے خریدتے نہیں ہیں جس کی ڈور اپنی ڈور نہیں ہے لوٹی ہوئی ہے وہ سلجھانے بیٹھے گا اور جہاں سے نہیں سلجھتی گرہ پڑ گئی کچھ پریشانی ہوئی نہیں سلجھتی نہیں سلجھتی نہیں سلجھتی توڑ دی۔ توڑ دی تو اپنا کیا جاتا ہے لوٹی ہوئی تو ہے ہی ہے اور جس کی اپنی ڈور ہے وہ سلجھاتا ہے نہیں سلجھتی تھک جاتا ہے نہیں سلجھتی غصہ آنے لگتا ہے نہیں سلجھتی مگر چونکہ اپنی ڈور ہے وہ سلجھانا چاہتا ہے لہٰذا چھوڑ دیتا ہے جب تھکن دور ہو جائے گی جب غصہ ختم ہو جائے تو اس کو پھر سے سلجھائیں

گے یہاں تک کہ وہ توڑتا نہیں ہے اور سلجھالیتا ہے بس تو میرے عزیزو جب ہم کو یہ یقین ہے کہ خدا کوئی کام غلط کر ہی نہیں سکتا ہے بی کوئی بات غلط پیش ہی نہیں کر سکتے ہیں تو ایک نہیں ایک لاکھ سوال وشبہے بھی ہمارے درمیان پیدا ہوتے ہیں تو ایمان اپنی جگہ پر باقی ہے ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم اسے سمجھیں۔ پوچھیں اور سمجھانے والوں سے پوچھیں اور اگر سمجھ میں نہ آئے ایک لاکھ مرتبہ سمجھیں جب تک سمجھ میں نہ آئے سمجھتے رہیں لیکن کبھی الجھ کے توڑ نہ دیں عقیدے کو آئندہ سمجھنے کے لئے اٹھا رکھیں۔ کبھی جھلا کے غصے میں آ کے عقیدہ کی ڈور کو توڑ نہیں دینا چاہئے۔ لوٹا ہوا دین ہے تو توڑ دو اپنا دین ہے تو کیسے توڑو گے۔ میں اس کے بعد آپ کے سامنے پھر کہنا چاہتا ہوں کہ صحیح انصاف اپنے اسلام کے ساتھ یہی ہے کہ ہمارے سوچنے کا انداز اسلامی ہو۔ اسلامی کیا ہے۔ خدا کوئی کام غلط کر ہی نہیں سکتا ہے لہٰذا اگر کسی تک دین نہیں پہنچا ہے اسلام نہیں پہنچا ہے اثنا عشری مذہب نہیں پہنچا ہے تو خدا اس کے ساتھ انصاف کرنے والا ہے بے انصافی کرنے والا نہیں ہے یہ وہ یقین ہے جس یقین میں کہیں سے کوئی ہم کو پریشانی نہیں ہے اب میرے بچے چاہیں گے میری بہنیں میری بیٹیاں چاہیں گی اس مسئلہ کو میں حل بھی کر دوں تا کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ جن تک اگر صحیح مذہب نہیں پہنچے گا تو ان کے لئے کیا ہو گا۔ مگر میں دیر لگا رہا ہوں اور ایسا نہیں ہے کہ بغیر ارادے کے دیر لگا رہا ہوں جان بوجھ کے دیر لگا رہا ہوں۔ کس لئے دیر لگا رہا ہوں کہ فرض کیجئے کہ میں حل نہیں کر سکوں میرے پاس کوئی جواب نہ ہو اور میں آپ سے کہوں میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے اس کے بعد آپ کیا طے کریں گے۔ خدا غیر منصفانہ فیصلہ کرے گا انصاف نہیں کرے گا جن تک دین نہیں پہنچے گا یا جو بھی وہ فیصلہ کرے گا اس کا فیصلہ انصاف کے مطابق ہو گا۔ معلوم یہ ہوا کہ ایک ہزار سال تک شبہ باقی رہے اس یقین میں کوئی فرق آنے والا نہیں ہے کہ جو فیصلہ

کرے گا وہ صحیح کرے گا۔ بس اتنی ہی سی بات تو ہے نہ کہ ہمیں فیصلے کی تفصیل نہیں معلوم ہے۔ تفصیل ہماری ذمہ داری بھی نہیں ہے جس کو فیصلہ کرنا ہے اس کو معلوم ہے کہ اس تک دین پہنچا ہے کہ نہیں پہنچا ہے اور اس کو فیصلہ کرنا ہے جسے فیصلہ کرنا ہے اسے ظلم نہیں کرنا ہے انصاف کرنا ہے۔ انصاف کرنا ہے وہ ساری باتیں جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے ہم کیوں پریشان ہوئے جاتے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ میں ابھی پھر تھوڑی دیر تک آپ کو منتظر رکھوں گا جواب دینے سے پہلے اس لئے کہ یہ ایک بری عادت ہے یہاں پر بھی ہم کو سمجھنا چاہئے۔ کرنا کس کو ہے فیصلہ خدا کو اور سوچ کون رہا ہے بندہ۔ تو جو کام خدا کو کرنا ہے اور اس کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ کوئی چیز اس سے چھپی بھی نہیں ہے وہ ظلم کرنے والا بھی نہیں ہے پھر ہم کیوں سوچ رہے ہیں کہ وہ کیا فیصلہ کرے گا۔ کیوں پریشان ہور ہے ہیں۔ بس خراب عادت کیا ہے۔ خراب عادت یہ ہے کہ ہم زیادہ تر ایسی بحثیں کرتے ہیں جن بحثوں کا ہم سے تعلق نہیں ہوتا ہے جن بحثوں کا ہم کو فائدہ نہیں پہنچتا ہے جس میں ہم انرجی ختم کر دیتے ہیں اور ان کاموں کے لئے انرجی نہیں باقی رہ جاتی ہے جہاں جو کام ہم کو کرنا ہے۔ میرے استاد مرحوم علامۂ سید عدیل اختر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ مومنین میں جو خرابیاں آگئی ہیں وہ خرابی وہ ہے کہ جو مسائل ان سے متعلق ہے وہ نہیں پوچھیں گے جو ان سے متعلق نہیں ہے وہ پوچھیں گے اور بطور مثال کے فرمایا کرتے تھے کہ کوئی مومن آئے گا اور وہ آکر کے یہ پوچھے گا کہ مولوی صاحب یہ بتایئے۔ ملا صاحب یہ بتایئے کہ آسمان کا کھانا جائز ہے کہ ناجائز ہے۔ ارے بابا پہلے یہ طے کرو کہ آسمان سے تمہیں کھانے کو ملے گا یا نہیں ملے گا۔ مگر اگر مل جائے تو بتایئے کھانا جائز ہے کہ ناجائز ہے۔ جس مسئلہ کا زندگی بھر سامنا نہیں ہونا ہے ایسے مسائل میں ہم بحثیں شروع کر دیتے ہیں کون کہتا ہے کون

کہہ سکتا ہے کون سوچ سکتا ہے کہ ہم کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی کے ایک ایک واقعے کا علم نہ ہو۔ ہونا چاہئے۔ اسٹڈی کرنا چاہئے ریسرچ کرنا چاہئے زندگی گزارنا چاہئے لیکن اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ ہم کو نہیں معلوم ہوسکی ہے کہ واقعہ ہوا اور ہمیں نہیں معلوم ہے۔ ہم کیوں پریشان ہوجائیں کہ ہمارا تو ایمان ہی کچھ نہیں رہ گیا۔ مثال کے طور پر۔ ہمارے ائمہؑ پیدا ہوئے ان کی چاہنے والی دنیا موجود نہیں تھی تو اگر کتابوں میں دو روایتیں آ گئی ہیں کس دن پیدا ہوئے تو ہم لڑے جاتے ہیں کہ صاحب کیا مذہب کی کمزوری ہے۔ امامؑ پیدا ہوئے اور دن تک طے نہیں ہے کہ کس دن پیدا ہوئے۔ امامؑ کو امامؑ ماننا وہ مسئلہ ہے جس کا تعلق ہماری زندگی سے ہے ہماری نجات سے ہے۔ ہماری مغفرت سے ہے ہماری عاقبت سے ہے۔ جنت و دوزخ کے پانے اور نہ پانے سے ہے لیکن وہ تین کو پیدا ہوئے کہ پانچ کو پیدا ہوئے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس سے ہماری نجات وابستہ ہے تو ہمارا پہلا کام تو یہی ہے کہ ہم دیکھیں کہ جن امامؑ کو مانتے ہیں ان کے احکام پر عمل کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے ہیں۔ ہم معصومؑ مان رہے کہ معصومؑ نہیں مان رہے ہیں لیکن ساری انرجی فقط اس چیز پر صرف کر دینا کہ یہ تاریخ صحیح ہے یا وہ تاریخ صحیح ہے میں یہ عرض نہیں کر رہا ہوں کہ ریسرچ نہیں کرنا چاہئے مگر اس پر اتنی بھی ریسرچ نہیں ہونا چاہئے کہ سارے حلال و حرام اور واجبات کے مسائل چھوڑ دیئے جائیں اور خالی یہی مسئلہ طے ہوتا رہے۔ مجھے ملتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ملتے ہیں کہ کیا ہے صاحب دین کیا ہے اسلام کیا ہے مولویوں میں اتنے بڑے بڑے مولوی اور عالم گزر گئے ہیں کیا کیا ہے انہوں نے ہم نے کہا خیریت ہے جناب انہوں نے کیا نہیں کیا ہے کہا یہ تک تو طے نہیں ہے کہ اماموں کی تاریخ شہادت اور پیدائش کی تاریخیں ایک طے ہوجائیں تو بس معلوم یہ ہوا کہ یہ جو نہیں طے ہوا ہے تو سارا دین

ختم ہو گیا۔ جیسے قیامت آجاتی ہے بات میں بات نکل آئی جیسے قیامت آجاتی ہے اگر عید نہ طے ہو پائے کہ انتیس کا چاند ہے کہ تیس کا۔ بمبئی میں پورا ہندوستان ہل رہا ہے تیس کا ہے چاند کہ ہندوستان و پاکستان پورے برصغیر میں زلزلہ آرہا ہے چاند انتیس کا ہے یا تیس کا یہ کمی ان کی ہے یہ کوتاہی ان کی ہے ایک ہنگامہ اور اگر ہم نے پلٹ کے یہ پوچھا انتیس تیس تو بعد میں طے ہوگا یہ فرمایئے روزے کتنے رکھے تھے تو جواب فقط ایک ہے ہی، ہی، ہی، ہی یعنی پوری بحث میں دانت نکال دیئے بھائی چاند انتیس کا ہوگا یا تیس کا ہوگا نماز عید آپ انتیس کو پڑھیں گے یا تیس کو پڑھیں گے غیبت امامؑ میں تو وہ بھی سنت ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ عید کے دن روزہ نہیں رکھنا ہے تو آپ نے تو ماشاء اللہ پورے مہینے کا ہی رکھا ہے تو ایسوں کو کیا پریشانی ہے لیکن ایک ہنگامہ ہے۔ کہا صاحب اس مذہب میں رکھا ہی کیا ہے عید تک طے نہیں ہوسکتی دیکھئے یہ ہنگامہ کیوں ہے ہم بتا دیں۔ تیس کو اگر ہم مذہبی چیز مانتے ہوتے تو ہنگامہ نہیں ہوتا۔ عید تہوار ہے تہوار یہ سارا ہنگامہ عید کی روحانیت کے لئے نہیں ہے عید کی اسلامیت کے لئے نہیں ہے عید کے تہوار ہونے کے لئے ہے تو بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی اور میں آپ کی خدمت میں جو چیز عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ میں نے ابھی تک سوال کا جواب نہیں دیا ہے اس لئے نہیں دیا ہے کہ اگر دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے تو ہمیں پہلے تو یہ غور کرنا چاہئے کہ اور جو ضروری مسائل ہیں وہ ہم نے طے کر لئے ہیں تب اس پر بحث کر سکتے ہیں اور دوسری گزارش میں نے یہ کی کہ ٹھیک ہے یہ مسئلہ جاننے کے قابل ہے کہ جن تک مذہب نہیں پہنچے گا جن تک شیعہ اثنا عشری مذہب نہیں پہنچا ہے ان کے پاس سچا مذہب نہیں ہے ان کی مغفرت نہیں ہونے والی ہے تو خدا ان کے ساتھ کیسا انصاف کرے گا وہ جنت جائیں گے یا دوزخ جائیں گے۔ اس کے بارے میں ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب ہم نے دلیل سے یہ بات سمجھ لی ہے کہ خدا ہے اور وہ کوئی غلط کام

نہیں کر سکتا ہے تو یہ غلط کام نہ کر سکنے کا یقین اتنا مضبوط چٹان ہے کہ کسی سوال کا تیر اس میں جگہ نہیں بنا سکتا ہے اگر دس سال تک جواب نہ ملے تب بھی ہمارے یقین میں فرق نہیں آنا چاہئے۔ ایک طرف میں نے یہ باتیں کہی ہیں۔ دوسری طرف میں نے یہ بات بھی کہی ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں کوئی سوال آتا ہے تو اس سوال کو بیان کرنے کی ہمت دلانا چاہئے اس کے پوچھنے کا موقع دینا چاہئے اس کا جواب اگر ایک مرتبہ نہیں ملے دوسری مرتبہ پوچھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے ڈانٹنا نہیں چاہئے یہاں ڈپٹنا چاہئے یہاں ڈپٹنا نہیں چاہئے یہاں بیٹھا لینا چاہئے ہر چیز میں میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ اب آپ کی خدمت میں جواب بھی عرض کئے دیتا ہوں اس جواب میں میرا کچھ نہیں ہے میرا ایک لفظ نہیں ہے یہ جواب وہ ہے جو معصوم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عنایت فرمایا ہے اور کیا کوئی ذاکر کوئی بات بیان کرے گا ہمارے پاس کیا ہے کچھ نہیں ہے ہمارے پاس تو ہماری جھولی میں وہ پڑی ہوئی تھوڑی سی بھیک ہے جو باب مدینۃ العلم سے ملی ہے۔ ہم ساری زندگی اس در اہلبیتؑ سے ملنے والی بھیک کو بانٹتے رہتے ہیں اور اسی میں بڑے ذاکر بن جاتے ہیں ورنہ ہماری حقیقت ہی کیا ہے ہمارے پاس علم ہی کیا ہے ہمارے پاس صلاحیت ہی کیا ہے جو کچھ ہے وہ ادھر کا فیض ہے وہ جوابات دے کے گئے ہیں۔ ابھی سناتا ہوں اگر ذرا شبہہ باقی رہ جائے تو مجھے بتائیے گا۔ مسئلے کے دو حصے ہیں۔ سچا دین خدا نے دین میں بھیجا یہ طے ہے کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم شیعہ اثنا عشری دنیا میں پائے جاتے ہیں تو اگر سچا دین آیا نہیں تھا تو ہم تک پہنچا کیسے۔ آیا۔ اب یہ کس تک پہنچا اور کس تک نہیں پہنچا یہ مسئلے کے دو حصے ہیں یعنی دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جس تک پہنچا مگر وہ آدمی اس تک نہیں آیا تو وہ گناہگار ہے وہ مجرم ہے کہ تم کو جب پتہ لگ گیا تھا تو تم نے اس کو کیوں نہیں قبول کیا جب تم اس کو سمجھ گئے تھے تو تم نے اس کو کیوں نہیں مانا اور ایک یہ ہے کہ دین اس

تک نہیں پہنچا مجبور تھا اسے پتہ ہی نہیں چلا۔ آپ نے مسئلے کے دونوں رخ پہچان لئے تو اب سزا کے قابل وہ ہے جس تک دین پہنچے اور وہ نہ مانے سزا کے قابل وہ نہیں ہے جس تک دین نہیں پہنچا ہے اور آپ کی خدمت میں میں بطفیل اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ عرض کرنے کی ہمت رکھتا ہوں کہ ہمارے ائمہ نے کچھ اور سوال شامل کر دیئے ہمارے بچے اور ہمارے نوجوان تو اتنا ہی سوال لائے تھے نہ اتنا ہی سوال لائے تھے کہ ہمارے کالج میں ہمارے پروفیسر نے کہا ہے کہ تمہارا مذہب سچا ہے لیکن جن تک یہ مذہب نہیں پہنچا ہے وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے کیا ہوگا۔ تو ہم اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتے کہ ان تک مذہب پہنچا کہ نہیں پہنچا پہنچ سکتا تھا اور انہوں نے حاصل نہیں کیا یا پہنچ سکتا ہی نہیں تھا۔ ہمارے ائمہؑ نے کہا کہ کچھ بچے ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر گئے ہیں تو جب بالغ ہوتے جب ذمہ داری ہوتی مسلمان ہونے کی مومن ہونے کی اثنا عشری ہونے کی لیکن اس سے پہلے مر گئے تو ان تک تو دین یقیناً نہیں پہنچا۔ ہمارے ائمہؑ نے کہا کچھ آدمی پیدا ہی پاگل ہوئے ان میں اچھے اور برے حق اور باطل پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں تھی پاگل پیدا ہوئے پاگل رہے اور پاگل مر گئے ان تک دین ان کے گھر کے اندر تھا مگر نہیں پہنچا تو ہم تو وہاں سوالات کر رہے تھے کہ شاید نہ پہنچا ہو تو کیا ہوگا اور ائمہؑ نے ہمارے سامنے وہ کوشچن وہ سوالات رکھ دیئے جہاں یقیناً نہیں پہنچا۔ کیوں رکھ دیئے ان کے پاس جواب ہے ان کے پاس علم ہے اور کیوں ان کے پاس جواب ہے کیوں ان کے پاس علم ہے اس لئے کہ سچائی کے پاس ہمیشہ جواب ہوتا ہے جواب سے وہ کتراتا ہے جو جھوٹ ہوتا ہے سوال سے وہ کتراتا ہے جس کے پاس جواب نہیں ہوتا ہے لیکن جو سچ ہے جو حق ہے اس کے پاس ہمیشہ جواب موجود ہے تو اب مسئلہ یہ ہو گیا کہ جن تک دین نہیں پہنچا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ جنت میں جائیں گے یا

دوزخ میں جائیں گے۔اب یہاں پر ہوتا کیا ہے دیکھئے ہم آدھی جگہ تک لا کے پھر رک گئے۔ یہ دادر تک گاڑی آ گئی ہے پھر آگے نہیں بڑھ رہی ہے وہ فقط اس لئے کہ میں آپ کو اس صورتحال سے گزرنے کے لئے مطمئن طور پر تیار کرنا چاہتا ہوں کہ جب میرے پاس پکا یقین ہے کہ خدا سے غلط کام نہیں ہوسکتا ہے تو اگر سوالات نہ بھی حل ہوں تو کوئی پریشانی نہیں ہونا چاہئے۔سوال باقی ہے شک کی کیا ضرورت ہے سوال باقی ہے ایمان میں ذمہ دار کی کیا ضرورت ہے اب آپ سنئے جو میں آپ کے ساتھ حدیث پڑھ رہا ہوں اسے حق الیقین میں آپ دیکھ سکتے ہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن ہوتا کیا ہے ہوتا یہ ہے کہ امامؑ کے جواب سے پہلے ہم چار آدمی بیٹھ گئے کہ میرا خیال یہ ہے کہ خدا ان کو دوزخ نہیں بھیجے گا دوسرے نے کہا کہ جناب دوزخ نہیں بھیجے گا تو کہاں بھیجے گا تیسرے نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ گنہگار نہیں ہے لہٰذا جنت میں بھیج دے گا تیسرے نے کہا کہ جنت میں بھیج دے گا تو آپ تو محنت کر کے گئے ہیں ایک کو پھوکٹ میں مل جائے گی دونوں برابر کیسے ہو جائیں گے اب چوتھے نے کہا کہ میرا خیال ہے اور یہ میرے خیال والے اتنے پیدا ہو جاتے ہیں کہ خالی مسجد میں بیٹھ کے میرے خیال والے نہیں رہتے ہیں مجلس میں بیٹھ کے میرے خیال والے نہیں رہتے ہیں۔منبر پر آ جاتے ہیں میرے خیال والے۔نہ پڑھے نہ لکھے نہ سوچا نہ سمجھا نہ حدیث۔نہ تفسیر میرا خیال اور چونکہ بولنا آتا ہے لہٰذا بہت بڑے ذاکر اور جب زبان سے ایک بات کہہ دی تو پھر گردن بھی اکڑ گئی جب کہہ دی تو کہہ دی علم کیا ہے سچائی کیا ہے اگر غلط کہا ہے تو ہزار مرتبہ کہہ کے بھی کہنا ہے کہ غلط کیا ہے اور اگر صحیح کہا ہے تو ہزار مرتبہ کہہ ہی کے کہنا ہے کہ صحیح کیا ہے تو میرے خیال کا حق نہ کسی مومن کو ہے نہ کسی پیش نماز کو ہے اور نہ کسی ذاکر کو ہے اور میں جب بات کہتا ہوں تو کسی کو چھوڑ کر کے بات نہیں کرتا ہوں کہ جو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ یہ جی ہمیں کہتے ہیں

نہیں رب سے پہلے اپنے کو کہتے ہیں اور اس آدمی پر کبھی کوئی پابندی عائد ہی نہیں ہوسکتی ہے جو سب سے پہلے اپنے کو کہنے کو تیار ہو۔ میں نے پھر دیر لگائی اور جان بوجھ کے دیر لگائی۔ اب دادر سے گاڑی آگے بڑھ رہی ہے اور ابھی مسجد کا اسٹیشن آیا جاتا ہے۔ امامؑ نے کہا ایسے سارے وہ لوگ جن تک مذہب نہیں پہنچا ہے وہ میدان محشر میں لائے جائیں گے اب میدان محشر میں تو پہچاننے میں دیر نہیں لگے گی جنت بھی سامنے ہے دوزخ بھی سامنے ہے جن کا جن کا حساب وکتاب ہو رہا ہے جو جنت میں جا رہے ہیں ان کو دیکھ رہے ہیں جو دوزخ میں جا رہے ہیں ان کو بھی دیکھ رہے ہیں یعنی دین کو سمجھنے میں جو کچھ مدت محنت صرف ہوسکتی ہے وہ بغیر صرف کئے ہوئے سامنے دین سمجھ میں آجائے گا تو جتنے پاگل پیدا ہوئے وہ عقلمند بنا کے لائے جائیں گے جتنے بچے مر گئے ان کو جوان بنا کے لایا جائے گا جتنوں تک دین نہیں پہنچا ان کو لایا جائے گا خدا کو پہچان لیں گے نبی کو پہچان لیں گے اماموںؑ کو پہچان لیں گے سب کچھ دیکھ کے پہچان لیں گے جنت دوزخ دیکھ کے پہچان لیں گے اب دین سمجھنے میں تو دیر نہیں لگے گی۔ توجہ چاہیئے۔ امامؑ نے کہا اس کے بعد خدا ان سے پوچھے گا کہ مجھے خدا مانتے ہو تو سب کا یہی جواب ہوگا بے شک مانتے ہیں کوئی شک ہی نہیں۔ جو سمجھنا پڑتا وہ دیکھ کے پہچان رہے ہیں یعنی منزل اطمینان آگئی ہے۔ جناب ابراہیمؑ نے کہا تھا پالنے والے میں مردے کو زندہ ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں مجھے ایمان تو ہے دیکھ لوں تو اطمینان پیدا ہو جائے تو جو محشر میں آئیں گے انہیں جنت دوزخ کے بارے میں ایمان نہیں اطمینان پیدا ہو جائے گا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس کے بعد خدا پوچھے گا مجھے خدا مانتے ہو کہا ہاں بے شک مانتے ہیں تو ملائکہ کو حکم دیا جائے گا وہ دوزخ کے بہت سے ڈھکن میں سے ایک کو را ایک ڈھکن ہٹائیں گے اور جیسے ہی یہ ڈھکن ہٹے گا آگ کے شعلے جو نکلیں گے تو جہاں تک آدمی دیکھ سکتا ہے وہاں

تک شعلے ہی شعلے آگ ہی آگ دکھائی دے رہی ہوگی دوزخ زمین سے آسمان تک دکھائی دے رہا ہے۔ آگ ہی آگ آگ ہی آگ آگ ہی آگ۔ خدا نے کہا مجھے خدا مانتے ہو کہا بے شک مانتے ہیں یہ سب وہ ہیں جن تک دین نہیں پہنچا ہے۔ مانتے ہو کہا بے شک مانتے ہیں۔ کہا میں خدا ہوں تو جو حکم دوں گا اسے مانو گے تو کہا پالنے والے جب تجھے خدا مان لیا تو کیوں نہیں مانیں گے۔ اسلام کے ساتھ انصاف کرنے کی جگہ آ گئی اگر خدا کو خدا مانا ہے تو خدا ماننے کے ساتھ انصاف یہی کرنا ہے کہ جو وہ کہے گا وہ کرنا ہے کہا پھر میں خدا ہو کے حکم دیتا ہوں کہ اس دوزخ میں کود جاؤ۔ بس یہیں پہ دو ہوں گے۔ کچھ وہ ہوں گے جو اسلام کے ساتھ انصاف کریں گے اور کچھ وہ ہوں گے جو اسلام کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ جو اسلام کے ساتھ انصاف کریں گے وہ فوراً ایک کے بعد ایک ایک کے بعد ایک ایک کے بعد ایک اور شاید صورتحال یہ ہو کہ وہ کوشش کر رہے ہوں کہ تم بعد میں پہلے ہم۔ کیوں یہ اسلامی فکر رکھتے ہیں ان کے پاس سوچنے کا انداز اسلامی ہے ان کے پاس بولنے کا انداز اسلامی ہے ان کے پاس عمل کا انداز اسلامی ہے یہ اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں۔ پالنے والے جب تجھے خدا مان لیا۔ پہچان کے مانا ہے سمجھ کے مانا ہے سن کے نہیں مانا ہے کہ تو جو کہہ رہا ہے اس کے اوپر عمل کرنا یہی اسلام ہے یہی اسلام کے ساتھ انصاف ہے۔ کود جائیں گے ابھی پھر ہم تھوڑی دیر آپ کو پریشانی میں رکھیں گے اس لئے کہ ہمارے بچے سوچنے لگیں گے کہ جو کود گئے ان کا کیا ہوگا۔ ابھی تک تو یہی سوچتا تھا کہ جن تک اسلام نہیں پہنچا ہے ان کا کیا ہوگا۔ اب ہمارا بچہ سوچنے لگے کہ یہ جو کود گئے ہیں ان کا کیا ہوگا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہ طے ہے کہ جب خدا کہے گا وہ غلط کام کرے گا نہیں۔ اب ذرا ان کی سن لیجئے جو کہیں گے تو خدا تو ضرور ہے اور ہم نے یہ کہا بھی ہے کہ تو جو کہے گا اس پر عمل کریں گے لیکن

اپنی عقل اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ جانتے بوجھتے اس آگ میں کود جائیں۔ یہ وجہ معلوم کریں گے یہ حکم خدا کی فلاسفی معلوم کریں گے۔ قیامت کے واقعہ کو میں نئی زبان میں جو اس وقت رائج ہے اس میں بولنا چاہتا ہوں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حکم خدا تو نے کیوں دے دیا۔ اللہ کہے گا کہ سمجھ میں آنے نہ آنے والی باتیں تو پہلے ہی ختم ہوگئیں۔ پہلے تم نے خدا کو پہچان لیا تھا مجھے پہچان لیا تھا دین پہچان لیا تھا میں نے تم سے اقرار لیا تھا میں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ خدا مان لیا ہے کہنے پر عمل کرو گے یا نہیں تم نے کہا۔ اب سنئے ان کا کیا ہوا اور یہ بھی سن لیجئے ان کا کیا ہوگا۔ ان کا یہ ہوگا کہ جیسے ہی وہ آگ میں کودیں گے آگ ان کے لئے ٹھنڈی ہو جائے گی گلزار ہو جائے گی۔ آگ ان کو جلائے گی نہیں جیسے نمرود کی آگ میں بڑے اطمینان سے جناب ابراہیمؑ تشریف فرما تھے ویسے ہی حکم خدا پر یہ کود جانے والے دوزخ کی آگ میں کود جائیں گے دوزخ کی آگ بجھ جائے گی یہ نہیں جلیں گے تو ان سب کو نکالا جائے گا کہ تم نے مجھے مانا اور اپنے اسلام کے ساتھ انصاف کیا تمہاری جگہ جنت میں ہے تمہارا عقیدہ بھی پکا ہے اور تمہارا عمل بھی صحیح ہے تمہاری فکر بھی اسلامی تمہارا عمل بھی اسلامی ہے جاؤ جنت میں۔ ان سے کہا جائے گا تم نے اپنے عقیدہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے تم نے اپنے یقین کے ساتھ انصاف نہیں کیا تمہارے سوچنے کا انداز اسلامی نہیں رہا تم نے خدا کو مان لیا تو یہ کیوں سوچا کہ وہ حکم غلط دے رہا ہے ہم کو سوچنا چاہئے کہ کیوں دے رہا ہے جب تم نے اپنے سوچنے کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ فکر کے ساتھ اسلامی فکر کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو تمہاری جگہ دوزخ میں ہے تو یہ جائیں گے اپنے خالص ایمان اور خالص عمل کے ذریعہ جنت میں اور وہ جائیں گے دوزخ میں اپنے خراب عقیدے اور خراب عمل کی بناء پر تو ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو مذہب میں الجھی ہوئی ہو فقط بات کیا ہے ہمارے نہ جاننے

کی بات ہے میں آخر میں پھر ایک بات کہوں گا اور قبل اس کے کہ کسی کو بری لگ جائے میں سب سے معافی مانگے لیتا ہوں۔ دین اتنا غریب ہے کہ اس سے زیادہ اس دنیا میں غریب کوئی نہیں اردو کی ایک پھوہڑ مثال ہے اسے استعمال کروں گا اردو کا ایک محاورہ ہے پھوہڑ مثال یہ ہے کہ غریب کی جورو جورو کہتے ہیں بیوی کو سب کی سرہج یعنی سب اس سے مذاق کا رشتہ پیدا کر لیتے ہیں یہ تو ہماری بھاوج ہے ہم تو ان کے دیور ہیں ہم ان کے شوہر کے بھائی ہیں لیکن جو امیر کی بیوی ہوتی ہے اس سے کسی کو مذاق کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ بگڑ جائے گی۔ اگر وہ بگڑ جائے گی تو لالہ کے ڈنڈے بھی پڑیں گے اور اس کی چپلیں بھی پڑیں گی تو میں آپ کی خدمت میں اس دین کے درد کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ دین کو ہماری سوسائٹی نے بالکل اس کے ساتھ وہ برتاؤ کیا ہے جو غریب کی بیوی کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے ہر ایک اس کے ساتھ مذاق کرنے پر تیار ہے جس نے کچھ نہیں پڑھا ہے وہ دین کو بیان کرنے کا حق رکھتا ہے جس کے کیریکٹر میں واجبات تک کی پابندی نہیں ہے اس کو بھی دین بیان کرنے کا حق مل گیا ہے جو حلال اور حرام کا امتیاز مٹا دیتا ہے اس کو بھی دین کا نمائندہ بننے کا حق مل گیا اس کو بھی منبر پر آنے کا حق مل گیا ہے نہ عمل ہے نہ کردار ہے اور نہ کیریکٹر ہے سیدھی سی بات یہ ہے کہ پھر اس کو دین ملے گا کیسے جسکو خود ہی دین نہیں ملا ہے اگر ہم اس سے دین مانگیں گے۔ ہمارے سننے والوں کا معیار بلند ہونا چاہئے تاکہ منبر پر آنے والوں کا معیار بلند ہو اور جب منبر پر آنے والوں کا معیار بلند ہوگا تو پھر بیان کا معیار بلند ہوگا تو علم بڑھے گا یقین بڑھے گا دین بڑھے گا سینتیس سال ہو گئے مجھے مجلسیں پڑھتے ہوئے جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے جنگ خیبر سنا دیجئے جانتا ہوں جنگ خیبر پڑھا بھی ہوں جنگ خیبر پڑھتا بھی ہوں جنگ خیبر آج بھی پڑھ سکتا ہوں لیکن جب کوئی کہتا ہے جنگ خیبر سنا دیجئے تو اس کا

مطلب کیا ہے آپ مجلس میں کچھ لینے نہیں آئے ہیں کوئی آپ کا ٹسٹ ہے اس کو آپ پورا کرنے کے لئے آئے ہیں ایک آدھ ہمیں بھی ملتے ہیں ملا صاحب بہت دن ہو گئے آپ کو مجلس پڑھتے ہوئے کبھی آپ نے مختار نامہ نہیں سنایا آپ آل راؤنڈر ذاکر نہیں معلوم ہوتے ہیں آپ مختار نامہ نہیں سنا سکتے ہیں خالی نماز روزے کی باتیں کر سکتے ہیں ہم نے کہا ہم آل راؤنڈ کیا بالکل ہر راؤنڈ سے باہر ہیں ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں ہے ہم کسی درجہ کے ذاکر ہی نہیں ہیں لیکن یہ مختار نامہ کیا چیز ہوتا ہے یعنی ہم جناب مختار کی زندگی کے چند واقعات فقط سننا چاہتے ہیں کیوں سننا چاہتے ہیں سننے میں ہم کو مزا آتا ہے تو جب ٹسٹ کے لئے سن رہے ہیں تو پھر سیکھنے تو نہیں آئے۔ ضرورت اس بات کی کہ جس یقین نے مختار کو پیدا کیا تھا جس سوچ کے انداز۔ انداز فکر نے جناب مختار کو پیدا کیا تھا وہ انداز فکر ہم میں پیدا ہونا چاہئے جس بے چینی نے جناب مختار کو پیدا کیا تھا وہ بے چینی ہم میں ہونا چاہیے جس کیریکٹر نے مختار کو پیدا کیا تھا وہ کیریکٹر ہم میں ہونا چاہئے۔ حسینؑ کے لئے جس شدید غم نے جناب مختار کو پیدا کیا تھا وہ بے چینی پیدا کرنے والا غم ہم میں پیدا ہونا چاہئے جب وہ نہیں پیدا ہے تو خالی داستان سننے سے کیا فائدہ ہے۔ علیؑ کو ماننا ہے تو پھر ہمیں سوچنا چاہئے علیؑ کے ساتھ علیؑ کے ساتھ کتنا یقین ہے کہ وہ خیبر کے در کو اکھاڑ بھی دیتے ہیں دو انگلی کے اشارے سے اکھاڑ دیتے ہیں اور جب دنیا کے سامنے تذکرہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ میں نے اپنی طاقت سے اکھاڑا ہے ہم نے خدا کی طاقت سے اکھاڑا ہے۔ علیؑ کیا ضرورت ہے تم کو اس کو بیان کرنے کی کہا تم نے پہچانا نہیں علیؑ کو تم نے پہچانا نہیں علیؑ کے پاس سب خدا کا دیا ہوا ہے خدا کی نعمت سے فائدہ اٹھاؤں اس کا اعلان نہ کروں۔ تو ہمارے اندر بھی جذبۂ شکر پیدا ہونا چاہئے کہ جو خدا نے دیا ہے جب اس کا احساس ہم کو ہو کہ خدا نے دیا ہے اور ہم شکر ادا

کریں تب ہم کوخیبر کے سننے کا حق پیدا ہوگا۔ہم خیبر سننا چاہتے ہیں اس لئے کہ وہاں بھاگے تھے ایک دن بھاگے دو دن بھاگے تین دن بھاگے۔ بھاگنے والوں کا حال سن کے خوش ہونا چاہتے ہیں یقیناً جو بھاگے وہ بیزاری کے قابل ہیں یقیناً جو بھاگے وہ گنہگار ہیں بدترین گنہگار ہیں یقیناً جو بھاگے ان سے ہم بیزار ہیں بالکل بیزار ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہم تو نہیں بھاگے کہیں دین سے۔نماز سے ہم بھاگے خمس سے ہم بھاگے پردے سے ہم بھاگے۔آقائے موسوی کہتے کہتے تھک گئے مگر پردے سے ہم بھاگے۔کیا فرق ہو جاتا ہے اس بات میں کہ سر کے بال تھوڑے کھلے رہیں یا سر کے بال بالکل بند ہو جائیں۔تھوڑی سی بات تو ہے کیوں نہ ہم اتنی سی بات پر تیار ہو جائیں جب ہمارے سامنے حدیث موجود ہے کہ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عورت نکلتی ہے اور خدانخواستہ بے پردہ نکلتی ہے فقط بغیر اجازت کے نکلتی ہے تب بھی وہی مسئلہ ہے اور اگر بے پردہ نکلتی ہے تو اور زیادہ مسئلہ ہے پردہ کیا ہے بال کھلے ہوں تو بے پردہ ہے ہاتھ کھلے ہوں تو بے پردہ سینہ کھلا ہے تو بے پردہ ہے گلا کھلا ہے تو بے پردہ ہے صرف چہرہ کھلا رہ سکتا ہے صرف کلائیاں چاہے کھلی رہ سکتی ہیں قدم کھلے رہ سکتے ہیں پھر بھی جب اطمینان ہو کہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہے اور ایسا نہیں دیکھ رہا ہے جس کے دیکھنے سے فساد اور فتنہ پیدا ہو اور اس میں بھی ہم کو مسئلہ دیکھنا پڑے گا کہ آغائے خوئیؒ کا فتویٰ کیا ہے اور آغائے خمینیؒ کا فتویٰ کیا ہے جو جس کی تقلید میں ہوگا اس کو اس کے مطابق عمل کرنا پڑے گا تو میں فتوے کے بحث میں نہیں جانا چاہتا لیکن جب حدیث میں یہ آگیا ہمارے سامنے کہ جو عورت بغیر پردے کے نکلتی ہے یا بغیر شوہر کی اجازت کے نکلتی ہے وہ گھر سے نہیں نکلتی ہے بلکہ اپنا ہر قدم جو گھر سے باہر رکھتی ہے دوزخ میں گھر بناتی ہے۔مسجد میں آنے سے اگر شوہر روک دے عورت ضد کر کے بیوی ضد کر کے آئے تو یہ مسجد نہیں آرہی ہے دوزخ میں گھر بناتی جارہی ہے۔

شوہر روک دے اور مجلس میں جانا چاہتی ہے بیوی تو یہ مجلس نہیں جارہی ہے یہ اپنے لئے دوزخ میں گھر بنارہی ہے اور میں آپ کی خدمت میں کسی تاویل کے پیش کیئے جانے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں اویس قرنی نے کہا تھا پیغمبر کو لکھا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں مگر میرے ماں باپ بوڑھے ہیں ان کو چھوڑ کے آنا پڑے گا دل بے چین ہے آپ کے پاس آنے کے لئے آپ کی زیارت کے لئے آپ کی صحبت کے لئے آپ کی خدمت کے لئے لیکن ماں باپ بوڑھے ہیں کیا حکم ہے میرے لئے۔ انکی خدمت کرو کہ جو میری خدمت سے ثواب ملنے والا ہے اس کے برابر بلکہ زیادہ ہی تم کو ثواب مل جائے گا تو معلوم یہ ہوا کہ اگر مسجد سے روک دیا شوہر نے مجلس سے روک دیا شوہر نے۔ خدا شوہر سے پوچھے گا کہ تم نے کیوں روکا ہے لیکن اگر روک دیا اور یہ رک جائے گی تو اس کے لئے اتنے ہی ثواب کی منزلیں طے ہو جائیں گی جتنا مسجد جا کے حاصل ہوسکتی ہے جتنا مجلس جا کے حاصل ہوسکتی ہے یہ تو ایک رخ ہے حدیث کا کہ اگر کوئی عورت نکلتی ہے وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے ضد کر کے نکلتی ہے تو اپنے لئے دوزخ میں گھر بناتی ہے اور اگر شوہر بیوی کو بے پردہ نکالتا ہے یا بیوی کے بے پردہ نکلنے پر راضی ہوتا ہے تو اس کے لئے حدیث میں یہی ہے کہ پھر یہ ہر قدم پر اپنے لئے دوزخ میں گھر بنارہا ہے تو ہم میں سے کوئی اتنی ہمت والا نہیں ہے چاہے مرد ہو چاہے عورت کہ اپنے لئے دوزخ میں گھر بنا سکے لہٰذا ہمارا ایک ہی راستہ ہے کہ نکلے پوچھ کے نکلے۔ نکلے بالوں کو باندھ کے نکلے۔ نکلے گلا بند کر کے نکلے نکلے ہاتھوں کو کلائی تک بند کر کے نکلے۔ نکلے پیروں کو بند کر کے نکلے۔ نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے نکلنے کے لئے تو ہماری شاہزادی بھی بیت الحزن تک جاتی تھیں۔ نکلنے کے لئے تو ہماری شاہزادی بھی مسجد میں آتی تھیں۔ نکلنے کے لئے۔ مقدمۂ فدک پیش کرنے کے لئے ہماری شاہزادی بھی

آئی ہیں لیکن کیسے آئی ہیں جیسے آئی ہیں ہمارے لئے بتانے کے لئے آئی ہیں کہ نکلنا ہے تو ایسے نکلو کیا مشکل ہے کیا مشکل ہے کہ ہماری بہنیں ہماری بیٹیاں ایک مرتبہ ہمت کرلیں کہ آج سے ہم اپنے کو پردہ کا پابند بنالیں گے ایسا پابند بنالیں گے ایسا پابند بنالیں گے کہ اب تک جو شاہزادی فاطمہؑ اب تک جو بی بی فاطمہؑ ہماری بے پردگی سے ناراض تھیں آج سے ہم سے راضی ہو جائیں۔ کتنی خوش نصیبی کی بات ہوگی کتنی خوبی کی بات ہوگی کتنا بہترین وہ وقت ہوگا کتنا سہانا وہ لمحہ ہوگا جب ناراض شاہزادی ہم سے راضی ہو جائیں۔ آج سے اگر ہمت کرلیں ہماری بہن ہماری بیٹی ہماری بیوی ہماری ماں دین کے حدود کے اندر رہ کے باہر نکلیں گی تو پھر ہم سے حسینؑ بھی خوش ہو جائیں گے عباسؑ بھی خوش ہو جائیں گے اکبرؑ بھی خوش ہو جائیں گے۔ کیا فائدہ ہے اس زندگی سے ہم ماتم بھی کریں وہ ہم سے رنجیدہ بھی رہیں ہم محبت بھی کریں وہ ہم سے ناراض بھی رہیں۔ کیوں نہ ہم زندگی میں ایسی تبدیلی اور ایسا انقلاب بھی لے آئیں کہ وہ ہم سے راضی ہو جائیں اور جب راضی ہو جائیں تو زینبؑ ہاتھ اٹھادیں دعا کے لئے ربابؑ ہاتھ اٹھادیں دعا کے لئے سکینہؑ ہاتھ اٹھادیں دعا کے لئے اور ننھے ننھے چھوٹے سے دونوں ہاتھ علی اصغرؑ بھی اٹھادیں۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ آج اصغرؑ کہاں ملیں گے مجھے نہیں معلوم ہے دادی کی گود میں ملیں گے کہ ماں کی گود میں ملیں گے کہ باپ کی لحد پر ملیں گے مجھے نہیں معلوم ہے کہ آج سکینہؑ کہاں ملیں گی دادی کے پاس ملیں گی کہ ماں کے پاس ملیں گی کہ پھوپھی کے پاس ملیں گی۔ لیکن اتنا مجھے معلوم ہے کہ اگر ہماری بیٹیاں اگر ہماری بہنیں ہم اور ہمارے پاس ہمارے نوجوان دینداری اور دینی پابندی کی طرف بڑھیں گے تو یہ سب خوش ہو جائیں اور خوش ہو کے دعا دیں گے۔ کیوں نہ دعا دیں گے اس لئے دعا دیں گے کہ یہ ہمارا خون جو ضائع ہو رہا تھا تم نے اسے بچالیا۔ اکبرؑ اپنے کلیجے کا زخم اور اس کی تکلیف بھول جائیں گے۔ نوجوانوں تم دیندار

ہو گئے اب میرے کلیجے میں جیسے نیزے کا گھاؤ آیا ہی نہیں زخم آیا ہی نہیں ۔ اصغرؑ کہیں گے میں نے اپنے گلے میں کوئی تیر لگنے کی تکلیف محسوس ہی نہیں کی اس لئے کہ میری قوم کے چھوٹے چھوٹے بچے دینداری کی طرف آرہے ہیں ۔ بس میں نے ختم کی بات اور یہ کہتے ہوئے ختم کی کہ میں نے کل آپ کے سامنے یہ تذکرہ کیا تھا امام زین العابدینؑ کربلا تشریف لائے تھے اور کربلا تشریف لا کے آپ نے شہیدوں کو دفن کیا تھا ۔ آج میں آپ کی خدمت میں اسی سلسلہ کی ایک روایت سنانا چاہتا ہوں اور وہ دہم سے بعد کی روایت ہے کب کی روایت ہے وہ اس دن کی روایت ہے جس دن زینبؑ اپنے قیدیوں کے قافلہ کو لے کے قہراً جبراً مجبوراً کربلا سے روانہ ہوئی ہیں روتی ہوئی روانہ ہوئی ہیں ۔ بے چین ہو کے روتی ہوئی روانہ ہوئی ہیں ۔ قافلہ آگے گیا ۔ لشکر آگے گیا ۔ ایک جمّال تھا اونٹ کا چرواہا تھا ملعون تھا سنگدل تھا ظالم تھا بے ایمان تھا کمینہ اور کج فطرت تھا وہ پلٹ آیا اور پلٹ کیوں آیا اس لئے پلٹ آیا ۔ اس لئے پلٹ آیا کہ اس نے حسینؑ کی کمر میں ایک پٹکا بندھا دیکھا تھا جو قیمتی تھا جو اسے بار بار پسند آتا تھا جب حسینؑ اسے زندگی میں باندھے تھے تو اس نے اس کو للچائی ہوئی نظر سے بار بار دیکھا تھا ۔ وہ چلا کربلا چھوڑ کے چلا مگر پھر یاد آیا اب کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے چلو حسینؑ کی کمر سے پٹکا کھول لو ۔ آیا آ کے دیکھا لاش حسینؑ کو دیکھا جو گھوڑے سے پامال ہو گئی تھی اس لاش کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد اس نے کمر کا پٹکا کھولنا چاہا لیکن جیسے ہی پٹکا کھولنا چاہا ویسے ہی حسینؑ نے یہ ثبوت دینے کے لئے کہ شہید تو زندہ ہوتا ہے میں تو سید الشہداء ہوں اپنا ہاتھ پٹکے پر رکھ دیا اس نے چاہا کہ حسینؑ کا ہاتھ ہٹا دے لیکن نہیں ہٹا سکا تو کربلا کے میدان میں گیا ڈھونڈھ کے لایا ۔ تلوار نہیں ملی ایک تلوار کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا ملا اور اس سے اس ملعون نے اس ظالم نے اس سنگدل نے ایسا ظلم کیا ایسا ظلم کیا کہ شہادت کے بعد حسینؑ کا ہاتھ ان کی لاش سے ان کے جسم مبارک سے الگ ہو گیا اس

نے چاہا کہ میں پٹکے کی گرہ کھول لوں حسینؑ نے دوسرا ہاتھ رکھ دیا اس نے وہ ظلم جو ذرا دیر پہلے کیا تھا وہ دوسرا ظلم بھی کیا دوسرا ہاتھ بھی اس نے کاٹ دیا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ پٹکا کھول لے کہ آسمان سے معلوم ہوا روشنی ہو رہی ہے جو زمین پر اتر رہی ہے اور یہ روشنی کہیں اور نہیں آ رہی ہے کربلا میں آ رہی ہے کربلا میں کہیں اور نہیں آ رہی ہے لاشہ ہائے شہداء پر پڑ رہی ہے اور سیدھی روشنی وہاں آ رہی ہے جہاں حسینؑ کی لاش ہے وہ اس روشنی سے گھبرایا اور اس نے بھاگ کے اپنے کو چھپانا چاہا جا کے چھپ گیا تو اس نے دیکھا کہ اس روشنی میں آسمان سے کچھ عماریاں اتریں۔ اس میں سے کچھ نورانی چہرے والے بزرگ نکلے اس میں سے ایک بزرگ بہت بے چین تھے نکلے عماری سے اور بڑی بے چینی کے ساتھ حسینؑ کی لاش کے قریب آئے میرے لال میرے فرزند میرے بیٹے میرے لخت جگر میرے قلب جگر میرے نور نظر ارے ظالموں نے تجھ پہ رحم نہیں کیا تجھے قتل کر ڈالا تمہیں پانی نہیں دیا تو پانی مانگتا رہا اور تجھ پر رحم نہیں کیا۔ بہت بے چین ہو کے یہ بزرگ رو رہے تھے اور دوسرے بزرگ انہیں سہارا دے رہے تھے کہ ایک عماری اور اتری اس میں سے بی بیاں ہی بی بیاں نکلیں بی بیاں ہی بی بیاں نکلیں۔ ایک بی بی سب کے بیچ میں بہت بے چین تھی ان کو ساری بی بیاں لائیں اور لانے کے بعد وہاں کھڑا کیا جہاں حسینؑ کی لاش تھی کہ یہ کہتا ہے کہ ان کی زبان سے فقرہ نکلا تو میں نے سب کو پہچان لیا ایک مرتبہ لاش کو ان بی بی نے دیکھا پھر رسول کو دیکھا اور کہا بابا آپ نے دیکھا آپ کی امت نے میرے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے آپ کے بچے کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے اس کے بعد فاطمہؑ نے رونا شروع کیا رسولؐ اللہ نے تسلی دینا شروع کی۔

"سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆

مجلس شامِ غریباں

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والجنۃ للموحدین والنار للملحدین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا ونبینا ابی القاسم محمد۔ والہ الطیبین الطاہرین المعصومین و علی الذبیح العطشان الشہید بکربلا مولای ومولا الکونین ابی عبداللّٰہ الحسین

کربلا کی شام کو ایمان والے کبھی بھول نہیں سکتے عاشور کی شام۔ شام غریباں کہلاتی ہے یعنی غریبوں کی شام۔ کیوں ہے غریبوں کی شام اس لئے ہے کہ ایسے غریب جو آج شام کو کربلا میں جمع تھے ویسے غریب زمانے میں کبھی جمع نہیں ہوئے۔ دنیا میں وہ غریب کہلاتا ہے جس کے پاس کھانے کو نہیں ہوتا ہے یہ وہ غریب ہیں جنھوں نے روز عاشورہ پانی بھی نہیں پیا ہے لیکن عزاداران مظلوم کربلا۔ میں ذکر مصائب کے ساتھ ساتھ چند منٹ آپ کے لینا چاہتا ہوں۔ ان میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ کربلا میں جتنی مصیبتیں ایک ساتھ جمع ہوگئیں ایسی

مصیبتیں ایک ساتھ نہیں جمع ہوتیں لیکن صرف مصیبتوں کا جمع ہو جانا یہ اس لئے اہمیت نہیں رکھتا ہے جتنی اہمیت اس بات کی ہے کہ جو مصیتیں آئی ہیں اور جن پر آئی ہیں ان کی لاعلمی میں ان کی غیر علمی میں آئی ہیں۔ واقعۂ کربلا کا ایک امتیاز اور خصوصی امتیاز یہ ہے کہ جب سے جناب آدمؑ زمین پر آئے اللہ ہر ایک سے اس واقعے کا تذکرہ کرتا رہا۔ دنیا میں کسی واقعہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو واقعے کے ہو جانے کے بعد ہوتا ہے لیکن واقعۂ کربلا وہ واقعہ ہے جس کا تذکرہ ہونے سے پہلے ہوا ہے۔ جناب آدمؑ دعا مانگ رہے ہیں۔ نبیؐ کے نام کا واسطہ علیؑ کے نام کا واسطہ فاطمہؑ کے نام کا واسطہ حسنؑ کے نام کا واسطہ اور جیسے ہی انکی زبان پہ آیا حسینؑ کے نام کا واسطہ ویسے ہی آدمؑ کا دل غمگین ہوگیا۔ پوچھا جبریل یہ کون ہیں جس کا نام لیتے ہی میرا دل غمگین ہوگیا کہا آپ کی اولاد میں جو آخری نبیؐ ہوگا اس کا چھوٹا نواسہ ہے تو دین بچانے کے لئے اس طرح سے کربلا میں شہید ہوگا۔ جناب نوحؑ کو طوفان میں بچانے والی کشتی چلانے سے پہلے کشتی کی حفاظت کے لئے پانچ کیلیں دی جاتی ہیں کہ ان کیلوں کو لگا کر ٹھونک دو اپنی کشتی پر تاکہ بڑی سی بڑی موج کے باوجود بھی کشتی محفوظ رہے جناب نوحؑ ان کیلوں کو اپنی کشتی میں لگانا شروع کرتے ہیں ٹھوکنا شروع کرتے ہیں اور ایک ایک کیل ایک ایک نام سے منسوب ہے یہ نبیؐ کے نام کی ہے یہ علیؑ کے نام کی ہے یہ فاطمہؑ کے نام کی ہے یہ حسنؑ کے نام کی ہے اور آخر میں جب حسینؑ کے نام کی کیل اپنی کشتی میں لگاتے ہیں تو وہ کیل جو لوہے کی تھی جو آئرن کی تھی جو فولاد کی تھی اس کے سر پر ایک آنسو جیسی کوئی چیز دکھائی دینے لگتی ہے۔ نوحؑ کہتے ہیں یہ پانی اس کے سر پر کیسا نظر آرہا ہے اسکے ماتھے پر آنسو کیسا نظر آرہا ہے جبریل نے کہا یہ جس کے نام کی کیل ہے اس کے مصائب بتاتی ہے تو میں آپ کے سامنے اس ذکر کو دیر تک نہیں پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ واقعۂ کربلا وہ

واقعہ ہے کہ دنیا کے تمام واقعوں خلاف اس واقعے کا خدا نے واقع سے پہلے اعلان کیا تذکرہ کیا ہر نبی سے تذکرہ کیا جو نبی گزرا کربلا کی سرزمین سے اسے بتایا جو نبیؑ کربلا کی سرزمین سے گزرا وہ حسینؑ کو رو کے گزرا یہ اس واقعۂ کربلا کا مخصوص امتیاز ہے۔اب میں آپ کی ایک منٹ کے لئے توجہ اس بات کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ سے پہلے آدمؑ کو واقعہ معلوم ہوا انبیاؑء کو واقعہ معلوم ہوا یہاں تک کہ حسینؑ کے بزرگوں کو واقعہ معلوم ہوا۔خود حسینؑ کو بھی معلوم۔ میں جو ایک منٹ کی آپ کی توجہ چاہتا ہوں وہ اس لئے کہ حسینؑ جو کربلا میں خدا کا دین بچانے کے لئے سب انسانوں کے لئے خدا کا دین فراہم کرنے کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں تو ان قربانیوں کو حسینؑ دے رہے ہیں لیکن حسینؑ کی قربانیوں کا وعدہ نبیؐ کر رہے ہیں حسینؑ کی قربانیوں کا وعدہ علیؑ کر رہے ہیں حسینؑ کی قربانیوں کا وعدہ فاطمہؑ کر رہی ہیں حسینؑ کی قربانیوں کا وعدہ امام حسنؑ کر رہے ہیں پالنے والے تو یہ وعدہ کیوں لے رہا ہے یہ وعدہ اس لئے لے رہا ہوں کہ جب حسینؑ قربانیاں دیں گے تو نبیؐ بھی اس میں شریک رہیں علیؑ بھی اس میں شریک رہیں فاطمہؑ بھی اس میں شریک رہیں حسنؑ بھی اس میں شریک رہیں میں نے کہا کہ پالنے والے یہ تو دنیا سے جا چکے ہوں گے یہ کیسے شریک ہوں گے کہا واقعہ سے پہلے ان کا اس بات پر راضی ہونا کہ ہمارا لال ہمارا بھائی ہمارا بیٹا کربلا کے میدان میں بھوکا اور پیاسا شہید ہو۔ یہ اس قربانی سے کہیں زیادہ سخت قربانی ہے جو کربلا میں حسینؑ دیں گے میں نے کہا کہ پالنے والے ہمیں سمجھا دے کیسے۔حسینؑ نے تو قربانیاں دی ہیں انہوں نے لاشیں اٹھائی ہیں جبکہ نبیؐ کے لئے یہ کیسے عظیم قربانی ہو جائے گی کہا کہ اس واقعہ کو پڑھو جب میرے نام پر ابراہیم بیٹے کو لے کے ذبح کرنے جا رہا ہے ذرا روک کے تاریخ سے پوچھ لو ابراہیمؑ کون سا امتحان زیادہ سخت ہے۔آپ کو اپنے بیٹا کا ذبح کرنا زیادہ سخت ہے یا

اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر چھری پھیر دینا زیادہ سخت ہے تو ابراہیمؑ کا جواب ہوگا کہ ایک نہیں اگر ستّر مرتبہ میں اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر چھری پھیر دوں اپنے کو راہ خدا میں شہید کر دوں تو یہ میرے لئے آسان ہے لیکن یہ امتحان اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا یہ زیادہ مشکل ہے اور جب ابراہیمؑ نے کہا اپنا گلا کٹا دینا آسان ہے لیکن اپنے فرزند کی قربانی گوارہ نہ کرنا یہ کہیں زیادہ مشکل ہے تو پہچانئے کہ حسینؑ کا قربان ہو جانا بڑا کارنامہ ہے مگر نبیؐ کا راضی ہو جانا بزرگوں کا راضی ہو جانا یہ ان کی قربانیوں سے بڑی قربانی ہے اس لئے میں آپ کے سامنے ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں امامؑ نے عاشور کے دن جو اپنی گردن پیش کی ہے خدا کی راہ میں وہ زیادہ سخت امتحان تھا جب اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لائے تھے اور اکبرؑ کے کلیجے سے نیزے کا پھل نکالا تھا جب عباسؑ کو رخصت کرر ہے تھے جب اہل حرم کو رخصت کرر ہے تھے۔ یہ قربانیاں حسینؑ کی اس قربانی سے کہیں سخت تھی جب انہوں نے اپنے گلے کو خنجر کے لئے پیش کیا تھا۔تو میں آپ کی خدمت میں جو گزارش کرنا چاہتا ہوں وہ گزارش یہ ہے کہ کیا بات ہے واقعۂ کربلا میں کہ جب سے زمین پر انسان آئے آدمؑ آئے اس کے بعد نبیؐ آئے خدا اس واقعہ کو سنا تا آیا یہاں تک سنا تا آیا کہ جب پیغمبرؐ کا زمانہ آ گیا تو سب نے مل کے حسینؑ کی قربانی کا وعدہ کیا اور حسینؑ جب چلے۔ میں نے ایک جملہ کہا تھا ہم اس کو دوبارہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کربلا میں جو مصیبتیں جمع ہوئی ہیں یہ مصیبتیں اچانک نہیں آ گئی ہیں ناواقفیت وعدم علم میں نہیں آ گئی ہیں بلکہ سب کو معلوم تھا کہ یہ مصیبتیں آنے والی ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس تذکرہ کو یہاں سے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب امام حسینؑ مدینے سے روانہ ہونے والے تھے تو ام المومنینؑ ام سلمٰی آئیں کہا لال میں نے سنا ہے کہ مدینہ چھوڑ کے جارہے ہو۔ کہا ہاں نانی میں مدینہ چھوڑ کے جارہا ہوں۔ کہا بیٹا کہاں

جا رہے ہو کہا عراق جا رہا ہوں کہا لال کہیں جاؤ مگر عراق نہ جاؤ کہا نانی یہ آپ کیوں کہہ رہی ہیں کہا لال میں نے تمہارے نانا سے سنا ہے کہ میرا فرزند حسینؑ عراق میں قتل ہوگا لہٰذا لال جاؤ کہیں جاؤ مگر عراق نہ جاؤ تو جناب امام حسینؑ نے کہا نانی ام سلمٰی اب وقت وہ ہے کہ اللہ کی مشیت نے یہ طے کیا ہے اللہ کے قضا و قدر نے طے کیا ہے کہ میں دین و ہدایت کے سامان کو قیامت تک کے لئے انسانوں کو سونپ اور حوالے کرنے کے لئے کربلا میں اس طرح بھوکا اور پیاسا شہید ہوں کہ اس کے بعد خدا دیکھنا چاہتا ہے مجھے مقتول دیکھنا چاہتا ہے ہماری لاشوں کو بے گور و کفن دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارے اہل و عیال کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے تو نانی ہم اللہ کے فیصلے کے مطابق روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ سن کے ام سلمٰی روئیں کہا بیٹا اب میں نہ روؤں گی جاؤ جب قضا و قدر الٰہی یہی ہے مشیت الٰہی یہی ہے کہ دین کے بچنے کے لئے سامان ہدایت کے فراہم کرنے کے لئے تم کو قربانیاں دینی ہیں تو میں کیسے روک سکتی ہوں۔ میں نے آپ کے سامنے انہیں مجلسوں میں ایک دن تذکرہ کیا ہے کہ امام حسینؑ نے جب قافلہ روک کے تذکرہ کیا ہے۔ زینبؑ فرماتی ہیں کہ میں راتوں کو دونوں کو یہ غیبی آواز سنتی ہوں کہ جو یہ کہتا کہ یہ قافلہ موت کی طرف جا رہا ہے یہ جانے والے اپنے قدموں سے اپنی قبروں کی طرف جا رہے ہیں اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ بس مجھے اتنا کہنا ہے کہ آخر میں شب عاشور حسینؑ نے خود اپنے اصحاب سے کہا کہ کل کوئی بچے گا نہیں جتنے ہیں سب قتل ہو جائیں گے تو میں اب سارے تذکرہ کو سمیٹ کے دو جملے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ واقعہ اتنا اہم ہے کہ جب سے آدم پیدا ہوئے ہیں اس کا تذکرہ ہو رہا ہے اور حسینؑ کربلا میں جانے کے بعد علم کے بعد اپنے سارے ساتھیوں کو واقف کرنے کے بعد قربانیاں دینے کے لئے آ رہے ہیں تیسرا جملہ بھی مجھے عرض کر لینے دیجئے وہ یہ کہ دنیا میں پوری تاریخ میں پوری ہسٹری میں کوئی ایسا

واقعہ نہیں گزرا ہے جس کی اتنی عظیم الشان یادگار منائی جارہی ہو جیسی یادگار حسینؑ کی شہادت کی منائی جارہی ہے۔ حسینؑ کو شہید ہوئے صدیاں گزر گئیں ہیں ۶۱ ہجری میں شہید ہوئے آج چودہ سو چھبیس ۱۴۲۶ھ ہے لیکن کمی نہیں ہے حسینؑ کی یادگاریں حسینؑ کی یادگاریں بڑھتی جاتی ہیں پروانے دنیا میں پھیلتے جارہے ہیں مجلس جہاں نہیں ہورہی تھی وہاں بھی ہونے لگی ہے جہاں جلوس نہیں نکلتے تھے وہاں بھی نکلنے لگے ہیں تو میں اپنے محترم سننے والوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آخر اس واقعہ میں کیوں اتنی اہمیت تھی جو خدا ہمیشہ سے واقعہ کو سنا رہا ہے اس واقعہ میں اتنی اہمیت کیوں ہے کہ پوری دنیا میں آج اس کی یادگار تازہ کی جارہی ہے میں آپ کو اپنی ایک مجلس یاد دلاؤں جس میں میں نے آپ سے یہ کہا تھا کہ حسینؑ جب شہید ہوئے ہیں آفتاب کو گہن لگ گیا ہے آسمان سے خون برسا ہے آسمان سرخ ہوگیا ہے زمین کربلا میں زلزلے کے جھٹکے پیدا ہوئے ہیں جب نبیؐ کا انتقال ہوتا ہے آثار نہیں پیدا ہوتے۔ علیؑ کا جنازہ اٹھتا ہے آثار نہیں پیدا ہوتے۔ فاطمہؑ انتقال کرتی ہیں یہ آثار نہیں پیدا ہوتے۔ سید سجادؑ نے انتقال کیا یہ آثار پیدا نہیں ہوئے۔ امام حسن عسکریؑ تک جتنے امامؑ شہید ہوئے یہ آثار نہیں پیدا ہوئے تو اللہ نے اتنے عظیم آثار پیدا کرکے بتایا کہ اس قربانی کی اہمیت کو پہچانو! میرے نبیؐ کی شہادت پر میرے علیؑ کی شہادت پر میں نے حکم نہیں دیا کہ آسمان سرخ ہوجائے لیکن میں حسینؑ کے لئے کہہ رہا ہوں کہ آسمان سرخ ہوجائے تاکہ دنیا پہچانے حسینؑ کا غم زمین تک نہیں ہے حسینؑ کا غم آسمان تک ہے۔ حسینؑ کا غم زمانے میں مکان کے ساتھ محدود نہیں ہے حسینؑ کا غم آفاقی ہے تو میں پھر سے اپنے بیان کے حصوں کو سمیٹنا چاہتا ہوں کتنا اہم ہے واقعہ کہ آدمؑ سے لے کر آج تک تذکرہ ہورہا ہے کبھی معصوموں نے تذکرہ کیا کبھی خدا نے تذکرہ کیا کبھی حسینؑ کے بزرگوں نے تذکرہ کیا کبھی حسینؑ نے تذکرہ کیا اور بعد میں

سب دنیا والے حسینؑ کا ذکر کررہے ہیں اور جو کچھ ہوا جو کچھ ہوا وہ سب جانتے ہوئے ہوا۔ مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کتنا عظیم ہے یہ واقعہ تو جتنا عظیم ہے یہ واقعہ اتنا ہی عظیم ہے وہ سبب وہ وجہ وہ مقصد جس کے لئے یہ عظیم واقعہ ہوا۔ اتنا ہی عظیم ہے وہ واقعہ جس کے لئے یہ عظیم قربانیاں دی گئی ہیں۔ میں آپ کے سامنے صرف چند منٹ لینا چاہتا ہوں تاکہ ذکر غم ذکر مصیبت کو جلد سے جلد آپ کے سامنے پیش کردوں۔ لیکن اتنا عظیم واقعہ کوئی چھوٹی وجہ کے لئے نہیں پیش آسکتا ہے وہ عظیم وجہ ہونا چاہئے جو لوگوں سے پوچھیں آپ پوچھیں ایک ہی جواب ملے گا کہ یزید دین مٹانا چاہتا تھا حسینؑ سے بیعت لینا چاہتا تھا۔ حسینؑ یزید کی بیعت نہیں کررہے تھے لہٰذا یہ واقعہ پیش آیا۔ تو میں آپ کی خدمت میں اپنے سارے بیان کو نچوڑ کر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ واقعۂ کربلا یزید کی وجہ سے پیش آیا تو یزید کیسے پیدا ہوا۔ ایک جملہ اہم ترین جملہ بھرپور توجہ کے ساتھ جملہ نہ بھلائے جانے کے قابل جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ سوچنا پڑے گا یزید نہ پیدا ہوتا تو حسینؑ کو قربانیاں نہ دینا پڑتیں تو یزید کیسے پیدا ہوا۔ میں پوری تاریخ کا سینہ چیر کے ایک جملے میں پوری تاریخ کا خلاصہ کئے دیتا ہوں جب نبیؐ نے مسلمان سوسائٹی پیدا کی دین پیش کیا۔ پابند دین مسلمان سوسائٹی پیدا کی تو اس میں جس شخص نے سب سے پہلے دین کی پابندی چھوڑی تھی اگر سوسائٹی نے اسے ٹوکا ہوتا کہ تم دین کی پابندی کیوں چھوڑ رہے ہو تو دوسرے میں ہمت نہ پیدا ہوتی دین کی پابندی چھوڑنے کی۔ دین کی پابندی چھوڑنے کا سلسلہ نہ شروع ہوتا تو پھر یزید نہ پیدا ہوتا۔ معلوم یہ ہوا یزید کہ یزید نہیں پیدا ہوا ہے نبیؐ کی وفات کے پچاس سال کے بعد یزید کو پیدا کیا ہے اس پہلی قانون شکنی کے اور اسلام کے حکم کو چھوڑ دینے نے جہاں سے سوسائٹی میں یہ ہمت پیدا ہوئی کہ اسلام کو مانا بھی جائے اور اسلام کے احکام کو چھوڑ بھی دیا جائے تو معلوم یہ ہوا کہ

اگر دین کے ماننے والوں نے دین کے چھوڑنے پر رضامندی اور خاموشی نہ اختیار کی ہوتی تو یزید نہ پیدا ہوتا۔ حسینؑ کو قربانیاں نہ دینا پڑتیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیان کو اس مسئلے پر لانا چاہتا ہوں جس کا تذکرہ میں نے دن کی مجلسوں میں کیا تھا کہ اصغرؑ کو دفنا کے حسینؑ کربلا کے میدان میں آئے اور آنے کے بعد کہا هل من ناصر ینصرنا۔ هل من ناصر ینصرنا کوئی ہے جو میری مدد کو آئے۔ میرے مولا اے میرے مولا آپ مدد کے لئے کیا کریں گے بلا کے، اصغرؑ بھی زندہ نہیں ہیں اکبرؑ بھی زندہ نہیں ہیں قاسمؑ زندہ نہیں ہیں۔ میں انسانوں سے پوچھنا چاہتا ہوں حسینؑ کو امامؑ کے فقرے پہ تو بعد میں سوچیں گے لیکن اتنا سوچیں جس انسان کے سارے عزیز سارے دوست مار ڈالے گئے ہوں کیا ایسا زندہ زندہ رہنا چاہتا ہے تو میرے مولاؑ تو بدرجۂ اولیٰ ایسوں کی شہادت کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتے آپ مولاؑ ہی کی زبان میں سننا چاہتے ہیں تو میں آپ کو وہ جگہ یاد دلاؤں جب حبیبؑ ابن مظاہر نے پکارا ہے جب علی اکبرؑ نے پکارا تو حسینؑ کہتے چلے کہ میرے بیٹے میرے بیٹے اب تیرے جیسے بیٹے کے بعد اس دنیا پر خاک ہے تو جو حبیبؑ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا جو اکبرؑ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا وہ مدد کے لئے کیوں پکار رہا ہے۔ مولاؑ آپ کو مدد کیا چاہئے کس کے لئے چاہئے اگر آپ اپنے لئے مدد مانگتے ہیں تو آپ تو زندہ نہیں رہنا چاہتے ہیں کوئی بھی انسان اس موقع پر زندہ نہیں رہنا چاہتا ہے جو آپ کا محل اور موقع ہے تو پھر میرے مولاؑ آپ بار بار اس لیے پکار رہے ہیں کہ زینبؑ کے خیمے کی حفاظت کرنے والا پیدا ہو جائے تو جب ابن عباسؓ کہہ رہے تھے کہ عورتوں کو نہ لے جایئے تو آپ نے یہی کہا تھا جناب ام سلمٰی نے جب کہا تھا کہ نہ جایئے عورتوں کو نہ لے جایئے تو آپ نے کہا تھا کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو راہ دین میں قیدی دیکھے۔ آپ شہید ہونے کے لئے آئے ہیں ان کو قیدی بنانے کے لئے راہ

خدا میں پیش کرنے کے لئے آئے ہیں تو اب مدد کے لئے کس کو آواز دے رہے ہیں کہا سنو میں کربلا کے میدان میں آیا ہوں تو میں اپنا گلا کٹانے آیا ہوں اکبرؑ کو قربان کرنے آیا ہوں اصغرؑ کو قربان کرنے آیا ہوں اعزاء کو قربان کرنے آیا ہوں اصحاب کو قربان کرنے آیا ہوں اپنے بعد اپنے اہلبیتؑ کو قیدی بننے کے لئے پیش کرنے آیا ہوں لیکن یہ سب کرنے آیا ہوں دین کو بچانے آیا ہوں تو میں جو مدد کی آواز دے رہا ہوں ھل من ناصر ینصر نا تو میں اپنے گلے کے لئے نہیں آواز دے رہا ہوں میں زینبؑ کی چادر کے لئے آواز نہیں دے رہا ہوں۔ میں سکینہؑ کو طمانچے سے بچانے کے لئے آواز نہیں دے رہا ہوں میں زینبؑ کی چادر کے لئے آواز نہیں دے رہا ہوں۔ میں سکینہؑ کو طمانچے سے بچانے کے لئے آواز نہیں دے رہا ہوں بلکہ میری آواز ہے میری آواز ہے کہ دین کے لئے کوئی مددگار ہے کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ مولاؑ آپ کربلا میں آواز دے رہے ہیں تو کوئی آپ کی آواز پر آواز دینے والا نہیں ہے آپ نے خود ہی کہا کہ سارے اعزاء و اصحاب کو پکار کے کہ حسینؑ پکار رہا ہے تم جواب کیوں نہیں دیتے پھر آپ نے خود ہی فرمایا موت نے تم کو مجبور کر دیا ورنہ حسینؑ پکارتا اور تم جواب نہ دیتے یہ ممکن نہیں ہے تو میرے مولاؑ اب اگر بلانا ہی چاہتے ہیں تو یہاں کون ہے کہا سنو جو کربلا میں موجود نہیں ہے اسے آواز دے رہا ہوں میں تو قیامت تک جو حسینی پیدا ہونے والے ہیں ہر حسینی کو آواز دے رہا ہوں اور سنو میری آواز دوسروں تک پہنچے گی میری آواز صدیوں تک پہنچے گی۔ میری آواز ساری دنیا کے کونے کونے تک پہنچے گی۔ ہم نے کہا کہ میرے مولا وہ کیسے کہا ایک میرے جد تھے ابراہیمؑ جن کے لئے قرآن میں تفسیر میں یہ ملے گا جب انہوں نے حج کی آواز دی ہے تو نسلوں تک ابراہیمؑ کی آواز پہنچی ہے اور نسلوں میں جتنوں نے لبیک کہی ہے ہاں کہی ہے وہ پیدا ہوئے حج کرنے کے لئے جاتا ہے تو جو ایک

بیٹے کو قربان کرے اگر اس کی آواز نسلوں تک پہنچتی ہے تو جس نے اٹھارہ اقرباء قربان کر دیا ہے اس حسینؑ کی آواز کیا کربلا میں رہ جائے گی تو میرے مولا کسے پکار رہے ہیں مجھے پکار رہے ہیں آپ کو پکار رہے میرے ہر نوجوان کو پکار رہے ہیں میری ہر بیٹی کو پکار رہے ہیں میری ہر بہن کو پکار رہے ہیں میرے ہر بھائی کو پکار رہے ہیں۔ دیکھو میں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے دین بچانے کے لئے مجھے تمہاری مدد چاہئے جب تک دنیا میں یزیدیت باقی ہے یعنی دین کی عدم پابندی باقی ہے تب تک تم دین کی پابندی کرنا تا کہ تم میرے مددگاروں میں شامل ہو جاؤ بس یہ وہ عظیم مقصد ہے جس کے لئے یہ قربانیاں خدا نے قبول کی ہیں حسینؑ نے پیش کی ہیں حسینؑ کے بزرگوں نے وعدہ کیا ہے میں نے جو کچھ کہنا چاہا تھا آپ کے سامنے مکمل کر دیا۔ جایئے جایئے بہت سے چاہنے والے ہیں جو دور دور سے آئے ہیں وہ جانے والے ہیں خدا آپ کو پوری سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں کو پہنچا دے آپ کے بچے جو آپ کے ساتھ آئے ہیں خدا کرے وہ بھی آپ کے ساتھ بخیر و عافیت اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔ جایئے اپنے اہل وعیال کو لے کر کے جایئے لیکن اتنا یاد رکھئے گا کہ آج کی رات کو گیارہ محرم کی رات کو سید سجادؑ زمین پر جو لٹے ہوئے قافلہ بیٹھے ہیں اس قافلے سے آواز آرہی ہے جب تک دین پایا جاتا ہے اور دین کی عدم پابندی پائی جاتی ہے اگر تم حسینی ہو تو حسینؑ کی مدد کرو اور مدد ہے کہ تم خود دین کی پابندی کرو اور دوسروں کو دین کا پابند بناؤ تا کہ خون شہداء رائیگاں نہ جانے پائے اور خون شہداء کے ساتھ ساتھ قیدیوں کی اور اسیروں کی آنکھوں سے جو بے کسی کے عالم میں آنسو بہے ہیں وہ رائیگاں نہ ہونے پائیں۔ میں نے آپ کے سامنے بات مکمل کر دی ہے ہمارا آپ کا فریضہ ہے کہ دس دن کی مجلس پر اکتفاء نہ کریں عاشور کے دن کے ماتم پر اکتفاء نہ کریں شام غریباں کی مجلس میں جا کے یہ نہ سوچیں کہ ہم

نے غم کا حق ادا کرلیا ہم نے سال بھر کے لئے حسینؑ کا ماتم کرلیا نہیں ہمارے سامنے رات بھرآواز آئے گی سکینہؑ کے رونے کی آواز آئے گی زینبؑ کے رونے کی آواز آئے گی سید سجادؑ کے سجدۂ شکر کی آواز آئے گی ان آوازوں کو ہمیں ساری زندگی یاد رکھنا چاہئے ساری زندگی رونا چاہئے اگر ہم عزادار ہیں اگر ہم حسینی ہیں اور بے شک ہیں الحمد للہ ہیں تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ایک قدم اور آگے بڑھیں تاکہ دین کی پابندی کے لئے ایسی سوسائٹی بنادیں جس کے ذریعہ دین محفوظ ہوجائے میں آپ کی خدمت میں اب کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں جلتے ہوئے خیمے آواز دے رہے ہیں زندگیوں میں اجالا پیدا کرو جلتے ہوئے خیمے آواز دے رہے ہیں اپنی فیملیوں میں دین کی تعلیم کا اجالا پیدا کرو تو میں آپ کی خدمت میں تقریر ختم کرتے ہوئے مجلس شام غریباں کو مکمل کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں بڑا ہنگامہ خیز تھا وہ وقت جب حسینؑ شہید ہوئے ہیں آپ اس مجلس میں تشریف فرما ہیں اب مجھے کچھ کہنا نہیں ہے سوائے مصائب پڑھنے کے آپ اس مجلس میں تشریف فرما ہیں لیکن میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ صبح یہیں میں نے مجلس پڑھی تھی آپ ہی نے سنی تھی آپ بھوکے تھے آپ پیاسے تھے میری بہن اور بھائیو! یہ تو بتاؤ آپ اب بھی بھوکے ہیں آپ اب بھی پیاسے ہیں نہیں فاقہ شکنی ہوچکی ہے مومنین نے بڑے اہتمام کے ساتھ ایک ایک کو بار بار پوچھا ہے پانی چاہئے کھانا چاہئے اور چاہئے اللہ کربلا میں سکینہؑ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے زینبؑ کے سامنے بچوں کی فاقہ شکنی کا سامان لانے والا کوئی نہیں ہے اور آؤ ان غریبوں کو یاد کریں۔ ان غریبوں کو یاد کریں جن کی یہ شام ہے جن کی یہ شام شام غریباں کہلاتی ہے میں آپ سے ایک لفظ کہنا چاہوں گا جتنے بھی مجلسوں میں آئے ہیں سب خدا کرے آباد رہیں شاد رہیں اپنے گھروں کو واپس جائیں مگر اتنا یاد رکھئے گا رباب کی گود خالی ہوگئی ہے۔ حسینؑ کے خیمے جل چکے ہیں

سید سجادؑ کے پاس بستر نہیں ہے میں تین چار مرحلۂ مصائب کو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں صاحب مجالس المومنین نے یہ لکھا ہے کہ حسینؑ کے خیموں میں ایک بچی تھی جس کا نام رقیہ ہے یہ بچی اپنے باپ سے بہت محبت کرتی تھی باپ بھی اپنی بچی سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ باپ نے یہ دستور بنایا تھا یہ روزمرہ روٹین بنایا تھا جب عصر کا وقت ہوتا تھا تو باپ اپنے سارے کام چھوڑ کے اپنی بیٹی کو دیکھنے جاتا تھا اس کو کلیجے سے لگاتا تھا ننھی بچی چھوٹی بچی عادی ہوگئی تھی جب عصر کا وقت آنے لگتا تھا وہ باپ کے انتظار میں مصلّی بچھا دیتی تھی اور مصلّی کے پاس بیٹھی رہتی تھی میرا بابا آئے گا مجھے اٹھائے گا کلیجے سے لگائے گا پیار کرے گا۔ دو محرم کو قافلہ کربلا میں ٹھہرا باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے آیا۔ چار محرم کو پانی بند ہوگیا مگر باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے آیا۔ اسی چار محرم سے بزرگوں کی پیاس شروع ہوتی تھی لیکن ساتویں کی صبح کو بچہ بچہ پیاسا تھا چھوٹے بڑے سب پیاسے تھے لیکن باپ اپنی بچی سے ملنے کے لئے آیا۔ نو محرم کو جب یزید کا لشکر رات بھر کے لئے جنگ ملتوی کر کے واپس جارہا تھا تو یہ باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے آیا۔ لیکن عاشور کے دن عاشور کے دن عصر کے وقت یہ کمسن بچی یہ بھولی بچی مصلّی بچھائے ہوئے اپنے باپ کا انتظار کر رہی ہے وقت گزرتا جارہا ہے باپ نہیں آرہا ہے وقت گزرتا جارہا ہے باپ نہیں آرہا ہے کبھی بچی کھڑی ہوتی ہے۔ کبھی ماں کے پاس جاتی ہے اماں اماں بابا نہیں آئے اور جب بچی یہ پوچھتی ہے تو ماں رونے لگتی ہے اور جب ماں رونے لگتی ہے تو بچی یہ کہتی ہے اماں اماں میں ہمیشہ باپ کو پوچھا کرتی تھی تم روتی نہیں تھی آج کیوں رو رہی ہو ارے وہ اس کمسن کو کیسے بتائے کہ اب تیرا باپ آنے والا نہیں ہے بچی کی بے تابی بڑھتی جاتی ہے میں جذبات کی ترجمانی کر رہا ہوں وہ بار بار کہتی ہے بابا مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں بابا کو بلا دو میں آئندہ کبھی ان کو ناراض نہ ہونے

دونگی ماں آنسو پوچھتی ہے کلیجے سے لگا لیتی ہے بچی پوچھتی ہے بابا کب آئیں گے۔ اتنی دیر میں خیمے کا پردہ اٹھا خیمے کا پردہ اٹھا بھولی بچی سمجھی میرا باپ آیا ہے مگر ملعون، شمر لعین آیا تھا ارے بچی نے بغیر دیکھے کہا بابا تم نے آنے میں کیسے دیر کردی۔ شمر لعین نے بچی کو طمانچے مارے اور خیمے سے باہر کر دیا چھوٹی سی بچی کربلا کے میدان میں دوڑ رہی ہے بابا۔ بابا۔ بابا۔ بابا ارے تم کہاں ہو تم کہاں ہو ظالم ہمیں طمانچے مار رہے ہیں بابا تم کہاں ہو ظالم ہمیں طمانچے مار رہے ہیں ہمارا خیمہ لوٹ رہے ہیں ہماری ماں کے سر سے چادر چھین رہے ہیں ارے بابا تم کہاں ہو ارے بابا تم کہاں ہو ماں دوڑتی ہوئی آئی اے بیٹی تیرا باپ اب نہیں آئے گا وہ راہ خدا میں شہید ہو گیا اجرکم علی اللہ بس مجھے مجلس ختم کرنے میں کچھ دیر نہیں ہے مگر شام غریباں پھر سال بھر کے بعد ہی آنے والی ہے لہٰذا میری بیٹیو ماتم کرو میری بہنو روؤ میرے نوجوانوں اپنے اپنے غم کا حق ادا کرو میرے بھائیو آؤ ہم اور آپ مل کے غم حسینؑ کا حق ادا کرلیں شام ہوئی کیسے شام ہوئی کل شام ہوئی تھی سب پیاسے تھے مگر اکبرؑ بھی تھے عباسؑ بھی تھے خیمے بھی تھے آج جب شام ہوئی آج جب شام ہوئی تو جلتی زمین پر سب بیٹھے ہیں سب بیٹھے ہیں ایک منظر ایک منظر سنانا چاہتا ہوں اور اسی پر مجلس تمام کردینا چاہتا ہوں اب اس کے آگے مجھ میں بھی پڑھنے کی صلاحیت اور طاقت نہیں ہے عزیزو! عزیزو! عزیزو! ذرا سنو میں نے ابھی آپ کے سامنے ایک جملہ کہا ہے اسکی تشریح کرنا چاہتا ہوں وہ تشریح یہ ہے کہ چار محرم سے پانی بند ہوا ہے جب چار محرم سے پانی ملنا بند ہو گیا تھا تو سکینہؑ کو چاہے پانی مل گیا ہو لیکن رباب نے یہ سوچ کے پانی پینا چھوڑ دیا تھا پانی اب نہیں آرہا ہے تو میں پیوں کہ بچے پئیں ساتویں کو سب پیاسے ہیں کیسے پیاسے تھے میں نے آپ کو سنایا کہ سات کے دن بریرؓ نے آ کے پسر سعد سے کہا ہے میں حسینؑ کے خیموں سے آرہا ہوں بچے اتنے پیاسے ہیں

اگر ان کو پانی ابھی نہ مل گیا پھر یہ مرجائیں گے اللہ ان پیاسے بچوں نے ان پیاسے بچوں نے سات کا دن گزارا آٹھ کا دن گزارا نو کا دن گزارا دس کی رات گزاری اور دن گزارا تو یہ سن لیجئے پیاس ایسی پیاس تھی پیاس ایسی تھی کہ کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ حسینؑ کے بعض ساتھیوں کی زبان اتنی سوکھ گئی تھی کہ وہ اشاروں میں بولتے تھے زبان سے الفاظ ادا نہیں کر سکتے ہیں پیاس اتنی پیاس تھی کہ اپنی شہادت سے پہلے حسینؑ نے بیان فرمایا ہے کہ میں آسمان کو نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے پوری فضا میں دھواں بھرا نظر آرہا ہے پیاس اتنی پیاس تھی کہ نو محرم کو خیمے کے اندر جناب سکینہؑ داخل ہوتی ہیں تو یہ دیکھتی ہیں کہ میری پھوپھی مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں لیکن جب میں نے کہا پھوپھی اماں تو کہا بیٹی سکینہؑ تم ہو مجھے حیرت ہوئی کہ پیاس نے میری پھوپھی کی نظر پر اتنا اثر ڈالا ہے کہ خیمے کے اندھیرے میں جب تک میری آواز نہیں سنی میری پھوپھی مجھے پہچان نہ سکی تو ذرا سوچنے کی بات ہے جو سات کو اتنے پیاسے تھے وہ آٹھ کو کتنے پیاسے ہوں گے وہ نو کو کتنے پیاسے ہوں گے وہ دس کو کتنے پیاسے ہوں گے اور اب مجھے ایک جملہ کہہ لینے دیجئے جو شہید ہوتا گیا اس کی پیاس ختم ہوتی گئی لیکن جو زندہ تھے ان کی پیاس باقی ہے جب شام غریباں آئی تو سکینہ کی پیاس باقی تھی حسینؑ کی پیاس ختم ہو چکی تھی وہ کوثر کے کنارے پہنچ چکے تھے عباسؑ کی پیاس ختم ہو چکی تھی ام کلثومؑ کی پیاس باقی تھی ربابؑ کی پیاس باقی تھی اصغرؑ کی پیاس ختم ہو چکی تھی تو جو چھوٹے چھوٹے بچے باقی تھے بس مجھے ایک جملہ سنانا ہے اولاد والو سنو انسانوں کا دل رکھنے والو سنو آخری فقرہ ایک منٹ میں سنئے۔ میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں ان میں مجھے یہ ملا ہے۔ یہ بچے روتے تھے یہ بچے روتے تھے اور رو رو کے پانی مانگتے تھے العطش العطش ہائے پیاس ہائے پانی ہائے پانی ہائے پیاس اتنی آوازیں لگائی ہیں ان بچوں نے کہ شام کا لشکر ان بچوں کی آواز سنتا تھا کلیجہ تھام لو

سننے والو ساتویں کو دن بھر بچوں نے رو رو کر پانی مانگا آٹھویں کو دن بھر رو رو کے پانی مانگا نو محرم کو بچوں نے رو رو کے پانی مانگا عاشور کے دن بچوں نے عباسؑ سے پانی مانگا حسینؑ سے پانی مانگا اصحاب سے پانی مانگا بریر سے پانی مانگا لیکن جب میں نے کتابیں پڑھیں تو آج کی گیارہ محرم کی جب رات آئی تو جو چھوٹے چھوٹے بچے باقی تھے وہ پیاسے تھے مگر ماؤں کی گودوں میں بیٹھے تھے ماؤں کے برابر میں بیٹھے تھے اب کوئی پانی نہیں مانگ رہا تھا اب کوئی پانی نہیں مانگ رہا تھا ارے میں یتیموں کے قریب گیا تخئیل میں۔ میں نے کہا بچوں پانی مل گیا پانی تو نہیں ملا میں نے کہا کہ اب مانگتے کیوں نہیں ہو کہا اتنے طمانچے کھائے ہیں کہ اب پانی نہ مانگیں گے ورنہ شمر پھر طمانچے مارنے کے لئے آجائے گا۔

"سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ"

☆☆☆



بانی تنظیم خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

TANZEEMUL MAKATIB

GOLAGANJ LUCKNOW – 226 018 U P (INDIA)

Phone : 91 522 2615115, Fax : 91 522 2628923